

البریلویہ کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کے خلاف
احسان علی ظہیر کی افتر پردازیوں کا تحقیقی جائزہ

مؤلف:

علامہ عبدالحکیم شرف قادری



ALHAZRAT NETWORK
| علامہ عبدالحکیم شرف قادری |
www.alahazratnetwork.org

ALHAZRAT NETWORK

اعلیٰ حضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

فہرست

باب اول

۳۱ حرف آغاز

۳۲ برائی نیا فرق؟

۳۳ امام احمد رضا اور عالمی مہاسات

۳۴ البریلویہ

۳۵ مچی عربیت کی چند مثالیں

۵۳ کچھ اس تالیف کے بارے میں

۵۴ دیہ سپاس

۵۵ خطبہ محمد سالم کے نام

۵۶ ظہیر، حافظ عبدالرحمن مدنی کی فکریں

۶۳ دور زوال یا دور کمال؟

۶۴ مرزا غلام قادر بیگ

۶۵ نادر استغفار

۶۶ قادیان، اقبال اور ضیاء

۷۱ علامہ اقبال مجددی علماء کی نظر میں

۷۲ صدر پاکستان

۸۰ قرآن پاک جلد دو

۸۱ قصیدہ بردہ اور دلائل الخیرات جلد دو

۸۲ بخاری شریف جلد دو

۱۰۲ حکومت پاکستان فترے کی روشنی میں

۸۰۔ سب آل شیخ کا یاد ہے اسے _____
 ۸۱۔ شرک کا ہوتا _____

امام احمد رضا بریلوی

۸۷۔ مفتی اسلام، امام اہل سنت _____
 ۸۹۔ عبدالمصطفیٰ _____
 ۹۰۔ قوتِ حافظہ _____
 ۹۱۔ قوتِ ایمان _____
 ۹۲۔ غیرتِ عظمیٰ _____
 ۹۳۔ حزم و احتیاط _____
 ۹۴۔ عبقریت _____
 ۹۵۔ اتباعِ سنت _____
 ۹۶۔ معصوم کون؟ _____
 ۹۷۔ منظرِ صحابہ _____
 ۹۸۔ قابلِ رشک بچپن _____
 ۹۹۔ نبوت کا دعویٰ رکھ کون؟ _____
 ۱۰۰۔ بچپن کا ایک واقعہ _____
 ۱۰۱۔ مرزا غلام قادیان بیگم کون؟ _____
 ۱۰۲۔ رتہ مرزا ایت _____
 ۱۰۳۔ علامہ عبدالحق خیر آبادی سے ملاقات _____
 ۱۰۴۔ شاہ آل رسول سے اجازت _____
 ۱۰۵۔ شاہ ابوالحسن احمد ندوی سے استفادہ _____

رد شیعہ

۱۳۱۶	امام احمد رضا اور شیعہ
۱۳۲	تفضیلیہ سے منظر
۱۳۵	سُنّت اعتقاد کریں
۱۳۶	شیعہ کا حکم
۱۳۸	شیعہ ہونے کا الزام
۱۳۹	عدالتی بخشش حصہ سوم
۱۳۵	ائمہ اہل سنت اور فضائل اہل بیت
۱۶۱	عربی شجرۂ طریقت
۱۶۴	اہل حدیث کا شیعہ ہونے کا اقرار

چند دوسرے پہلو

۱۷۰	دنیا سے بے نیازی اور سخاوت
۱۷۶	اہل مدینہ کے لیے ہدیہ
۱۷۷	پان اور عتقہ
۱۸۰	ہمتیہ پاؤں کا پھوٹنا
۱۸۳	شاہ ولی حسین اشرفی
۱۸۳	غدرت کا الزام
۱۸۸	عکلی شکہ اور قدرت کلام
۱۹۲	تفسیر و خطابت
۱۹۷	تصانیف
۱۹۸	تعداد و تصانیف
۲۰۱	فتاویٰ رضویہ
۲۰۳	اضافات

۲۰۹ _____ بد الملتار ماشیہ شامی

۲۱۰ _____ ماشیہ فواج الحرموت

اسلامی سیاست

۲۱۲ _____ تحریک ترک ممالک

۲۱۳ _____ اسلامی تشخص ہم قرابان

۲۱۵ _____ قائد اعظم اور ترک ممالک

۲۱۶ _____ علامہ اقبال اور دوقومی نظریہ

_____ امام احمد رضا بریلوی اور ترک ممالک

_____ گائے کی قربانی

۲۲۳ _____ اسلامیہ کالج لاہور

۲۲۸ _____ تحریک ہجرت

۲۳۰ _____ جہاد

۲۳۲ _____ تحریک خلافت اور ترک ممالک

۲۳۵ _____ دارالاسلام

۲۳۶ _____ بندوہوں کا تعقیب

۲۳۱ _____ گاندھی کی ملاقات سے انکار

۲۳۲ _____ تحریک خلافت

۲۳۵ _____ الاتمہ من قریش

۲۳۹ _____ بریلی کی تاریخی کانفرنس

۲۵۳ _____ جماعت انصار الاسلام

۲۵۶ _____ تحریک شدھی

۲۵۹ _____ فرانسس روجنس کی بے خبری

امام احمد رضا اور انگریز

بہت دور کی شوجھی

۲۷۲

وصال ۲۵۰

مبالغہ آرائی

۲۷۸

اربابِ علم و دانش کے تاثرات

۲۸۳

تواضع و گردن فرارِ انا حکومت

۲۸۵

تلاذہ اور خلفاء

۲۸۷

تحریکِ پاکستان

۲۸۸

آل انڈیا سنی کانفرنس

۲۹۰

منفی اعظم پاکستان

۲۹۵

آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس

۲۹۶

جمعیت العلماء پاکستان

۳۰۲

شیخ کے گھر باب دوم

۳۰۳

اہل حدیث کی دہائیت سے نفرت

۳۰۵

انگریزی دین میں نشوونما

۳۰۹

انگریزی دین میں اٹھان

۳۱۳

تقلید اثر ادا جملہ کا انکار

۳۱۵

چھوٹا خاصہ بڑی بات

۳۱۷

غیر مقلدین کی تقلید

۳۲۰

فہرہ قندقلیہ

۳۲۱

فتنوں کا سرچشمہ

۳۲۲

علیہ و روئے ادا اہل حدیث

۳۲۳

غیر مقلد ہی بے دینی کا دروازہ

۳۲۴

- ۳۲۵ ————— بے ادب اور گستاخ
- " ————— خجستوں کا مجموعہ
- ۳۲۶ ————— غیر معتد ہونا آسان
- " ————— ادب و تہذیب سے غور
- " ————— ریت پر بھی مشبہ
- ۳۲۷ ————— ابطال سنت
- " ————— فتنوں کے بانی غیر مقتدین کے لعل سے
- " ————— انگریز کی نظر کرم
- ۳۲۸ ————— بے ادب اور گستاخ
- ۳۲۹ ————— تہذیبی صفات
- ۳۳۰ ————— مستند خیر خواہ
- ۳۳۱ ————— اہل حدیث اور ائمہ
- ۳۳۲ ————— کیا یہ تحریک انگریز کے خلاف تھی؟
- ۳۳۳ ————— گمراہی حیرت
- ۳۳۴ ————— گارڈز کون تھے؟
- ۳۳۵ ————— انوکھا معیار تحقیق
- " ————— مقصد جہاد
- ۳۳۶ ————— سرمدی مسلمانوں سے جہاد
- ۳۳۷ ————— واقعہ بالا کوٹ کے بعد
- ۳۳۸ ————— گورنمنٹ سے روابط
- " ————— بدینہ نیاز کا ڈوڈفرن اور اچھی سن کے طور
- ۳۳۹ ————— ملکہ برلانیہ کے حضور اہل حدیث کا ایڈریس
- ۳۴۰ ————— ملکہ کا خطاب
- ۳۴۱ ————— لاڈوڈفرن کے حضور
- ۳۴۲ ————— سپاس نامے کے شواہد

- ۳۷۰ ————— انجی سن کے حضور
- ۳۷۱ ————— دربار ولی میں ارمغانِ عقیدت
- ۳۷۲ ————— الاقتصاد فی مسائل الجہاد
- ۳۷۳ ————— ہندوستان دارالاسلام ہے
- ۳۷۴ ————— جہاد کہیں بھی نہیں ہو سکتا
- ۳۷۵ ————— ۱۸۵۷ء کے مجاہدین مفسدِ مہر کردار باغی
- ۳۷۶ ————— جہاد حرام
- ۳۷۷ ————— سرٹیفکیٹ
- ۳۷۸ ————— رفتارِ زمانہ سے واقف
- ۳۷۹ ————— خوفناک انگریزی مظالم
- ۳۸۰ ————— مادرِ مہربان
- ۳۸۱ ————— ملکہ بہاری سلطنتی کے لیے بنائی گئی
- ۳۸۲ ————— بم بڑھنے کی چوٹ پر گورنمنٹ کا ساتھ دیں گے
- ۳۸۳ ————— ملک کی خیر خواہی میں ہائی رینا باصطِ فخر
- ۳۸۴ ————— ۱۸۵۷ء کے مجاہد بے وقوف تھے
- ۳۸۵ ————— برٹش گورنمنٹ ہی میں جہادی فرقہ ہے
- ۳۸۶ ————— مسلمانوں کو برٹش کا مطیع بنانا
- ۳۸۷ ————— انعام و فدا
- ۳۸۸ ————— میاں نذیر حسین دہلوی
- ۳۸۹ ————— پہلا دور
- ۳۹۰ ————— دوسرا دور
- ۳۹۱ ————— انعام یافتہ وقادار
- ۳۹۲ ————— حالتِ جنگ میں درسِ جاری رہا
- ۳۹۳ ————— جہاد باصطِ ہلاکت و مصیبت
- ۳۹۴ ————— انگریزی سیم کی حفاظت

۲۹۵	سٹیفٹ
۲۹۹	سفر حج اور کشمیر کی چٹھی
۳۰۰	ہندوستان و ملائمان
۳۰۱	گورنمنٹ خدا کی رحمت
۳۰۲	نواب صدیق حسن خان بھوپالی
۳۰۵	جہاد کا علم گناہ کیسے
۳۰۶	۱۸۵۷ء کے مجاہدین مرگے کیسے
۳۰۷	جہاد نہیں فساد تھا
۳۰۸	ملکہ بھوپالی کے اجازات
۳۱	وفات
۳۱	بحالی
۳۲	تصانیف
۳۳	دعوائے تجدیدیت
۳۴	ڈپٹی کمشنر احمد دہلوی
۳۵	ترجمہ قرآن
۳۵	انگریزی سلطنت کے اہل ہیں
۳۷	انعام
۳۸	قاضی محمد سلیمان منصور پوری
۳۹	اہل حدیث کا انفرنس کا ایک متحدہ مکتبہ وفاداری
۴۰	مولوی شہار احمد قسری
۴۱	تفسیر یا تحریف؟
۴۲	مرزا یوں کے پیچھے خماں جاتے
۴۳	حکومت برطانیہ سے وفاداری پر اصرار
۴۴	اہل بیت انیاں
۴۵	برلن گورنمنٹ کے خطاب یا خطمان

پروفیسر اکرم محمد مسعود احمد بسم اللہ الرحمن الرحیم

گفتنی و ناگفتنی

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

جب پاک و ہند میں اسلامی سلطنت کا آفتاب غروب ہو رہا تھا، تاریکیاں پھیل رہی تھیں، دل ادب رہے تھے، حوصلے پست ہو رہے تھے کہ دعت باری جوش میں آئی اور ایک آفتاب طلوع ہوا، جس نے فضاؤں کو منور کر دیا، اوجے دلوں کو سارا دیا، پست حوصلوں کو بلند کیا۔۔۔ تاریک فضاؤں میں طلوع ہونے والا یہ آفتاب کون تھا۔۔۔ وہی امام احمد رضا عظیمی و عجم نے جس کی عظمت و جلالت کی گواہی دی، جس نے اپنے نام و ناموس کو دین اسلام اور شارع علیہ السلام کی آن پر قربان کر دیا۔۔۔ دشمنان اسلام کو اس کی یہ وارفتگی و فیصلی اور جہاں ہانگلی پسند نہ آئی، اس کے خلاف سازشیں کی گئیں، اس کے خلاف کئی محاذ قائم کئے گئے اور ہر محاذ پر اس کی کروار کھٹی کی گئی، دلوں سے اس کی یاد کو مٹایا گیا، دلوں سے اس کے نقوش محنت کو کھینچ دیا گیا۔۔۔ وہ جو فضاؤں پر چھایا ہوا تھا، دلائل گاہوں میں اس کا نام لینا جرم گھبرا، علمی مجلسوں میں اس کی بات کرنی مشکل ہو گئی۔۔۔ جو نشان علم و فضل تھا سازشوں سے اس کو بے نشان کر دیا گیا۔۔۔ نصف صدی گزر گئی۔۔۔ اچانک فزاں رسیدہ کشن میں پھر بار آئی، ششیاں جمونے لگیں، پھول کھلنے لگے، بلبل چبکے لگے۔۔۔ اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کے شر لاہور کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ آج سے تقریباً ۳۳ سال پہلے یہاں ”مرکزی مجلس رضا“ کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ قائم کیا گیا، غلوں و لہجہت سے قائم کیا تھا، ہر سطح پر مخلصین نے تعاون کیا اور اس ادارے نے امام احمد رضا کے حالات و افکار پر لاکھوں کی تعداد

میں لڑچکر چھاپ کر پھیلایا ' نہ صرف پاک و ہند میں بلکہ پوری دنیا میں پھر
 گیارہ برس ہوئے کراچی میں "ادارہ تحقیقات امام احمد رضا" قائم ہوا اور اس نے
 اپنا لڑچکر پاک و ہند اور دنیا کے دور دراز علاقوں میں پھیلایا پھر "رضا اکیڈمی
 لاہور نے پانچ برس ہوئے پوری سرعت سے کام کیا اور اہل دانش سے خراج تحسین
 وصول کیا اب "مرکزی مجلس رضا" نے بھی طویل خاموشی کے بعد پھر کام
 شروع کیا ہے رضا اکیڈمی (پو - کے) رضا اکیڈمی (بھٹی) سنی رضوی
 سوسائٹی (جنوبی افریقہ) 'رضا انٹرنیشنل اکیڈمی (صافق آباد) 'الحمد الاسلامی (مبارک
 پور) فرض پاک و ہند اور بیرون ملک، بیسیوں ادارے ہیں جو امام احمد رضا کے حالات
 و افکار پر مسلسل لڑچکر شائع کر رہے ہیں ' سنی دارالاشاعت مبارکپور نے فتاویٰ رضویہ
 کی پانچ جلدیں شائع کیں الحمد للہ ان اداروں کی علمی مساعی کے نتائج سامنے
 آئے ' محققین کی بات سنی مکتی ' یونیورسٹیوں اور پبلک سروس کمیشن کے امتحانی پرچوں
 میں امام احمد رضا پر سوالات آنے لگے ' جامعات میں ایم - فل اور پی - ایچ - ڈی
 کے لیے تحقیقی مقالات لکھے جانے لگے اور ڈگریاں ملنے لگیں چنانچہ اس وقت چار
 براہمنوں کی یونیورسٹیوں میں چھ اسکالر تحقیقی مقالات لکھ کر ایم - فل یا پی - ایچ
 - ڈی کی ڈگریاں حاصل کر چکے ہیں ' گیارہ اسکالر اس وقت تحقیق میں مصروف ہیں
 اور کچھ رجسٹریشن کے لیے کوشاں ہیں ۔

الفرض معاندین کے الفاظ میں جس کو زیر زمین دفن کر دیا گیا تھا وہ بھگت زندہ ہو
 گیا خوب کہا ہے اور خود کہا ہے ۔

بے نقابوں کا نقاب تھا نہیں
 مٹے مٹے نام ہو ہی جائے گا

بے شک عاشق مرا نہیں کرتے وہ شہید ہو کر بھی زندہ رہتے ہیں بلکہ ان کی
 موت زندہ انسانوں کے لیے باعث رشک ہو جاتی ہے ۔

ہمت مگر کہ کشتہ شمشیر عشق یافت

مرگے کہ زندگیاں بدعا آوند کنند !

عرض یہ کر رہا تھا کہ دفن کرنے والے دفن کر چکے تھے۔۔۔۔۔ جدید علمی حلقوں اور دانش گاہوں میں اس کا نام لینا جرم ٹھہرا لیکن پھر وہی علمی حلقے، پھر وہی دانش گاہیں اس کے ذکر و اذکار سے گونجنے لگی۔۔۔۔۔ ستر برس بعد پھر ایک مہم چلائی گئی۔

۱۹۷۰ء میں راقم نے ترک موالات سے متعلق امام احمد رضا کے محققانہ رسالے المحجۃ الموقوتۃ فی لفتۃ المستعصۃ کی روشنی میں ایک مقالہ قلم بند کیا جو ۱۹۷۱ء میں مرکزی مجلس رضا لاہور نے شائع کیا۔ اس مقالے میں تاریخی پس منظر پیش کرتے ہوئے خٹا سید احمد بریلوی کا ذکر کیا جس سے یہ تاثر ملتا تھا کہ سید صاحب کی جدوجہد سے اور تو کچھ ہوا یا نہیں انگریزوں، صدارت فائدہ پہنچا۔ یہ تاثر اس عام تاثر کے خلاف تھا جو بعض محققین و مورخین نے غلط بیانیوں کے ذریعہ برسوں کی محنت کے بعد قائم کیا تھا۔۔۔۔۔ بہر حال راقم کے مقالے کا اصل بریلوی اور ترک موالات کا شائع ہونا تھا کہ فیض و غضب کی لہر دوڑ گئی، کیونکہ حلیم شدہ حقائق تاریخی حقیقت کی طرح بکھرنے لگے۔۔۔۔۔ ایک یونیورسٹی کے شیخ الحدیث نے اپنی فی محفل میں راقم سے ہزاری کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: "میں فلاں پبلشر سے کہوں گا کہ پروفیسر مسعود کی کتابیں نہ چھاپا کرو"۔۔۔۔۔ دوسری یونیورسٹی کے صدر شعبہ تاریخ بھی ناراض ہو گئے اور دیرینہ دوستی بھی ختم کر دی راقم نے عرض کیا "تاریخی حقائق، عقائد نہیں ہوتے آپ میری بات غلط ثابت کر دیں میں اپنی بات کھٹ کر آپ کی بات لکھ دوں گا کوئی لڑائی جھگڑا نہیں یہ تو حقیقتیں و حقائق ہیں جو بات ثابت ہو گی وہی لکھی جائے گی"۔۔۔۔۔ پھر خدا کی شان مولوی حسین احمد دیوبندی کی کتاب "الشباب الخائب" میں یہ بات مل گئی کہ جب سید صاحب صوبہ سرحد میں اپنی کاروائیوں میں مصروف تھے تو انگریز اسلحہ سے ان کی مدد کر رہے تھے چنانچہ مقالے کے دوسرے ایڈیشن میں یہ حوالہ پیش کر دیا گیا اور معترضین خاموش ہو گئے۔۔۔۔۔ تاریخ میں غلط بیانی یا دھونس سے کسی بات کو منوانے کی کھجانش نہیں۔۔۔۔۔ لیکن

یوندر شی "ہائیڈ کے کند سال مستحق پروفیسر واکٹر ہے۔ ایم۔ ایس بلان نے راقم کے اس موقف کی تائید کی کہ سید صاحب نے انگریزوں کے خلاف کوئی جدوجہد نہیں کی۔ حقائق و شواہد کی روشنی میں ہر شخص اسی نتیجے پر پہنچے گا۔۔۔۔۔ تو عرض یہ کر رہا تھا کہ راقم کا مقالہ فاضل بریلوی اور ترک موالات شائع ہوا تو امام احمد رضا کے حلقین نے اس پر اپنے رد عمل کا اظہار کیا

پھر جب راقم کی کتاب "فاضل بریلوی طوائف حجاز کی نظر میں" ۱۹۷۳ء میں شائع ہوئی تو امام احمد رضا کی عرب و عجم میں ہر غیر قبولیت کے جلوے دکھائے گئے تو ماہر القادری نے اپنے رسالے فاران (کراچی) میں ایک طویل مضمون لکھ کر امام احمد رضا کے حلقین و معاندین کو خیرباد کیا کہ اگر دانشوروں نے امام احمد رضا کی عظمت و جلالت کے جلوے دیکھ لے تو پھر ان کی نظروں میں کوئی نہیں سائے گا۔۔۔۔۔ یہی کتاب جب مسلم یوندر شی "علی گڑھ بھیجی گئی" تو وہاں شعبہ سنی و حیات کے صدر پروفیسر واکٹر محمد رضوان اللہ مرحوم نے اپنے ساتھی پروفیسروں کو دکھائی انہوں نے پڑھ کر بیک زبان کہا کہ اس سے قبل ہم سخت غلط فہمی میں مبتلا تھے۔۔۔۔۔ میں جنہیں پروفیسروں نے یہ بات کہی۔۔۔۔۔ پھر کیا ہوا یہ کتاب واکٹر صاحب کی میز پر رکھی ہوئی تھی وہ کسی کلام سے کمرے کے باہر گئے امام احمد رضا کے کسی مخالف نے پاہ کر لی "واپس آئے تو کتاب میز پر نہ تھی۔۔۔۔۔ یہ بات مرحوم نے خود راقم کو بتائی۔۔۔۔۔ اس قسم کی اوجھی حرکتوں سے حق اور سچائی کو چھپایا نہیں جاسکتا۔۔۔۔۔ اس کی قسمت میں بلند ہونا ہے وہ بلند ہو کر رہتی ہے۔

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ امام احمد رضا کی بات پھیلتی چلی گئی۔۔۔۔۔ ائمہ دین اس سیلاب کے آگے پاڑہ باندھتے رہے۔۔۔۔۔ امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن کنزالایمان "جب لاکھوں کی تعداد میں مشرق و مغرب میں پھیلنے لگا تو بڑی تشویش ہوئی، کوشش کی گئی الزام تراشیوں کا سارا لے کر کم از کم عرب ملکوں میں اس پر پابندی لگوا دی جائے اور بالآخر پابندی لگا دی گئی۔۔۔۔۔ جب کہ ایسے مترجمین کے ترجموں پر پابندی نہ لگی جو قرآن کی ادواؤں کے رازدار نہیں، جو ترجمے کے مزاج سے

واقف میں۔۔۔۔۔ کی بات ہے فقیر جب حج بیت اللہ شریف کی سعادت حاصل کر کے جدۂ امیر پورٹ سے کراچی روانہ ہو رہا تھا تو وہیں حکومت کی طرف سے قیام پاکستانی حاجیوں کو قرآن کریم کا تحفہ دیا گیا، جو احتیاط سے رکھ لیا گیا، بعد میں جو کھول کر دیکھا تو یہ قرآن حرم تھا، مولوی محمود حسن دہلوی کا ترجمہ اور مولوی شبیر احمد عثمانی کے تفسیری حواشی۔۔۔۔۔ جس کے مطلق عالم اسلام کے جاننے پہچانے عالم مولوی ابوالحسن علی ندوی نے یہ تصدیق کی ہے : اردو زبان میں یہ سب سے اچھا ترجمہ و تفسیر ہے اس کی شہادت و اشاعت ملنی چاہئے ۔

یہ قرآن حکیم شہ قد قرآن پر شک کیلئے کہ "عہ منورہ میں چھپا اور وزارت اوقاف سعودی عرب نے اس کو شائع کیا۔۔۔۔۔ اس ترجمے میں محاذ اللہ ثم محاذ اللہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حجاز کا گیارہواں گیارہواں ہے۔۔۔۔۔ اور بھٹکا دکھایا گیا ہے۔۔۔۔۔ اس ایسے ترجمہ کو "اردو زبان کا سب سے اچھا ترجمہ قرار دیا گیا"۔۔۔۔۔ اور وہ ترجمہ جس میں حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال رکھا گیا اور اس پر حرف آنے نہ دیا اس کو اس لائق نہیں سمجھا گیا کہ سعودی عرب میں اس کی اشاعت بھی ہو وہیں چھپنا تو دور کی بات ہے۔

ہیں جس وراثت کا یہ گریست!

پھر یہی نہیں کہ "گنزالایمان" پر پابندی لگوائی گئی بلکہ اس ترجمہ کے خلاف ایک فاضل کو لالچ دے کر کتاب لکھوائی گئی، پھر اس کو شائع کیا گیا، اس کتاب سے اور تو کچھ نہ ہوا مصنف کا نام بدنام ضرور ہوا اور ہاتھ کچھ نہ تپا۔۔۔۔۔ یہ ایک راز ہے جو راز ہی ہے تو بہتر ہے، راقم کا متحد کسی کو بدنام کرنا نہیں بلکہ حقائق سے روشناس ہے۔

[illegible]

یہ بھی نہیں معلوم کہ یہ انہوں نے لکھی ہے یا ان سے منسوب کی گئی ہے کیونکہ منسوب کرنے کے یہ حضرات علوی ہیں، بعض کتابوں اور عبارتوں میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے منسوب کیا گیا، یہ ایک طویل داستان ہے۔ وہ تو عرض یہ کر رہا تھا کہ البریلویہ کے نام سے عربی میں ایک کتاب لکھوائی، جس کو "جموت کا پلندہ" کہا جائے تو بجا ہے اس میں امام احمد رضا کی جی بھر کے کردار کشی کی گئی ہے۔ جس زمانے میں یہ شائع ہوئی اسی زمانے میں راقم سیرت کا نظریں میں شرکت کے لیے اسلام آباد گیا وہاں اسلی ہال میں محترم جنس مفتی سید شہامت علی قادری صاحب سے ملاقات ہو گئی، وہ اپنے ساتھ دولت گدے پر لے گئے وہاں اس کتاب کا ذکر کل آیا۔ مفتی صاحب سے جب یہ کتاب طلب کی تو انہوں نے لا کر دکھائی۔ اس کی مقدمہ فتح علیہ سالم نے لکھی ہے، جس میں انہوں نے البریلویہ کے سارے مندرجات کے تصدیق کی ہے، ان میں بعض آیات پر چٹکا دینے والے تھے، تفصیل آگے آئی ہے۔ کتاب کو ذرا آگے سے دیکھا تو ایک جگہ لکھا تھا کہ امام احمد رضا سخت غصے والے اور زبان دراز تھے اور حوالے میں راقم کی کتاب "فاصل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں" کا نام ہی نہیں بلکہ صلوٰۃ بھی تھا، پڑھ کر حیران رہ گیا۔

چند دلاور است دزدے کہ بکت چراغ وارد

بہر حال گمراہ کن حوالے سے اتنا اندازہ ہو گیا کہ باقی مندرجات کا کیا حال ہو گا؟ ابھی کی بات ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات و افکار کا مستند ترین مجموعہ القبول الجلی فی ذکر آثار الولی (معتمد محمد عاشق چلتی، مطبوعہ دہلی ۱۹۸۸ء) سامنے آیا، معلوم ہوا کہ اس کو برسوں تک اس لیے دیا گیا کہ اس سے امام احمد رضا کے مسلک کی تائید ہوتی تھی اور بعض ایسی کتابوں کی تغلیط ہوتی تھی جو شاہ صاحب کے نام سے گھڑی گئی تھیں۔ مگر جیسا کہ راقم نے پہلے عرض کیا کہ حق تو ظاہر ہو کر ہی رہتا ہے اور باطل کی قسمت میں مٹتا ہے، وہ مٹ کر ہی رہتا ہے، تو یہ کتاب ظاہر ہو گئی، علمی خبیثوں اور الزام تراشیوں کا یہ سلسلہ نہ معلوم کب سے جاری ہے، اس کے مقاصد اہل علم و دانش سے پوشیدہ نہیں

ہیں تو جب البریلویہ پر نظر ڈالی تو امام احمد رضا کے مطلق یہ امکشافات سامنے آئے کہ امام احمد رضا کا رشتہ گھر ایک طرف مرزا قلام احمد قادیانی سے ملتا ہے تو دوسری طرف شیعہ حضرات سے ہو گیا اہلسنت سے ان کا کوئی تعلق ہی نہیں آیا ہے تو برائے نام۔۔۔ راقم کے لیے یہ دریافت بالکل نئی تھی کیونکہ پندرہ سال امام احمد رضا پر سرچ کرنے کے باوجود یہ پہلو سامنے نہ آیا تھا بلکہ راقم کے علم میں تو یہ تھا کہ امام احمد رضا نے قادیانیوں اور شیعوں کے خلاف رسالے لکھے تھے۔۔۔ چنانچہ یہ خیال کرتے ہوئے کہ شاید تقدیم کار شیخ عطیہ سالم نے غلط فہمی کی بنا پر البریلویہ کے گمراہ کن مندرجات کی تصدیق کر دی ہے، دلائل و شواہد کے ساتھ ان کو خط لکھا گیا، مگر انہوں نے راقم کے خط کا جواب نہیں دیا جس سے اندازہ ہوا کہ یا تو اس نام کا کوئی عالم نہیں اور اگر ہے تو وہ اس سازش میں شریک ہے۔۔۔ بہر حال البریلویہ کے الزامات ایسے ہیں کہ نہ اٹھائے جائیں نہ رکھے جائیں۔۔۔ جب البریلویہ کی حقیقت حکومت پاکستان کے علم میں آئی اور اس کے خلاف اہلسنت نے احتجاج کیا تو اس پر پابندی لگا دی گئی۔۔۔ برسوں سے اس پر پابندی لگی ہوئی ہے لیکن اس کے باوجود بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد کے طلبہ کی ذہنی تطہیر کے لیے ان کو البریلویہ دکھائی جاتی ہے، ممکن ہے کہ تقسیم بھی کی جاتی ہو۔۔۔ اس یونیورسٹی میں امام احمد رضا کی بت نہیں سنی جاتی تھی، ۱۹۹۹ء میں طالباً پہلی بار امام احمد رضا انٹرنیشنل کانفرنس (منعقدہ کراچی، لاہور، اسلام آباد) کے مندوبین کو ایک سینیار میں دعوت دی گئی اور انہوں نے مسلک اہلسنت اور امام احمد رضا کے افکار و خیالات پر اکتفا خیال کیا۔۔۔ راقم کے نزدیک اقصائے ہوں یا ان کے افکار اگر علمی حیانت کے ساتھ ان کو زیر بحث لایا جائے تو کوئی حرج نہیں۔۔۔ کدور کشی کو راقم بدترین منہ تصور کرتا ہے۔

ہیں تو ذکر تھا احسان الہی تطہیر کی کتاب البریلویہ کا جس میں امام احمد رضا کی کدور کشی میں کوئی کسر افغانہ رکھی گئی۔۔۔ عربی میں ایک مقولہ ہے سچ خود بلند ہوتا ہے، بلند نہیں کیا جاتا۔۔۔ الحمد للہ اہلسنت حق پر ہیں ان کو جھوٹ اور افترا

پردازیوں کے سارے کی ضرورت تھیں جب کہ جانب دیگر اس کی بہت ہی ضرورت ہے۔۔۔۔۔۔ یہ جموں فیملی کی کردار کشی کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے اور انہوں کی کردار سازی کے لیے بھی۔۔۔۔۔۔ ڈاکٹر محمد رفیع الرحمن (صدر شعبہ سنی دعوت، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) نے مولوی محمد انور شاہ کشمیری پر علی گڑھ سے ڈاکریٹ کیا تھا اور ملائے دیوبند پر ڈاکٹر محمد رفیع الرحمن سے ڈی لٹ اس میں مولوی حسین احمد کا بھی ذکر کیا تھا۔۔۔۔۔۔ کئی برس پہلے موصوف رحمہ (مفتاح) میں غریب خانے پر تحریف لائے، راقم کے کتب خانے میں مولوی حسین احمد دیوبندی کی اشاعتی نقب نظر سے گزری تو حیران رہ گئے اور فرمایا "یہ تو مجھے دکھائی ہی نہیں گئی" اگر مجھے پہلے علم ہوتا کہ اس شخص نے اپنی حضرت کے لیے ایسے نازیبا الفاظ استعمال کیے ہیں تو اپنے مقالے میں ہرگز اس کا ذکر نہ کرتا"۔۔۔۔۔۔ وہ اپنے ساتھ اپنا مقالہ ڈاکریٹ بھی لائے تھے جس میں مولوی محمد انور شاہ کشمیری کی تحریف و توصیف میں بلا دلیل بہت سی باتیں کہی گئی تھیں۔۔۔۔۔۔ راقم نے عرض کیا آپ نے مولوی انور شاہ کشمیری پر مولانا مفتی محمد نور اللہ رحیمی علیہ الرحمۃ کے تعاقبات بھی ملاحظہ فرمائے؟ فرمایا نہیں۔۔۔۔۔۔ پھر راقم کو مقالہ کی مطلوبہ جلد دیتے ہوئے فرمایا "یہ ایک نسخہ میرے پاس تھا، آپ کو دیتا ہوں آپ اس پر بھرپور مقدمہ لکھیں، مخالف و موافق جو کچھ لکھیں آپ کو اجازت ہے، خوب دل کھول کر لکھیں"۔۔۔۔۔۔ سو ابھی تک مقدمہ لکھنے کی توفیق نہ ملی

یہ باتیں تو بہت ہیں کہاں تک بیان کی جائیں، اب راقم پھر البریلویہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔ ۳ جنوری ۱۹۹۹ء کو ادارہ تحقیقات امام احمد رضا اور رضا اکیڈمی لاہور کے تعاون سے لاہور میں اعلیٰ پیمانے پر پہلی مرتبہ بین الاقوامی امام احمد رضا کانفرنس منعقد ہوئی جس کی صدارت وزیراعظم پاکستان جناب محمد نواز شریف کے بھائی اور قومی اسمبلی کے ممبر جناب شہباز شریف نے کی۔ یہ خانہ ان مسلک اہلسنت کا طہانہ ہے اور اپنے مسلک کے ائمہ میں جھجک بھی محسوس نہیں کرتا۔۔۔۔۔۔ اپنے صدارتی خطاب میں موصوف نے یہ فرمایا کہ

”امام احمد رضا کی ذات کو خراجِ حسین پیش

کرنے کا بہترین ذریعہ ان کی ذات پر لکائے گئے

الزامات کا جواب دینا ہے ”البریلویہ“ نامی کتاب جو

علامہ احسان الہی ظہیر کی تالیف ہے اس کا جواب دینا

جاننا چاہئے اور جو شخص بھی یہ کام کرے گا میں اس کو

ایوارڈ دلواؤ گا۔“

اس میں کوئی ایسی بات نہ تھی جس سے کوئی چراغ پا ہو۔۔۔ مگر نہ معلوم
کیوں بعض حضرات کو یہ بات بہت ہی گراں معلوم ہوئی اور انہوں نے بھرپور احتجاج
کیا، شاید اس لیے جو بصورتِ بلا کیا تھا اس پر ہمدردی اُسے تو اچھا ہے، بہرِ مصلحت
شہداء شریف کی آواز پر ایک کہتے ہوئے الہنت کے ممتاز علماء اور عالمِ دین حضرت
علامہ محمد عہد العظیم شرف قادری نقشبندی (شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ روضیہ لاہور) نے
البریلویہ کی الزام تراشیوں اور افتراء پروازوں کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے یہ
کتاب مرتب کی، امید ہے کہ حق پسند محققوں میں یہ کتاب پسند کی جائے گی اور جن
حضرات نے البریلویہ کی روشنی میں امام احمد رضا کا ایچ قائم کیا ہے وہ اصلاح فرمائیں
گے۔ حضرت علامہ موصوفِ الہنت کے جید عالم اور محقق ہیں۔ البریلویہ اس لائق نہ
تھی کہ وہ اس کی طرف توجہ فرماتے لیکن چونکہ اس کتاب نے دانشوروں کو اندرون
ملک و بیرون ملک سخت غلاظتِ فحش میں مبتلا کیا ہے اس لیے اس کا تذکرہ ضروری تھا تا
کہ اصل حقائق سامنے آئیں اور بے بنیاد غلط فہمیاں دور ہوں۔ حضرت علامہ کا
الہنت پر احسان ہے کہ آپ نے مسکِ الہنت کی حفاظت اور امام احمد رضا کے
افکار و خیالات کی حمایت میں بیسیوں کتب و رسائل اور مقالات تحریر فرمائے، مولیٰ
خدا آپ کو قائم و دائم رکھے تاکہ حق کا بھل بھلا ہوتا رہے۔۔۔ زیرِ نظر کتاب خود
ان کی ماہرانہ تحقیق اور علم و فضل پر شاہدِ عاقل ہے۔۔۔ اس کے باوجود کہ البریلویہ
کا اندازِ محاورہ و محاورانہ ہے حضرت علامہ نے بڑے محققانہ انداز سے ہر بات دیکھے
ہیں اور سنجیدگی و وقار کو بہرِ مصلحت قائم رکھا اور دلائل کو قویٰ موادِ ذکر پیش کر کے قاری

کو گمراہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔۔۔۔۔ جو بات کسی وہ دلیل و ثبوت کے ساتھ کہی ہے۔۔۔۔۔ یہی اس کتاب کا امتیاز ہے۔۔۔۔۔ ضرورت ہے کہ اس کتاب کا خلاصہ عربی زبان میں بھی شائع ہو تاکہ جو عرب البریلویہ کے مطالعہ سے امام احمد رضا کی طرف سے بدگمانی میں مبتلا ہو گئے ہیں ان کی بدگمانیاں بھی دور ہوں۔۔۔۔۔ ویسے حضرت علامہ موصوف نے ریاضِ سعودی عرب سے شائع ہونے والی ایک کتاب میں امام احمد رضا کے بارے میں البریلویہ کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کے ازالے کے لیے عربی لٹریچر ارسال فرمایا جس پر ادارہ نے شکریہ ادا کرتے ہوئے آنکھ ضروری ترمیم و اصلاح کا وعدہ کیا اسی طرح بیہوش سے شائع ہونے والی ایک کتاب میں امام احمد رضا کے بارے میں گمراہ کن رمارکس پڑھ کر راقم نے پبلشر کو متوجہ کیا تو انہوں نے بھی آنکھ الیٹین میں ضروری ترمیم کا وعدہ کیا اور گزارشات کو قبول کیا۔۔۔۔۔

البریلویہ میں امام احمد رضا پر جو فرد جرم عائد کی گئی ہے وہ بہت طویل ہے جس کا مختصراً اور قسماً بخش جواب اس کتاب میں موجود ہے۔ یہاں چار پانچ الزامات کا مختصراً ذکر کروں گا جو سفید جھوٹ کے زمرے میں آتے ہیں۔۔۔۔۔ اس سے آپ کو اندازہ ہو گا البریلویہ کے مصنف نے کس دیدہ و دلیری سے جھوٹ بولا ہے۔

چہ دلاور است دزدے کہ بکھت چراغ دارو ؟

(۱) امام احمد رضا پر ایک الزام یہ ہے کہ وہ "بریلوی" فرقے کے بانی ہیں۔۔۔۔۔ اگر تاریخ کی روشنی میں دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ "بریلوی" کوئی فرقہ نہیں بلکہ سوادِ اعظمِ اہلسنت کے مسلکِ قدیم کو عرفِ عام میں "بریلویت" سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ عرف بھی پاک و ہند میں محدود ہے۔ اصل میں امام احمد رضا اور اس مسلکِ قدیم کے مخالفین نے اس کو "بریلویت" کے نام سے یاد کیا ہے اور بقول ابوحنیفی امام خان نوشہروی "یہ نام علماء دیوبند کا دیا ہوا ہے۔۔۔۔۔ پروفیسر ڈاکٹر جمال الدین (جامعہ طبرہ دہلی) نے بھی اپنے ایک تحقیقی مقالے میں یہی تحریر فرمایا ہے کہ یہ نام مخالفین کا دیا ہوا ہے۔۔۔۔۔ حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا خان بریلوی نے پوری قوت کے ساتھ سوادِ اعظمِ اہلسنت کے اس عالمی مسلک کی حفاظت اور مدافعت

فرمانی اور اس کو دشمنوں کے ہاتھوں برباد ہونے نہیں دیا۔ مسلمانوں کی سب سے بڑی حکومت، سلطنت عثمانیہ جو دنیا کے تین اواسطوں پر پھیلی ہوئی، دنیا کی سب سے بڑی حکومت تھی، سولہ اعظم الہست کے اسی مسلک کی علم بردار تھی جس کی تائید و حمایت امام احمد رضا ساری عمر کرتے رہے۔ دشمن اسلام عرصہ دراز سے اس حکومت اور اس کے مسلک کے درپے تھے تاہم کہ انہوں نے اس حکومت کو پارہ پارہ کیا اور اس کے مسلک کو بھی ریزہ ریزہ کرنا چاہا کیونکہ اس میں زندگی و حرارت تھی۔ کرلبیہ یونیورسٹی، امریکہ کی قائدہ خاتون ڈاکٹر اوشا سانیال نے اپنے مقالہ ڈاکٹریٹ میں بھی اس مفروضہ کو غلط قرار دیا ہے کہ "بریلوی" کوئی فرقہ ہے۔ ان کا موقف بھی یہی ہے کہ یہ وہی عالمی مسلک ہے جس کو سولہ اعظم الہست کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ مطالعہ و تحقیق سے پہلے موصوفہ بھی سمجھتی تھیں کہ "بریلوی" کوئی فرقہ ہے جب ان کو بتایا گیا اور انہوں نے خود مطالعہ کیا تو ان پر حقیقت عیاں ہو گئی۔ علامہ شرف صاحب نے اس الزام کا خوب رد فرمایا ہے۔

(۲) امام احمد رضا پر دو سرا الزام یہ تھا کہ ان کے عقائد مشرکانہ تھے اور انہوں نے مشرکانہ اہل و عیال کی تفسیر میں اہم کردار ادا کیا۔ یہ سب کو معلوم ہے اور سب جانتے ہیں کہ امام احمد رضا کے مخالفین بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ وہ عاشق رسول تھے اس میں کسی کو شک نہیں۔ تو جو عاشق رسول ہے نہ مشرک ہو سکتا ہے اور نہ شرک و بدعت کی تعلیم دے سکتا ہے ہاں ایسے کا عاشق یہ کلام ضرور کر سکتا ہے۔ اصل میں اختلاف ہے تو انکار عشق میں۔ ایک عالم نے ان سے عرض کیا کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حد سے بیحدادیتے ہیں تو امام احمد رضا نے بڑی خاموشی سے ان کے سامنے کاندہ و قلم رکھتے ہوئے فرمایا "آپ حد مقرر فرما دیجئے"۔ وہ عالم امام احمد رضا کا منہ کھتے رہ گئے۔ کسی کی مجال کہ حد مقرر کسے؟ جب کہ ان کا مولیٰ خود ان پر رحمت بھیج رہا ہے ہم کو تعریف و تعظیم اور درود و سلام کا حکم دے رہا ہے اور سورۃ توبہ میں محبت و عشق کا عظیم معیار بتا رہا ہے۔ ہاں مولیٰ تعالیٰ کے سوا کوئی حد مقرر نہیں کر سکا مگر وہ

تو بے حد درود و سلام بھیجے کا حکم فرما رہا ہے۔۔۔۔۔ بات یہ ہے کہ جس نے عشق ہی نہ کیا ہو اس کو عشق مجیب ملتا ہے۔۔۔۔۔ عاشق کی ایک ایک بات مجیب ہی لگتی ہے شرک و بدعت ہی لگتی ہے۔۔۔۔۔ یہ اس کی آنکھوں کا قصور ہے، یہ اس کی عقل کا لغو ہے۔۔۔۔۔ ایسے انسان کا دل پھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتا ہے، پھر کبھی ریزہ ریزہ بھی ہو جاتا ہے کبھی اس میں سے جتنے پھوٹ نکلتے ہیں مگر یہ لُس سے کس نہیں ہوتا؟۔۔۔۔۔ ایک صاحب نے سوال کیا لوگ مرنے کیوں ہیں۔۔۔۔۔ اللہ اکبر! ان کی آنکھوں میں آنسو اتنے خشک ہو گئے ہیں کہ ان کو مرنے پر تعجب ہو رہا ہے۔

عاشق نہ شہدی و محنت الفت نہ کشیدی
کس پیش تو غم نامہ ہزاراں چہ کشاید؟

ان کے حضور ادب و تعظیم کی بات الگ رہی، اگر مہلوات پر نظر ڈالیں تو ایک ایک ادا میں ان کے جلوے جھلکتے نظر آئیں گے۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے ان کی نشانیوں کو اپنی نشانیاں بنا دیا۔۔۔۔۔ اللہ اکبر! کیا آپ نے کبھی اس حقیقت پر غور فرمایا؟۔۔۔۔۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نشان قدم کو بیت اللہ میں رکھوایا گیا، یہی نہیں بلکہ یہ حکم دیا گیا کہ جب سات پھیرے مکمل کر لو تو اس کے سامنے دو گانہ ادا کرو اور سرسجود ہو۔۔۔۔۔ بے شک اگر یہ بات قرآن پاک میں نہ ہوتی تو کھلا شرک قرار دی جاتی۔۔۔۔۔ پھر صفا و حودہ پناڑیوں کے درمیان حضرت ہاجرہ علیہا السلام دوڑی تھیں اور چلی تھیں فرمایا صفا و حودہ ہاجرہ علیہا السلام کی نشانی نہیں، یہ تو ہماری نشانیاں ہیں۔ اس کا بھی پکڑ لگایا کرو۔۔۔۔۔ سارا عالم پکڑ لگاتا ہے اور ہر پکڑ میں ایک نھر دیوار کعبہ کو دیکھتا ہے جو ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے تعمیر کی تھی اور تعمیر کرتے کرتے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد آمد کے لیے دعا کی تھی۔۔۔۔۔ یہ سب انہیں کے جلوے ہیں۔۔۔۔۔ یہ سب انہیں کی رونقیں ہیں۔۔۔۔۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کون تھے؟۔۔۔۔۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کون تھے؟۔۔۔۔۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کون تھیں؟۔۔۔۔۔ یہ سب

صارت کا یہ عالم تھا کہ پاک و ہند کے مشہور اہل حدیث عالم علامہ عبدالعزیز عیسیٰ (م - ۱۹۷۸ء) جن کو بقول شاکر النعمان عربی ادب اور لغت پر بے پناہ دسترس حاصل تھی (العارف لاہور شمارہ ۹ ص ۵۳) جو پچاس برس تک المصحح العربی دمشق کے مستقل ممبر اور مقالہ نگار رہے۔۔۔۔۔ اس فاضل جلیل کے اساتذہ میں شیخ محمد طیب کی (پرنسپل مدرسہ عالیہ رامپور) بھی تھے۔ موصوف سے امام احمد رضا کی عربی زبان میں مراسلت ہوئی اور امام احمد رضا نے ان کے خطوط میں جو نحوی اور لغوی غلطیوں کی نشاندہی کی تو وہ نچ ہو کر رہ گئے۔ یہ مراسلت ایک رسالے کی شکل میں رسائل رضویہ، جلد اول مطبوعہ لاہور (مرتبہ علامہ محمد عبدالکحیم اختر شاہجہان پوری) میں موجود ہے جس کو حق کی تلاش ہو مطالعہ کر سکتا ہے۔۔۔۔۔ اردو اور عربی ادب میں بے مثال صارت اور مختلف علوم و فنون پر ان کی دسترس نے ان سے قرآن حکیم کا ایسا ترجمہ کرایا جس کی مثال نہیں۔۔۔۔۔ ابھی کی بات ہے پچوال کے ڈپٹی کنسٹرکٹر لیاقت علی خان نے ایک مقالہ لکھا ہے جس کا عنوان ہے "قرآن / رسائل اور امام احمد رضا بریلوی"۔۔۔۔۔ یہ مقالہ پچوال سے شائع ہوا ہے اس مقالے میں موصوف امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔۔۔۔۔ "جنہوں نے قرآن حکیم کے سائنسی علوم پر کھل کر بحث کی ہے، آپ نے ثابت کر دیا کہ قرآن حکیم میں ہر موضوع موجود ہے" ۸۔

(۴) امام احمد رضا پر چوتھا الزام یہ تھا کہ وہ انگریزوں کے ایجنٹ تھے غالباً یہ الزام تحریک خلافت (۱۹۱۹ء) اور تحریک ترک موالات (۱۹۳۰ء) کی مخالفت کی وجہ سے لگا جو انگریزوں کے خلاف چلائی گئی تھی۔۔۔۔۔ اصل میں یہ تحریکیں ہندوستانی سیاسی لیڈروں سے انگریزوں کی بدعہدی کا رد عمل تھا۔۔۔۔۔ دوسری جنگ عظیم جس میں انگریز، ترکوں کے خلاف لڑ رہے تھے، برطانوی حکومت کو ہندوستانی فوجیوں کی ضرورت پڑی، انہوں نے سیاسی لیڈروں سے وعدہ کیا کہ اگر ہم جیت گئے تو ہندوستانیوں کو محدود قسم کی آزادی دے دیں گے۔۔۔۔۔ چنانچہ مسٹر گاندھی اور مولانا محمد علی نے فوجی بھرتی میں اپنی انتھک کوشش کی اور ہندوؤں اور مسلمانوں کو بھرتی کرایا

ان مسلمان فوجیوں نے جا کر اپنے ترک بھائیوں کا خون بہایا۔۔۔۔۔ جب برطانوی حکومت جنگ جیت گئی تو وعدے سے بھر مکی۔۔۔۔۔ اس لیے اس کو مزہ چکھانے کے لیے تحریک خلافت اور پھر تحریک ترک ممالک چلائی گئی۔۔۔۔۔ کل جو لیڈر ترکوں کے خلاف لڑنے کے لیے فوجی بھرتی کرا رہے تھے آج وہی لیڈر ترکوں کی حفاظت و حمایت کا دم بھر رہے تھے۔۔۔۔۔ سیاست میں حصل کو دخل نہیں۔۔۔۔۔ جذبات بھڑکا کر حصل اندھی کر دی جاتی ہے مگر امام احمد رضا کی حصل بیدار تھی، ان سے سیاسی بازی گروں کا یہ خون آشام کشا دیکھنا نہ گیا اور انہوں نے ان کے رازوں کو طلعت الزہام کرنا شروع کیا۔ اس کی سزا یہ ملی کہ ان پر انگریزوں سے دوستی اور انگریزوں کی حمایت کا الزام لگایا گیا جو قطعی بے بنیاد الزام ہے۔۔۔۔۔ راقم نے اپنے مقالے ”مکہ بے گناہ“ میں تحقیق کی ہے، یہ مقالہ ہزاروں کی تعداد میں پاکستان و ہندوستان سے شائع ہو چکا ہے اور اب ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی نے ۱۹۹۹ء میں اس کا انگریزی ترجمہ بھی شائع کیا ہے۔ گولڈیا یونیورسٹی کی فائنل ڈاکٹر اوٹا سانیال نے بھی اپنے مقالہ ڈاکٹریٹ میں ثابت کیا ہے کہ امام احمد رضا انگریزوں کے مخالف تھے۔۔۔۔۔ ایک نو مسلم انگریز فاضل ڈاکٹر محمد ہارون بھی امام احمد رضا کے سیاسی کردار پر تحقیق کر رہے ہیں، ان کی تحقیق دسمبر ۱۹۹۹ء تک مکمل ہو جانے کی انتظام اللہ۔۔۔۔۔ ہاں یہ عرض کرنا بھول گیا کہ تحقیق کے دوران امام احمد رضا کی تصانیف میں تو انگریزوں کی حمایت و دوستی میں ایک جملہ نہ ملا، لیکن ان کے ہر مخالف کی تصنیف یا مقالات میں کوئی نہ کوئی جملہ ایسا ضرور ملا جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ انگریزوں کے ان سے ظاہری و باطنی مراسم و روابط تھے۔۔۔۔۔ اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ ممکن ہے انگریزوں نے ہی ان لوگوں کو امام احمد رضا کے خلاف حملہ آرائی کے لئے تیار کیا ہو کیونکہ انگریز سمجھتے تھے جب تک سوادِ اعظم اہلسنت زندہ ہیں، ایمان میں گرمی و حرارت موجود رہے گی اور یہی وہ گرمی و حرارت ہے جو سلطنتوں کو بتائی اور بگاڑتی ہے۔۔۔۔۔ اس کا تجربہ سلطنت عثمانیہ کی صورت میں صدیوں تک وہ کرتے رہے۔۔۔۔۔

(۵) امام احمد رضا پر پانچواں الزام یہ تھا کہ امام احمد رضا نے چونکہ مرزا قلام قادر بیگ سے پڑھا تھا، اور مرزا قلام احمد قادیانی کے ایک بھائی کا نام بھی مرزا قلام قادر تھا، ہونہ ہو یہ استو گرای وہی قلام احمد قادیانی کے بھائی تھے۔ بھائی تھے تو حضور قادیانی مذہب رکھتے ہوں گے، جب امام احمد رضا نے ایک قادیانی سے پڑھا تو حضور وہ بھی قادیانی ہوں گے یا کم از کم اس کی طرح گمراہ ہوں گے۔ آپ بچے یہ طور روزگار استدلال ملاحظہ فرمایا، یہ وہ مقام ہے جہاں عقل کو بھی دخل نہیں کیونکہ مستحکم ہے میرا فرمایا ہوا!

علامہ محمد عبدالعظیم شرف قادری نے اس الزام کا بہترین اور قطعی منکر رد فرمایا ہے، لب لباب یہ ہے کہ امام احمد رضا کے استاد مرزا قلام قادر بیگ تو اس وقت تک زندہ تھے جب قلام احمد قادیانی کے بھائی مرزا قادر مرچکے تھے۔ ڈاکٹر اوشا سانیال اور دوسرے محققین نے بھی اپنی تحقیقات میں اس الزام کو بے بنیاد قرار دیا خصوصاً جب کہ مرزا قلام احمد قادیانی کے خلاف امام احمد رضا کی کئی تصانیف موجود ہیں۔ ایسی صورت میں کوئی ہٹ دھرم اور خندی دیے عقل ہی اصرار کر سکتا ہے۔

الغرض البریلویہ میں امام احمد رضا پر بہت سے بے بنیاد الزامات لگائے گئے ہیں جن کا مسکت، معقول اور محققانہ جواب حضرت علامہ شرف صاحب نے دیا۔ جو آپ خود ملاحظہ فرمائیں گے۔

دشمن اپنی دشمنی میں کبھی حد سے گزر جاتا ہے، بعض اوقات یہ دشمنی اس کے مخالف کے لئے رحمت بن جاتی ہے۔ البریلویہ کے مصنف کی دشمنی حد سے گزر گئی لیکن یہ امام احمد رضا کے لئے رحمت ثابت ہوئی۔ البریلویہ کی اشاعت کے بعد یہ احساس قوی سے قوی تر ہوتا چلا گیا کہ امام احمد رضا پر عربی میں کام ہونا چاہئے۔ اس سے قبل جسٹس سید شجاعت علی قادری کی مجدد الامہ شائع ہو چکی تھی، مولانا محمد احمد مصباحی کا ایک مقالہ ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد کے عربی مجلے میں شائع ہو چکا تھا لیکن البریلویہ کی اشاعت کے بعد عربی میں مسلسل کام ہونے لگا۔ امام احمد رضا کا عربی حاشیہ جدا ممتاز علی و دلائل محتلو حیدر آباد دکن سے چھپ کر اربع

الاسلامی 'مہار کپور سے شائع ہوا۔ اس پر مولانا محمد امجد مہسبانی 'مولانا انکار احمد قادری مولانا عبدالمجید نعمانی نے امام احمد رضا کے حالات و افکار اور علامہ ابن عابدین شامی کے حالات پر عربی میں وقیع مقالات کا اضافہ کیا۔ ڈاکٹر عبدالباقی ندوی کی عمرانی میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے پروفیسر محمود حسین بریلوی نے امام احمد رضا کے عربی آثار پر مقالہ قلم بند کر کے ایام - نقل کیا 'جسٹیس یونیورسٹی 'حیدرآباد دکن سے پروفیسر عبدالسیح صاحب نے امام احمد رضا کی عربی شاعری پر ایام - نقل کے لئے مقالہ لکھا۔ مفتی محمد کرم احمد صاحب (شامی امام مسجد فتح پوری 'دہلی) نے بین الاقوامی امام احمد رضا کانفرنس (منعقدہ گراچی ۱۹۹۸ء) میں امام احمد رضا کے عربی تصانیف پر ایک وقیع مقالہ پرچا۔ گراچی یونیورسٹی کے پروفیسر جلال الدین نوری نے امام احمد رضا کے صحابی نظریہ پر ایک مختصر مقالہ لکھا جو طبع ہو کر بغداد کی بین الاقوامی اسلامی کانفرنس کے معدنات میں تسیم کیا گیا موصوف علی نے امام احمد رضا پر عربی میں ایک مجمیع کتاب لکھی ہے۔ افغانستان کی مہدوی حکومت کے چیف جسٹس محمد نصر اللہ خان صاحب نے امام احمد رضا کے حالات و افکار پر کلاسیکل عربی میں ایک شاید ار مقالہ قلم بند کیا۔ راقم نے ایک تحقیقی مقالہ لکھا جس کا عربی ترجمہ مولانا ممتاز احمد سیدی نے کیا۔ یہ مقالہ مجمع المملکی لبحوث الحضرة الاسلامیہ عمان (اردن) سے شائع ہونے والی انسائیکلو پیڈیا کی پہلی جلد میں طبع ہوا ' ایک اور مختصر تحقیقی مقالہ جو پاکستان جہو کونسل 'اسلام آباد کی طرف سے شائع ہونے والی عالمی مسلم مشاہیر کی انسائیکلو پیڈیا کے لئے لکھا تھا۔ مولانا محمد عارف اللہ مہسبانی نے اس کا عربی میں ترجمہ کیا جو ادارہ حقیقات امام احمد رضا 'گراچی اور رضا فاؤنڈیشن 'چاند ٹکامیہ رضویہ لاہور کے تعاون سے ۱۹۹۸ء میں شائع ہوا۔

الفرص کہاں تک ذکر کروں

غینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے

احسان الحق عمیر 'امام احمد رضا کی عداوت میں البریلویہ پیش نہ کرتے تو شاید

عربی زبان میں امام احمد رضا پر اس مرحمت سے کام نہ ہوتا لیکن اس عداوت سے

مصطفیٰ البریلویہ کو کوئی قائمہ نہ ہوا، سارا قائمہ اہلسنت و جماعت کو ہوا۔۔۔۔۔ رسول
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور عاشقان رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں
کتابوں اور زبان و رازوں کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔

امام احمد رضا عاشق رحمۃ اللعالمین محبوب رب العالمین تھے۔۔۔۔۔ ان کا
آغاز و انجام دونوں ایک سے ایک بندہ کر ہوا۔۔۔۔۔ ان کے عشق نبوی (صلی اللہ
علیہ وسلم) کا یہ عالم تھا کہ روئیں روئیں سے یہ صدا بلند ہو رہی تھی۔

کاش ہر مومن من زبان بودے
در شکستہ تو یا رسول اللہ !

۱۹۹۹ء میں عید منورہ حاضر ہوا، مولانا شریف میں کچھ غلام ہاتھ پاتھ ملے امام
احمد رضا کا سلام۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
عرض کر رہے تھے خود راقم نے بھی امام احمد رضا کا درود ۔
کعبہ کے بدرالبعی تم پہ کروٹوں درود

اور سلام

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

پیش کیا۔ کیا عرض کروں کیا لطف و سہد آیا، زبان و قلم دونوں عاجز ہیں عید منورہ
میں محافل نعت میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی، ہر محفل میں امام احمد رضا کا
سلام پڑھا گیا۔۔۔۔۔ اللہ اللہ کیا مقبولیت اور محبوبیت ہے کہ دیار حبیب صلی اللہ علیہ
وسلم کی فضائیں بھی امام احمد رضا کے سلام سے گونج رہی ہیں۔ تاجدارِ دو عالم صلی
اللہ علیہ وسلم کے حضور بھی پڑھنے والے یہ سلام پڑھ رہے ہیں، آنسو بہا رہے ہیں،
دل بچھا رہے ہیں۔۔۔۔۔ اللہ اللہ وہ تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں
کتنے مقبول ہیں!۔۔۔۔۔ کوئی ان سے محبت کر کے تو دیکھے وہ اپنے عاشقوں سے کتنا
پیار کرتے ہیں، وہ اپنے جاں نثاروں کو کتنا چاہتے ہیں۔۔۔۔۔ وہ جب دینے پر آتے

ہیں دیتے ہی چلے جاتے ہیں۔

میرے کہم سے گر قہر کسی نے مانگا

دیرا بنا دیئے ہیں درجے بنا دیئے ہیں

اے کاش! ہم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا سیکھ جائیں

_____ اے کاش! ہم عاشقانِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عشق و محبت کا سلیقہ

سیکھ جائیں _____ اے کاش! ہم عقل کی بھول، صلیوں سے باہر لگنا سیکھ جائیں

_____ اے کاش! ہم دل کی گمراہیوں میں گم ہونا سیکھ جائیں _____ اے کاش!

ہم خود کو کھوٹا اور ان کو پانا سیکھ جائیں _____

آئی جو ان کی یاد تو آتی چلی مٹی

ہر نقشِ ماسوا کو مٹاتی چلی مٹی

احقر محمد مسعود احمد حقانی

پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج اینڈ پوسٹ

گریمپوٹ ملڈیز سنٹر - سکس (منڈہ) پاکستان

۳ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ

۲۳ اکتوبر ۱۹۹۹ء

حواشی

- ۱۔ مزید تفصیلات کے لئے راقم کا مقالہ "امام احمد رضا اور عالمی جامعات" مطالعہ فرمائیں جو پاکستان سے رضا انٹرنیشنل اکیڈمی (صافق آباد) اور ہندوستان سے افکار حق اکیڈمی (پوربہ - بہار) نے باہر تیب ۱۹۹۰ء - ۱۹۹۱ء میں شائع کر دیا ہے (مسعود)
- ۲۔ قرآن کریم (حرم محمود حسن دہلوی) مطبوعہ مدینہ منورہ ۱۳۸۹ھ - ۱۳۸۸ھ ص
- ۳۔ ایضاً سورۃ فتح آیت نمبر ۴ ص ۱۸
- ۴۔ ایضاً سورۃ مئی آیت نمبر ۷ ص ۷۳
- ۵۔ تفصیلات کے لئے مطالعہ فرمائیں :-
حضرت شاہ ابوالحسن زید قادری و حکیم سید محمود احمد برکاتی :
القول الجلی کی بازیافت، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۹ء
- ۶۔ ماہنامہ ضیائے حرم (لاہور) اکتوبر ۱۹۹۹ء
سر دلبران از صاحبزادہ محمد امین الحسنات صاحب ص ۳
- ۷۔ تفصیلات کے لئے مطالعہ فرمائیں :-
محمد مسعود احمد: فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں لاہور ۱۹۷۳ء
محمد مسعود احمد: امام احمد رضا اور عالم اسلام کراچی ۱۹۸۲ء
- ۸۔ ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی قرآن، سائنس اور امام احمد رضا بریلوی
(پکوال) ۱۹۹۸ء ص ۸۷
- ۹۔ محمد مسعود احمد: الشیخ احمد رضا خان البریلوی (کراچی) ۱۹۹۹ء

بابِ اقل

امام احمد رضا بریلوی کے خلاف احسان الہی ظہیر
کی افتر پردازیوں کا تحقیقی جائزہ

بہارِ اسلامیہ

حرفِ آغاز

متحدہ پاک و ہند میں ہمیشہ اہل سنت و جماعت کی غالب اکثریت رہی ہے۔ سرزمین ہند میں بڑے بڑے نامور اور بالکمال علماء و مشائخ پیدا ہوئے، جنہوں نے دین اسلام کی ذریعہ خدمات انجام دیں اور ان کے دینی اور ملی کارنامے آپ ذیل سے لکھنے کے قابل ہیں۔

تیرھویں صدی ہجری کے آخر میں افریقہ ہند پر ایک ایسی شخصیت اپنی تمام تر مہم ساریوں کے ساتھ نظر آتی ہے جس کی ہمہ گیر اسلامی خدمات، اسے تمام مسلمانوں میں امتیازی حیثیت عطا کرتی ہیں۔ شخص واحد جو عظمتِ الہیہ، ناموسِ رسالت، مقامِ رسالت و اہل بیت اور حرمتِ ولایت کا پھرہ درجہ ہوا نظر آتا ہے۔ عرب و عجم کے درباب علم جسے فراہم عقیدت پیش کرتے ہیں۔ — ہماری مراد ہے امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز جنہوں نے مسلک اہل سنت اور مذہب حنفی کے خلاف اٹھنے والے نئے نئے فتنوں کا کامیابی سے مقابلہ کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے برسرِ صراطِ پر سرخرو ہوئے۔

اہل سنت و جماعت کے عقائد ہوں یا معمولات جس موضوع پر بھی انہوں نے قلم اٹھایا، اسے کتب و سنت، ائمہ دین اور فقہاء اسلام کے ارشادات کی روشنی میں پایہ ثبوت تک پہنچایا۔ آپ کی سیکڑوں تصانیف میں سے کسی کو ہٹا کر دیکھ لیجئے ہر کتاب میں آپ کو یہ اندازِ بیان مل جائے گا۔

بریلوی نیافرقت؟

امام احمد رضا بریلوی کے افکار و نظریات کی بے پناہ مقبولیت سے متاثر ہو کر بعض نے ان کے ہم مسلک ملامد و مشائخ کو بریلوی کا نام دے دیا۔ مقصد یہ ظاہر کرنا تھا کہ دوسرے فرقوں کی طرح یہ بھی ایک نیافرقت ہے جو سرزمین ہند میں پیدا ہوا ہے۔

ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی اہل حدیث لکھتے ہیں،

”یہ جماعت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کی مدعی ہے، مگر دیوبندی معتقدین (اور یہ بھی بھائے خود ایک جدید اصطلاح ہے) یعنی تعلیم یافتگان مدرسہ دیوبند اور ان کے اتباع انہیں ”بریلوی“ کہتے ہیں۔“

جبکہ حقیقت حال اس سے مختلف ہے۔ بریلی کے رہنے والے یا اس سلسلے کے شاگردی یا بنیت کا تعلق رکھنے والے اپنے آپ کو بریلوی کہیں تو یہ ایسا ہی ہوگا، جیسے کوئی اپنے آپ کو قادری، چشتی، یا نقشبندی اور سہروردی کہلائے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ خیر آبادی، دایونی، رامپوری سلسلہ کا بھی وہی عقیدہ ہے جو ملامد بریلی کا ہے، کیا ان سب حضرات کو بھی بریلوی کہا جائے گا؟ ظاہر ہے کہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے، اگرچہ مخالفین ان تمام حضرات کو بھی بریلوی ہی کہیں گے۔ اسی طرح اسلام کے طریقے پر چلنے والے قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی اور رفاہی مخالفین کی نگاہ میں بریلوی ہی ہیں۔

مبلغ اسلام حضرت علامہ سید محمد مدنیؒ نے لکھا ہے کہ چھوٹی فرماتے ہیں،

”خود فرمائیے کہ فاضل بریلوی کسی نئے مذہب کے بانی نہ تھے ازاول تا آخر معتقد رہے۔ ان کی ہر تحریر کتاب و سنت اور اجماع و قیاس کی صیح

لے ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی؛ تراجم ملاتے حدیث ہند (نکاحی انڈی لاہور) ص ۲۶۶

ترجمان رہی۔ نیز سلف صالحین و ائمہ و مجتہدین کے ارشادات اور مسکب
اسلاف کو واضح طور پر پیش کرتی رہی، وہ تنگی کے کسی گوشے میں ایک پہل
کے لیے بھی سبیل مؤمنین صالحین سے نہیں ہٹے۔

اب اگر ایسے کے ارشادات عقائد اور تفسیحات و تشریحات پر اعتماد
کرنے والوں، انہیں سلف صالحین کی روش کے مطابق یقین کرنے والوں
کو بریلوی کہہ دیا گیا تو کیا بریلویت و سنتیت کو بالکل مترادف المعنی نہیں قرار
دیا گیا، اور بریلویت کے وجود کا آقاؐ فاضل بریلوی کے دہود سے پہلے ہی
تسلیم نہیں کر لیا گیا؟

خود مخالفین جن اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں:

”جماعت اپنی پیدائش اور نام کے لحاظ سے نئی ہے، لیکن افکار اور عقائد
کے اعتبار سے قدیم ہے۔“

اب اس کے سوا اور کیا کہا جائے کہ بریلویت کا نام لے کر مخالفت کرنے والے دہل
ان ہی عقائد و افکار کو نشانہ بنا رہے ہیں جو زمانہ قدیم سے اہل سنت و جماعت کے چلے
آ رہے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ان میں اتنی اختلافی جرات نہیں ہے کہ کھلے بند دل
اہل سنت کے عقائد کو مشرکانہ اور غیر اسلامی قرار دے سکیں۔ باب عقائد میں آپ نے
کہے کہ جن عقائد کو بریلوی عقائد کہہ کر مشرکانہ قرار دیا گیا ہے، وہ قرآن و حدیث اور معتدین
ملائے اہل سنت سے ثابت اور منقول ہیں۔ کوئی ایک ایسا عقیدہ بھی تو نہیں پیش کیا
جاسکا جو بریلویوں کی ایجاد ہو، اور معتدین ائمہ اہل سنت سے ثابت نہ ہو۔

امام اہل سنت شاہ احمد رضا بریلوی کے القاب میں سے ایک لقب ہی علامہ اہل سنت

سید محمد رفیع شاہ الاسلام، تقدیم و دعا میں بریلوی اہل سنت کا لامتناہی شکر و تحسین ہے۔

تھا۔ اہل سنت و جماعت کی نمائندہ جماعت آل انڈیا سنی کانفرنس کا ارگن بننے کے لیے سنی برتاؤ شرط تھا، اس کے فارم پر سنی کی یہ تعریف درج تھی:

”سنی وہ ہے جو مانا علیہ واصحابی کا مصداق ہو سکتا ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ائمہ دین، خلفاء اسلام، اور مسلم مشائخ طریقت اور متاخرین علماء دین سے شیخ عبدالحق صاحب محدث و ملوی، حضرت ملک العلماء بھرا العلوم صاحب فرنگی علی، حضرت مولانا فضل حق صاحب غیر آبادی، حضرت مولانا فضل رسول صاحب بدایونی، حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب راہپوری، اعلیٰ حضرت مولانا مفتی احمد رضا خاں رحمہم اللہ تعالیٰ کے مسلک پر ہیں۔“

خود مخالفین بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ یہ لوگ قدیم طریقوں پر کاربند رہے۔ مشہور مورخ سلیمان ندوی جن کا میلان طبع اہل حدیث کی طرف تھا، لکھتے ہیں:

”تیسرا فرقہ تھا جو شدت کے ساتھ اپنی روش پر قائم رہا اور اپنے آپ کا

اہل سنت کہتا رہا۔ اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایلی کے

علماء تھے۔“

شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں:

”انہوں (امام احمد رضا بریلوی) نے نہایت شدت سے قدیم حنفی

طریقوں کی حمایت کی۔“

اہل حدیث کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

”امرتسر میں مسلم آبادی، غیر مسلم آبادی (ہندو سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے“

اے محمد علی الدین قادری، مولانا، خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس (مکتبہ ضریہ لاہور) ص ۶۷-۶۸

اے سلیمان ندوی، حیات خلیل ص ۴۶ (بحوالہ تقریب تذکرہ اکابر اہل سنت ص ۴۲)

اے محمد اکرام شیخ، مہر کوثر، طبع ہفتم ۱۹۶۶ء ص ۷۰ (بحوالہ سابقہ)

اسی خیال قبل پہلے سب مسلمان اسی خیال کے تھے، اچھی کو ربوبی معنی خیال
کیا جاتا ہے؟

یہ امر بھی سامنے رہے کہ غیر معتقدین براہ راست قرآن و حدیث سے استفادہ کے
قابل ہیں اور آخر مجتہدین کو استنادی درجہ دینے کے قابل نہیں ہیں۔ دیوبندی مکتب فکر
رکھنے والے اپنے آپ کو معنی کہتے ہیں، تاہم وہ بھی ہندوستان کی کسی مسلم شخصیت یہاں تک
کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو دیوبندیت کی ابتدا کرنے
کے لیے حیدر نہیں ہیں۔

علامہ ابو شاہ کشمیری کے صاحبزادے مولانا علوم دیوبند کے استاذ التفسیر مولیٰ
انظر شاہ کشمیری لکھتے ہیں،

”میرے نزدیک دیوبندیت خالص دینی فکر سی نہیں اور نہ کسی خانوادہ
کی لگی بندھی فکر و متاع ہے، میرا یقین ہے کہ اگر دیوبند میں کی ابتداء
میرے خیال میں سیدنا امام مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور فقیہ کبر حضرت
مولانا رشید احمد گنگوہی سے ہے۔ دیوبندیت کی ابتدا حضرت
شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے کرنے کے بجائے مذکورہ بالا دو عظیم انسانوں سے
کرنا ہوتا۔“

پھر شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے دیوبند کا تعلق قائم نہ کرنے کا ان الفاظ میں انکسار
کرتے ہیں،

”اول تو اس وجہ سے کہ شیخ مرحوم کب ہماری سند ہی نہیں پہنچے۔ نیز حضرت
شیخ عبدالحق کا فکر کلیہ دیوبندیت سے بڑھ بھی نہیں کھاتا۔ مناسب ہے

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری فرماتے تھے کہ شامی اور شیخ عبدالحق پچھن مسائل میں بدعت و سنت کا فرق واضح نہیں ہو سکا۔ بس اسی اجمال میں ہزار تفصیلات ہیں، جنہیں شیخ کی تالیفات کا مطالعہ کرنے والے خوب سمجھیں گے۔ ۱۔

امام احمد رضا اور عالمی جامعات

امام احمد رضا بریلوی کے وصال کے بعد نصف صدی تک الہیہ پر کوئی قابل ذکر کام نہیں ہوا، لیکن گزشتہ چند سال سے مرکزی مجلس رضا لاہور اور الجمع الاسلامیہ مبارک پورا نڈیا نے جدوجہد کے تقاضوں کے مطابق جو کام کیا ہے، عالمی سطح پر اس کے خوش گواہ اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ پٹنہ یونیورسٹی (بھارت) میں صلی ہی میں فاضل بریلوی کی قیادت پر مولانا حسن رضا خاں نے کام کیا ہے جس پر انہیں ڈاکٹریٹ کی ڈگری مل گئی ہے۔ جبل پور یونیورسٹی (بھارت) سندھ یونیورسٹی (پاکستان) اور علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی (پاکستان) میں بھی کام ہو رہا ہے۔

۱۹۷۵ء میں جامعہ ازہر مصر کے پروفیسر محی الدین الواقی (اہل حدیث) نے فاضل بریلوی پر عربی میں ایک مقالہ لکھا جو صوت الشرق قاہرہ میں شائع ہوا، کیلی فورنیا یونیورسٹی، امریکہ کے شعبہ تاریخ کی فاضلہ ڈاکٹر باربرا مٹکان نے فاضل بریلوی پر اپنے انگریزی مقالہ میں اظہار خیال کیا ہے، مگر انہوں نے گہرا مطالعہ نہیں کیا۔ بالینڈ کی لیٹن یونیورسٹی شعبہ اسلامیات کے پروفیسر جے ایم ایس بلیان بھی اس طرف متوجہ ہوئے ہیں اور دیگر قدامی کے ساتھ فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ ۲۔

البرطیویۃ

امام احمد ضابطہ طبری کی روفا فزوں مقبولیت نے مخالفین کو تشویش اور اضطراب میں مبتلا کر دیا ہے جس کے نتیجے میں بعض لوگ محض عناد کی بنا پر انصاف و بیانات کے تمام اصولوں کو پس پشت ڈال کر الزام کی حد سے گزر کر اتہام تک جا پہنچے ہیں۔ اسی ہی کوشش بقلم خود علامہ احسان الہی طہیر نے کی ہے اور عربی زبان میں البرطیویۃ نامی کتاب لکھ کر سعودی ریال کھرے کئے ہیں۔ خدا جانے حلالہ نجد کی اسٹیکوں پر کونسا پردہ پڑا ہوا ہے کہ وہ براس کتاب کے حل و جان اپنے خریدار نہیں جس میں علامۃ المسلمین کو مشرک اور بدعتی قرار دیا گیا ہو۔

اس کتاب کی چند نمایاں خصوصیات یہ ہیں:

۱۔ پہلے باب میں کوئی بات بھی اس کے صیح میں منظر میں بیان نہیں کی گئی۔ ہر جگہ درست اقتضوں نے غریب صورت کو بد صورت بنا کر پیش کیا ہے۔ ایک فاضل شخص اس کتاب پر تصدیق کرتے ہوئے کہا:

”یہ کتاب تنقید کی بجائے تنقیص کی حد میں داخل ہو گئی ہے۔“

حافظ عبدالرحمن مدنی اہل حدیث لکھتے ہیں:

”یہ شکایت اس رطوبت کی کتابوں میں آمد اور عربی اقتباسات کا مطالعہ کرنے والے عام حضرات کو بھی ہے کہ آمد و بارت کچھ یورپائی عربی میں بھی گڑ طور پر شائع کر دی جاتی ہے۔“

۲۔ دوسرے اور تیسرے باب میں عربی عقائد و معاملات محکمہ غیر افغانیہ، یورپین

کی طرف منسوب کیے ہیں، جن کے قائل اور عامل متفقین اہل سنت و جماعت رہے اور

نجدی و بانی علماء ان کی مخالفت کرتے رہے ہیں، بلکہ ایسے عقائد کا بھی قہر اڑایا ہے جو خود ان کے اپنے اکابر مثلاً ملازمہ ابن قیم، شوکانی، نواب صدیقی حسن خاں، نواب وحید الزماں قاکل ہیں، جیسا کہ آئندہ ابواب میں بیان کیا جائے گا۔

۳۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کی عربی زبان پر جا بجا چوٹیں کی ہیں، جبکہ اپنی حالت یہ ہے کہ ان کی عربی تحریر سمجھنے کی لیاقت بھی نہیں ہے اور اپنی عربی زبان کا عالم یہ ہے کہ محبت زدہ ہے۔

حافظ عبد الرحمن مدنی اہل حدیث لکھتے ہیں،

”یہاں تک اس کی عربی دانائی کا تعلق ہے، اس کا بھی صرف دعویٰ ہی ہے ورنہ اس کی مطبوعہ کتابوں کا شبہ یہی کوئی صنفِ گرامر یا زبان کی غلطیوں کے پاک ہوگا، چنانچہ عربی دال حضرات اپنی مجلسوں میں احسان الہی کی عربی کتب کے سلسلہ میں ایسی باتوں کا ذکر کرتے ہیں جو چند مثالیں ملاحظہ ہوں جو چند صفحات کے سرسری مطالعہ سے سامنے آتی ہیں: گہری غلطی سے پھٹی کر کا مطالعہ کیا جائے، تو طویل فہرست تیار کی جاسکتی ہے۔ البریلویہ کے ص ۲۲ پر ایک درود شریف نقل کیا ہے جس میں امام احمد رضا بریلوی نے صنعتِ ایہام میں مشائخ سلسلہ قادریہ کے اسماء ذکر کیے ہیں۔ ظہیر صاحب اس عبارت کا مطلب ہی نہیں سمجھے جیسا کہ آئندہ صفحات میں وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

ایک جگہ لکھتے ہیں،

فانهم اعطوا للعصاة البغاة زسید الجنة

یہ احساس ہی نہ ہوا کہ زسید لفظ عربی نہیں، فارسی ہے۔

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں،

اب عبد الرحمن مدنی، حافظہ، ہفت روزہ اہل حدیث لاہور، ۳ اگست ۱۹۸۱ء، ص ۶

بل اصدروا فرماناً

انہیں کہ سمجھائے کہ فرمان لفظ عربی نہیں ہے فارسی ہے۔ ذیل میں افلاطون کی تحریر

فہرست ملاحظہ ہو:

صفحہ	صفحہ	غلط	صحیح
۱۵	۱۲	ان اخلص السبعین قلوبہ	قتلاہ
"	۱۴	افصلت السبریلویۃ	عن البریلویۃ
۱۸	۱۰	مع الثابت	مع ان الثابت
۲۰	۱۱	عبد الحق خیر آبادی	الخیر آبادی
"	۱۴	من ابنہ الی المحسنین	من ابن ابنہ
۲۱	۱۵	لعلک راجحۃ بین السنۃ	بین اہل السنۃ
۲۱	۲۰	یروجھا بین السنۃ	بین اہل السنۃ
۲۲	۱۲	کتب فیہا لآل البیت	لاہل البیت
۲۳	۴	کفر السنۃ	اہل السنۃ
۲۵	۳	حلی	حلیاً
"	۲۱	ولا فلسا	فلسا
۲۴	۱۲	ای یصفہ بہا	ان یصفہ بہا
۲۸	۱۴	ان القوم	الی ان القوم
"	۲۱	المواضع	المواضع
۲۹	۱۲	ہذا الکتاب	تلك الکتاب
"	"	الی البریلویۃ	الی البریلوی

صفحہ	سطر	فلا	صفحہ
٣٣	١٧	الحجر الصغير	القطع الصغير
"	١٨	يشتمل على ٢٩٤ صفحة	٢٩٤ صفحة
٣٤	١٧	اصدروا فرمانا	حكما (فرمان لفظي)
٣٩	١٢	نظرة تقدير واحترام	نظرة تعظيم واحترام
٤٠	١	اعتزلت البريلوي	اعتزل البريلوي
"	١٥	غضبوا	غضبوا
"	١٨	استرقاق	استرقاق
"	٢٢	في صالح المستعمرين	في مصلحة المستعمرين
٤١	٢٠	استخلاص	استخلاص
٤٢	٢	والا المقصود الاصلی	والا المقصود الاصلی
"	٢١	مناصرة للاستعمار	للاستعمار
٤٣	١٠	الاستعمار	الاستعمار
٥٢	١٧	ستمبر	سبتمبر
٥٣	١٢	من ابن البريلوي احمد رضا	حامد رضا
٥٥	١٨	بعد ما كنت مرفوضة	كانت
٦٤	٤	فلي نصف القرابة	القرابة
"	٨	ومن جاء	الى من جاء
"	١٤	كبيب النمل	كدبيب النمل
"	٤	فيكتب	فيكتب
٤٦	٦	الذي بينهما	التي بينهما

صفحہ	سطر	فلا	صحیح
۱۱۰	۲۱	ولم یبقی	ولم یبق
۱۱۱	۸	ولکن تعی	ولکن تعی
۱۱۷	۳	وذا المختار	وذا المختار
۱۱۷	۴	وذا المختار	وذا المختار
۱۳۵	۸	رسید الحجۃ	رسید الحجۃ
۱۳۸	۱۹	آن یسوس	آن یسوس
۲۰۵	۳	ترک التکایا	ترک التکایا

۴۔ برطانیہ کی آرمی دنیا بھر کے مائتہ اسی ملین اور اسی ملین جماعت کو مشرک قرار دیا گیا ہے۔ تصریح ملاحظہ ہو،

- ابتداء میں اگلاں تھا کہ یہ فرقہ پاک و ہند سے باہر موجود نہیں ہوگا، مگر یہ گمان زیادہ دیر قائم نہیں رہا۔ میں نے یہی عقائد مشرق کے آخری حصے سے مغرب کے آخری حصے تک اور افریقہ سے ایشیا تک اسلامی ممالک میں دیکھے (محقق)۔

اب ذرا دنیا بھر کے مسلمانوں کے خلاف ہتھار کے چند نمونے بھی دیکھتے ہیں:

- سال کے مخصوص دنوں میں ان لوگوں کی قبروں پر راس نہ ہونا، جنہیں وہ اولیاء و صالحین گمان کرتے ہیں، حرموں کا قاتم کرنا، عید میلادہ غیور مسلمات، جو ہنقدوں، مجوسیوں اور ہتھ پرستوں سے مسلمانوں سے جدا ہے، ان کے درجہ و ثناء
- ان کے عقائد کا اسلام سے دور و نزدیک کا کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ یہ عید وہی عقائد ہیں جو جزیرہ عرب کے مشرک اور بت پرست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی بعثت سے پہلے رکھتے تھے، بلکہ دور جاہلیت کے لوگ بھی مشرک میں اس قدر غرق نہ تھے، جس قدر یہ ہیں؟ لے

● نبیوں کے امتیازی عقائد وہ ہیں جو دین کے نام پر بت پرستی جیسا کہ یہود و عیسائیوں کی طرف منتقل ہوئے ہیں؟ لے

● کفار مکہ و جزیرہ عرب کے مشرکین اور دور جاہلیت کے بت پرست بھی ان سے زیادہ فاسد اور رذیٰ عقیدہ والے نہیں تھے؟ لے

یہ وہ کیفیت باطن ہے جو کتب کے کثرت صفحات پر بکھرا ہوا ہے۔ اگر یہی وہابیت ہے اور یقیناً یہی ہے، تو علم حق نے وہابیوں کے خلاف جو فتوے دیئے تھے بالکل صحیح دیئے تھے۔ جو فرقہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو مشرک اور جہنمی قرار دے، وہ خود ان ضلعتوں کا مستحق ہے۔

قد هدت البغضاء من افواههم وما تخطى صدورهم اکبر
 طرفہ یہ کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دیتے دیتے خود اپنے مشرک ہونے کا فیصلہ بھی دے گئے ہیں۔ اتحاد کی دعوت دینے والوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں
 میں جانتا ہوں کہ وحدت و اتحاد اور اسلامی فرقوں کو قریب کرنے کے احق اور
 بیوقوف حامیوں کی پیشانیوں پر کل پڑ جائیں گے لیکن میں کئی دفعہ یہ کہہ چکا ہوں
 کہ عقائد و افکار کے اتحاد و اتفاق کے بغیر اتحاد و اتفاق نہیں ہو سکتا کیونکہ اتحاد
 کا مطلب یہ ہے کہ بنیادی اصول میں اتفاق ہو (ترجمہ تلخیص)

۹	ص	البریل	لے فیرا
۵۵	ص	"	لے ایضاً
۶۵	ص	"	لے ایضاً
۱۱	ص	"	لے ایضاً

دوسری طرف اہل سنت و جماعت (بریلوی) کی نمائندہ سیاسی جماعت جمعیت علماء پاکستان کے ساتھ نظیر صاحب کی جماعت کا اتحاد ہو چکا ہے جو سرجماعتی اتحاد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور وہ خود تصریح کر رہے ہیں کہ بنیادی امور میں اتحاد کے بغیر اتحاد نہیں ہو سکتا تو عرب کا مشرکوں کے ساتھ بنیادی امور میں اتحاد ہو گا تو وہ مشرک نہیں ہو گا تو کیا ہو گا؟

۵۔ خاص طور پر امام احمد رضا بریلوی کے بارے میں تو وہ غلط بیانی کی گئی ہے کہ حجت ہوئی ہے۔
 "شیدہ خاندان سے تعلق رکھتے ہیں" انہوں نے منیت کا نقاب اوڑھ لیا
 تحفہ مرزا غلام احمد دہلوی کے بھائی کے شاگرد تھے یہ اگھر نے رسالوں
 میں تفریق کے لیے ایک تو قادیانی کو مقرر کیا اور دوسرا بریلوی کو وغیرہ وغیرہ
 غرض یہ کہ:

شرم نبی، خوف خدا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

۶۔ غلط بیانی ان کا شیوہ ہے اور اس پر انہیں فخر ہے۔ ایک مثال دیجئے تکبیر تحریمہ کے علاوہ نماز میں ہاتھ اٹھانے اور نہ اٹھانے کے بارے میں مختلف احادیث و اذہن شافعیہ نے امام شافعی کی پیروی میں احادیث کی پہلی قسم پر عمل کیا اور اذان نے امام ابو حنیفہ کی پیروی میں احادیث کی دوسری قسم پر عمل کیا۔ کوئی فرق بھی دوسرے فرق کو شرک یا کفریت رسول کا الزام نہیں دے سکتا، کیونکہ ہر فرق کا عمل احادیث مبارکہ پر ہے۔
 شاہ اسماعیل دہلوی اہل علم میں کی تقلید پر دگرتے ہوئے تنویر العین میں لکھتے ہیں:

لے عبدالرحمن مدنی، حافظ، ہفت روزہ اہل حدیث لاہور، سہرگشت ۱۹۸۴ء، ص ۷

۲۱ ص	البریلویہ	لے نظیر
۲۲ ص	"	لے ایضاً
۱۹ ص	"	لے ایضاً
۲۸ ص	"	لے ایضاً

”شخص معین کی تقلید سے چٹے رہنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ جبکہ امام کے قول کے خلاف مریخ دلائل کرنے والی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول اس حدیث موجود ہوں۔ اگر امام کے قول کو ترک دیکھو تو اس میں شرک کا شائبہ ہو گا۔“

اس پر امام احمد رضا بریلوی نے رد کرتے ہوئے فرمایا کہ امام ربانی مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سب امام حسین (امام اعظم بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مقلد تھے، اور شاہ اسماعیل دہلوی کے مسلم پیشوا اب وہی ہو گئے ہیں (۱) یا تو یہ تمام بزرگ، امام معین کی تقلید کے سبب مشرک ہوں (معاذ اللہ) اور جب امام و مقتدا مشرک ہو تو مقتدی اور مداح بطریق اولیٰ مشرک ہو گا۔ (۲) یہ بزرگ، مقلد ہوتے ہوئے بھی مؤمن مسلمان تھے اور انھیں دہلوی البتہ گمراہ، بددین، مسلمانوں کو کافر کہنے والا تھا۔

بہر صورت اس کا اپنا حکم ظاہر ہو گیا (مختصاً)۔

یہ ہیبت ہی معقول گرفت تھی، جسے تعبیر نے من مانی کرتے ہوئے من گھڑت انداز میں پیش کیا ہے، اس نے لکھا ہے:

”یعنی دہلوی اس لیے کافر ہے کہ اس کے نزدیک تقلید شخصی جائز نہیں ہے جبکہ امام کے قول کے خلاف پر دلائل کرنے والی اس حدیث کی طرف رجوع کیا جاسکے اور اس کے نزدیک کسی بھی شخص کے قول کے مقابل سنت کا ترک کرنا جائز نہیں ہے تو یہ بریلوی کی نظر میں کفر ہے اور اگر یہ کفر ہے تو ہم نہیں جانتے کہ اسلام کیا ہے؟“

سُبْحٰنَكَ هٰذَا ابْهَتَانِ عَظِيْمٌ

امام احمد رضا بریلوی نے قطعاً یہ نہیں فرمایا جو ان کے ختم لگایا جا رہا ہے۔ انہوں نے تو یہ فرمایا ہے کہ ائمہ کرام کے متقلدین سادات المسلمین کو مشرک کہنے والا خود بھی مشرک یا گمراہ ہونے سے بچ نہیں سکتا، کیونکہ اس کا فتویٰ اگر صحیح ہے تو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اور دیگر مسلم حضرات کا مشرک ہونا لازم آئے گا اور جب امام مشرک ہو تو مقتدی اور مداح بھی اسی خانے میں جاسے گا، اور اگر فتویٰ غلط ہے تو خود اس کا گمراہ ہونا ثابت ہو گیا۔

پھر یہ امر بھی قابلِ توجہ ہے کہ ائمہ دین مجتہدین نے جو احکام بیان کیے ہیں وہ ان کے خود ساختہ نہیں ہیں، بلکہ انہوں نے کتب و سنت میں بیانیہ کیے گئے ہیں یا قیاس صحیح کے ساتھ کتب و سنت سے مستنبط ہیں، لہذا غیر متقلدین کا یہ کہنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے کہ ہم کتب و سنت کی پیروی کرتے ہیں اور متقلدین ائمہ کی پیروی کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ متقلدین کتب و سنت کے ان احکام پر عمل پیرا ہیں جو ائمہ مجتہدین نے بیان کیے ہیں اور غیر متقلدین براہِ راست استنباط احکام کے مدعی ہیں۔ گویا یہ لوگ اپنے فہم پر اعتماد کرتے ہیں اور مجتہدین کے فہم پر اعتماد نہیں کرتے جن پر مسلمانوں کی غالب اکثریت نے اعتماد کیا ہے اور جن کے علم و فضل اور تقویٰ و پرہیزگاری کی قسم کھاتی جا سکتی ہے۔

۷۔ اہل سنت پر برطیت کی آغوشیں روکنے کے لیے ان امور پر بھی طعن کیا ہے جو مراۃ کتبِ معاشرت یا کتبِ سلف میں وارد ہیں۔

● ایک جگہ بطورِ اعتراض لکھا ہے،

”ایک برٹری کہتا ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں، پتے پھرتے ہیں

اور نداد پڑھتے ہیں۔“ لے

ملا کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے فرمایا،

ان الله حوّم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء
 فغضب الله حتى يرزق دواء ابن ماجه له
 اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے اجسام کا کھانا حرام فرمایا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ
 کا نبی زندہ ہے، اسے طرزِ قیام دیا جاتا ہے۔ اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے در کتاب
 الجنائز کے آخر میں روایت کیا۔
 اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم نے فرمایا:

مردت علی موسیٰ لیلۃ: اموی بی عند الکشیب الاحمر و هو
 قائم یصلی فی قبرہ
 شبِ معراج کشیبِ احمر (سُرخ ٹیپے) کے پاس میں موسیٰ علیہ السلام کے
 پاس سے گزرا نہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔
 • ایک دوسرا بریلوی کہتا ہے:

”جب واقعہ حنفہ میں لوگ مدینہ سے تین دن کے لیے چلے گئے اور مسجد نبوی
 میں کوئی بھی داخل نہ ہوا تو پانچوں وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سے اذان
 سُنی جاتی تھی۔“

جبکہ امام ابو محمد عبد الرحمن دارمی راوی ہیں کہ سعید بن عبد العزیز فرماتے ہیں کہ واقعہ حنفہ
 کے دنوں میں میں دن نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد میں نہ تو اذان کہی گئی اور نہ تکبیر
 حضرت سعید بن مسیب (جو ائمہ تابعین میں سے ہیں) مسجد میں ہی رہے۔

۱۔ دل الدین الشیخ خطیب، مشکوٰۃ شریف (فرد محمد کراچی) ص ۱۳۱

۲۔ مسلم بن الحجاج القشیری، امام، مسلم شریف (رشیدیہ ممبئی) ص ۱۴۵

۳۔ عمیر، البریلوی ص ۸۱

وكان لا يعرف وقت القتل الا بهمة يسمعها
من قبر النبي صلى الله عليه وسلم .

• انہیں نماز کا وقت صرف اُس وحی آواز سے معلوم ہوتا تھا جو انہیں نبی اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روحانی مبارک سے سنائی دیتی تھی۔
• ایک اور بریلوی کہتا ہے

• جب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ مجروح شریف کے سامنے رکھا گیا
تو صحابہ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور لوگوں نے سنا کہ حبیب کو حبیب
کے پاس لے آؤ۔

• علاوہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس کرامت کا تذکرہ امام محمد زین رازی
نے ان الفاظ میں کیا ہے :

فاما ابوبکر فمن كراماته انه لما حملت جنازة قتلى
باب قبر النبي صلى الله عليه وسلم وفودى السلام عليك
يا رسول الله هذا ابوبكر بالباب قد افتتح واذا بها تفت
يمتف من القبر

ادخلوا الحبیب الى الحبیب

• حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک کرامت یہ ہے کہ جب آپ کا
جنازہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روح مبارک کے دروازہ پر حاضر کیا گیا اور
عرص کیا گیا السلام علیک یا رسول اللہ ایہ ابو بکر دروازے پر حاضر ہیں تو دروازہ
کھل گیا اور قبر اللہ سے یہ آواز آئی کہ حبیب کو حبیب کے پاس لے آؤ۔

تسبیح کوئی شخص یہ پوچھ سکتا ہے کہ یہ کیسے اہل حدیث ہیں اور کیسے سلفی ہیں محمد شویل
اور ارشادات سلف کو ہی نہیں مانتے۔

۸۔ اہل سنت کو بدنام کرنے کے لیے بے دریغ غلط باتیں ان کی طرف منسوب
کر دی ہیں، مثلاً:

● ”برطانیوں نے اللہ تعالیٰ کو محفل اور اختیار، قدرت اور اقتدار سے محفل
قرار دے رکھا ہے اور ان کے گمان میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اس کا ملک
اور اختیارات انبیاء و اولیاء کی طرف منتقل ہو چکے ہیں (مخلصاً)
یہ افتراء محض ہے یہ عقیدہ رکھنا کفر ہے۔ یہ بیان اس مفروضہ باطلہ پر مبنی ہے کہ اللہ تعالیٰ
کسی مخلوق کو قدرت و اختیار دے دے تو معاذ اللہ انہ اس کے پاس قدرت رہتی ہے
نہ اختیار۔

● ”رسول اللہ پر ایک لمحہ کے لیے بھی موت طاری نہیں ہوتی۔ نہ
یہ بھی افتراء ہے، خود اسی سنہ پر اہل سنت کا یہ عقیدہ نقل کیا ہے،
ان حياة الانبياء حياة حقيقية حسية دنيوية يطرأ
عليهم الموت لثانيتها من الشوائب ليعقد وعد الله
انبياءه في حیات حقیقی جسی، دنیاوی ہے، ان پر ایک لمحہ کے لیے موت
طاری ہوتی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہو جائے۔“

● ”برطانیوں نے انبیاء اور رسول کی بشریت کا انکار کیا ہے۔“

۵۰	البرطیجہ	لہ نگہبر
۵۰	”	لہ ایضاً
۵۰	”	لہ ایضاً
۱۰۰	”	لہ ایضاً

یہ بھی غلط محض ہے، امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

”جو مطلقاً حضور سے شریعت کی نفی کرے، وہ کافر ہے۔“ لے

یہ چند مثالیں ہیں، اور اس قسم کی غلط بیانیوں اس کتاب میں کثرت سے ہیں۔

۹۔ مصنف کا دعویٰ یہ ہے،

”ہم نے بریلویوں کا جو عقیدہ بھی ذکر کیا ہے، وہ ان کی مستبر اور معتد کتابوں سے صحت اور جلد کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔“ لے

اور حال یہ ہے کہ تہذیب اہل سنت، فترۃ الزوال، بارخ فرووس، اور تاریخ اعلیٰ حضرت وغیرہ قسم کی کتابوں کے صاحبزادوں نے دیکھے گئے ہیں، یہ کہاں کی مستبر اور معتد کتابیں ہیں؟

۱۰۔ پانچویں باب میں مختلف حکایتیں بیان کر کے یہ تاقریرینے کی ناکام کوشش کی ہے کہ اہل سنت کے عقائد کا مار و مدار ان حکایات پر ہے، حالانکہ معمولی سوجھ بوجھ کہنے والا بھی ہانتا ہے کہ حکایات کسی عقیدے کی حکاسی تو کر سکتی ہیں مگر عقائد کے لیے بنیاد نہیں بن سکتیں۔

البتہ کوئی صاحب کرامات کا تذکرہ پڑھنا چاہے تو وہ عبدالحیہ غلام سہروردی کی تالیف کرامات اہل حدیث کا مطالعہ کرے۔ اسلامی کتب خانہ، سیالکوٹ سے اس کا عکس چپ چکا ہے یا پھر سوانح حیات مولانا غلام رسول قلعہ میہاں سنگھ، گوجرانوالہ کا مطالعہ کرے جو ان کے صاحبزادے عبدالقادر نے لکھی ہے اور وہ حال ہی میں دوبارہ شائع ہوئی ہے۔ یاد رہے کہ یہ مولانا غلام رسول اہل حدیث کے شیخ الملک میاں نذیر حسین دہلوی کے شاگرد تھے۔ لے

فائدہ نظر دہما کپور، انڈیا ج ۲۶ ص ۶۷

لے احمد رضا بریلوی، ۱۸۱۱ء

ص ۱۱۲

البریلوی

لے ظہیر

سوانح حیات مولانا غلام رسول قلعہ میہاں سنگھ، گوجرانوالہ، ص ۲۹

لے عبدالقادر

ایک کرامت سُن لیجئے، قلعہ مہمال سنگھ کا ایک چوکیدار گلاب نامی موضع جلالوالہ میں چوکیدار مقرر ہوا اور وہاں کی ایک بیوہ وصوبین پر فریضہ ہو گیا۔ مہالوالہ کے لوگوں کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے چوکیدار کو نکال دیا۔ وہ روزانہ مولوی صاحب کے پاس جاتا اور کہتا کہ حضرت میں مرجھا ہوا کوئی تدبیر کریں۔ ایک دن مولوی صاحب نے اپنے خادم ثناء کشمیری کو کہا کہ اس سے قسم لے لو کہ نکاح کے بغیر اسے نہیں چھوئے گا۔ اُس نے قسم اٹھالی۔ مولوی صاحب نے کہا کہ مشاء کے بعد اپنے گھر کی چھت پر کھڑے ہو کر مہالوالہ کی طرف منہ کر کے تیس دفعہ کہنا آجا۔ آجا۔ آجا۔ پھر مجھے بتانا۔ باقی حصہ عبدالقادر صاحب کے الفاظ میں سنئے۔

”تیسرے روز عصر کے قریب عورت مذکورہ گلاب کے گھر آگئی اور کہنے لگی کہ پرسوں مشاء سے لے کر اب تک میرے تن بدن میں آگ لگی ہوئی تھی تمہارے گھر میں داخل ہوتے ہی آرام ہو گیا۔ گلاب اس عورت کو پکڑ کر اندر لے گیا اور متواتر تین روز اندر ہی رہا۔

تیسرے روز قیلولہ کے وقت مولوی صاحب نے ثناء کشمیری کو بلا کر فرمایا کہ جاؤ اور اس موذی کو پکڑ لاؤ، وہ اس وقت زنا کر رہا ہے۔ بٹھا گیا اور گلاب کو فوراً پکڑ لایا۔ مولوی صاحب نے کہا جا میری آنکھوں کے سامنے سے دوڑ ہو جا۔ وہ لوٹ کر گھر گیا، وہ عورت جیسے آئی تھی ویسے ہی خفا ہو کر چلی گئی۔

دیکھا آپ نے قدرت و اختیار کا مظاہرہ کہ وہ عورت کس طرح کھینچی ہوئی چلی آئی اور یہ علم غیب کہ گلاب اس وقت فعل بد میں مصروف ہے۔ شاید اس کرامت پر اس لیے اعتراض نہ ہو کہ یہ ایک اہل حدیث مولوی کی کرامت ہے لیکن کوئی شخص یہ بھی تو بچہ چھڑکتا ہے کہ اتنی قدرت اور اتنا علم غیب رکھنے کے باوجود گلاب کو اتنی چھٹی کیوں دے رکھی کہ وہ اس حدت کے ساتھ تین دن تک اندر ہی رہا اور اپنی حسرتیں نکالتا رہا کیونکہ یہ کہنے کی تو گنجائش نہیں ہے کہ یہ فعل بد تیسرے دن ہی ہوا ہو گا۔

کچھ اس تالیف کے بارے میں

پیش نظر کتاب کے پہلے باب میں آپ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کے حالات زندگی، مذہبی اور سیاسی خدمات کا مطالعہ کریں گے۔ نیز اہل علم و نظر دانشوروں کے تاثرات ملاحظہ فرمائیں گے جو انہوں نے امام اہل سنت احمد رضا خاں بریلوی کے بارے میں بیان کیے۔ اس کے علاوہ البریلویہ، دھماکہ، بریلوی مذہب وغیرہ قسم کی کتابوں میں جو اتہامات اور مطامع امام احمد رضا خاں بریلوی پر قائم کئے گئے ہیں، ان کا ٹھنڈے دل سے جائزہ لیا گیا ہے۔ اُمید ہے کہ تعصب کا چشمہ لگائے بغیر حقائق کا مطالعہ کرنے سے دلچسپی رکھنے والے حضرات اس میں تسکین کا بہت کچھ سامان پائیں گے اور جو تاریخ کو عقیدے کی نظر سے دیکھنے کے عادی ہیں، ان کے لیے یہ کوشش بے سود ہوگی۔ اللہ تعالیٰ قادمہ کو کریم ہے چاہے تو انہیں بھی فائدہ عطا فرما دے۔

دوسرے باب مذکورہ علمائے اہل حدیث میں آئینہ حقائق سامنے دکھایا ہے کہ اس طبقہ نے انگریزی حکومت کے ساتھ کس طرح کے روابط عقیدت و محبت قائم کر رکھے تھے اور کن مراحل سے گزر کر ترقی کی منزلیں طے کیں۔ اس باب کے مطالعہ سے آپ کو معلوم ہوگا کہ کونسا طبقہ رکھنے والے کس طرح زندگی گزارتے ہیں اور یہ کہ اگر فقہ برابر انصاف ہوتو یہ الزام زبان پر بھی لائیں کہ انگریز گورنمنٹ کے ساتھ علمائے اہل سنت کا کوئی تعلقی بھی تھا۔

آئندہ ابواب میں اہل سنت و جماعت کے عقائد و معمولات پر گفتگو کی جائے گی انشاء اللہ

ہدیہ سپاس

سلسلہ گفتگو اس وقت تک ادھورا رہے گا، جب تک اس تالیف میں علمی اور اخلاقی املہ کرنے والوں کا شکریہ ادا نہ کروں، خصوصاً اراکین مرکزی مجلس رضا لاہور جن کی مسامحی سے یہ

کتاب زیر طبع سے آراستہ ہو رہی ہے۔

۱۔ حکیم اہل سنت حکیم محمد عیسیٰ امرتسری، لاہور

۲۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید احمد شمش، سندھ

۳۔ مفتی محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی، لاہور

۴۔ استاذ الاساتذہ مولانا عطا محمد گولڑوی، کراچی

۵۔ علامہ غلام رسول سعیدی، لاہور

۶۔ مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی لاہور

ان حضرات کے ذاتی کتاب خانوں
سے راقم نے استفادہ کیا۔

۷۔ پروفیسر محمد اقبال مجتہدی، لاہور

۸۔ محمد عالم مختار حق، لاہور

۹۔ حکیم اسد نفھامی، جہانیاں

۱۰۔ جناب غلیل احمد، جہانیاں

۱۱۔ میان زبیر احمد قادری، لاہور

۱۲۔ مولانا محمد منشا تابش قصوری، مرید کے

۱۳۔ مولانا محمد شفیع رضوی، لاہور

۱۴۔ مولانا اعجاز احمد ہزاروی، لاہور

۱۵۔ مولانا سافقہ عبدالستار قادری، لاہور

۱۶۔ حکیم محمد سلیم چشتی، فیصل آباد

۱۷۔ جناب سید ریاست علی قادری، کراچی

۱۸۔ جناب خواجہ محمود، لاہور

مولائے کریم اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی کے لیے ان حضرات کو کامیابی کے ساتھ کام

کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

محمد عبدالحکیم شرف قادری

مر بیچ اٹنی ۱۴۰۵ھ

محرم جنوری ۱۹۸۵ء

شیخ عطیہ محمد سالم کے نام

مسلمان کا ایک امتیازی وصف یہ ہے کہ اُس کے قول و فعل میں مطابقت پائی جاتی ہے۔ یہی کتاب و سنت کی تعلیم ہے اور یہی عقل سلیم کا تقاضا ہے۔ اس کے برعکس آج کل فیشن بن چکا ہے کہ الفلاح کی دنیا میں اتحاد و یک جہتی کی تلقین کی جاتی ہے اور جیسے ہی کسی مخالف کا ذکر آیا، ہر قسم کی احتیاط بلائے طاق رکھ کر شدید سے شدید تر فتویٰ صادر کر دیا جاتا ہے۔ ایسا فتویٰ اگر تحقیق اور دیانت پر مبنی ہو تو بے شک قابل قبول ہوگا لیکن اگر محض جانبداری، ظن و تخمین اور حسنی سنانی باتوں پر مشتمل ہو تو وہ ہرگز لائق قبول نہ ہوگا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے،

كُفِيَ بِالْعَرَبِ كَذِبًا اِنْ يَحْدُثُ بِكُلِّ مَسْمَعٍ لَّهُ

”آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات بیان کر دے“

شیخ عطیہ محمد سالم نجدی نے البیروتیہ کی تعلیم میں بڑی خوبصورت خواہش کا اظہار کیا ہے

وہ لکھتے ہیں:

وفي هذا الوقت الذي نحن احوج ما نكون الى وحدة

الكلمة وتوحيد الصف لـ

لے مسلم بن الحجاج قشیریؒ، اسم، مسلم شریفؒ (رحمہ اللہ) ج ۱۱ ص ۸

لے غیر، البرطوتیہ (تقدیم) ص ۵

”اس وقت کی شدید ترین ضرورت یہ ہے کہ ہمارے درمیان اتحاد پایا جائے

اور ہماری صغیف وحدت کی لڑی میں پروٹی ہوئی ہوں۔“

اس حسین آرزو کے باوجود چھ مضمون کی تقدیم میں سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کے بارے میں جو تبصرہ کیا ہے، وہ اس آرزو کے یکسر منافی اور قول و فعل کے تضاد کی واضح مثال ہے۔ مصنف کو اعتراف ہے کہ دنیا کے ہر خطے میں پائے جانے والے تمام مسلمانوں کی سہروردی، نقشبندی، چشتی، رقامی، دی حقانہ و تعلیمات رکھتے ہیں، جو بریلویوں کے ہیں اور تقدیم نگار بریلویوں کو کافر و مشرک قائلانیوں کے بھائی، انگریز کے خادم اور نہ جانے کیا کیا کہہ رہے ہیں۔ یہ مقام حیرت ہے کہ وحدت و اتحاد کو ایک ضرورت قرار دینے والا دنیا بھر کے عامۃ المسلمین کو کس بے دردی سے کافر و مشرک قرار دے رہا ہے۔

پھر ستم بالائے ستم یہ کہ ایسا سنگین فیصلہ صادر کرتے وقت کسی تحقیق و جستجو کی ضرورت محسوس نہیں کی، بلکہ ایک مخالف کے بیان پر آنکھیں بند کر کے بے دھرم فیصلہ دے دیا ہے انہیں خود اعتراف ہے :

اگر فاضل مصنف کا اس گروہ کے ساتھ میل جول اور ہمیں ان کی علمی دنیا

پر اعتقاد نہ ہوتا تو ہم تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ ایسا فرقہ موجود ہوگا۔“

علمی دنیا میں ایسی تحقیقات کا کیا مقام و مرتبہ ہوگا کہ ایک شخص اپنے کنوئیں سے باہر جانے کی زحمت بھی گوارا نہ کرے، اور بابِ علم و دانش پر مخفی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا لَهُ

۴ ص	(مقدمہ البریلویہ)	۱۰ نمبر
۲-۳ ص	(تقدیم)	۱۱ نمبر
۱ ص	”	۱۲ نمبر
آیت ۶	الحجرات ۴۹	۱۳ نمبر القرآن

”اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو تم تحقیق کرو۔“
 شیخ علیہ محمد سالم نے چونکہ تحقیق کی رحمت گوارا نہیں کی اور ہو سکتا ہے کہ وہ تحقیق کرنا ہی
 نہ چاہتے ہوں۔ ذیل میں ہم ان کے فاضل مصنف کے بارے میں ایک اہل حدیث فاضل
 کے تاثرات بلا تبصرو پیش کرتے ہیں تاکہ اندازہ ہو جائے کہ شیخ علیہ محمد سالم کی تحریر قطعاً
 غیر تحقیقی ہے۔

ظہیر حافظ عبدالرحمن مدنی کی نظر میں

میاں فضل حق صاحب اہل حدیث پاکستان کے راہنما اور سنجیدہ شخصیت کے مالک ہیں
 بہت روزہ اہل حدیث، لاہور دار کی ادارت میں شائع ہوتا ہے۔ اس پرچے کا شمار سہ ماہی
 ۱۹۸۴ء ہمارے پیش نظر ہے۔ اس میں مندرجہ پانچ سے سات تک حافظ عبدالرحمن مدنی،
 فاضل مدینہ یونیورسٹی کا ایک مضمون ہے، جس کا عنوان ہے:
 ”احسان الہی ظہیر کے لیے صلیح مبالغہ“

ذیل میں اس مضمون کے چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں،
 • حقیقت یہ ہے کہ دنیا اس شخص کی محبت میں نہیں بلکہ اس کے شر سے
 بچنے کے لیے اسے سلام کرنے کی روادار ہے، پتا چننا اس کے سمجھ و سمجھ
 کا یہ عالم ہے کہ بات بات پر لوگوں کو گالیاں دیتا ہے۔

• الحمد للہ مجھے اس شخص کی طرح کسی احساس کمتری کا شکار ہونے کی ضرورت
 نہیں کہ اپنی تعریف میں خود ہی مضمون لکھ کر دوسروں کے نام سے یاد و مژدن
 سے مضامین اور کتابیں لکھوا کر اپنے نام سے شائع کروں، اس سلسلے میں
 میں کسی غیر کی گواہی کا محتاج بھی نہیں بلکہ میرے گواہ میرے اپنے شاگرد ہیں
 جو خود احسان الہی ظہیر کے لیے عربی، اردو میں کتابیں لکھتے ہیں اور پھر اصل الہی
 ظہیر ان کا نام دیتے بغیر اپنے نام سے یہ کتابیں شائع کر کے اپنی مشہرت کا
 دھندلہ راپٹا ہے۔

● کیا دنیا اس پر تعجب نہ کرے گی کہ جو شخص انگریزی زبان نہ بول سکتا ہو، نہ پڑھ اور نہ سمجھ سکتا ہو، اُس کی مستقل کتابیں انگریزی زبان میں اُس کے نام سے شائع ہوں گی۔
● جہاں تک عربی دانی کا تعلق ہے، اس کا بھی صرف دعویٰ ہی ہے، ورنہ اُس کی مطلوبہ کتابوں کا شاید ہی کوئی صفحہ گرامر یا زبان کی غلطیوں سے پاک ہوگا، چنانچہ عربی دان حضرات اپنی مجلسوں میں احسان الہی عظیمہ کی عربی کتب کے سلسلہ میں ایسی باتوں کا اکثر ذکر کرتے ہیں۔

● یہ شکایت اس کی کتابوں میں اردو اور عربی اقتباسات کا مطالعہ کرنے والے عام حضرات کو بھی ہے کہ اردو عبارت کچھ ہوتی ہے اور عربی عبارت کچھ، جو بالکل صحیح عربی میں من گھڑت طور پر شائع کر دی جاتی ہے۔

● مسیحہ چینیانوالی اور احسان الہی طہیر کے سابق اہل محنت، ان دنوں کو نہیں بھولے جب یہ شخص چھوٹے بچوں کو چند ٹکے بلکہ بسا اوقات روپے دے کر یہ کھلایا کرتا تھا کہ مجھے علامہ کہا کرو اور اب بھی اس شخص نے اپنی ذات سے دوستی یا دشمنی کا یہی معیار قرار دے رکھا ہے کہ کون اُن کے نام سے پہلے علامہ لگاتا ہے اور کون نہیں۔

● ان خود ساختہ علامہ صاحب کے کوئی سرپرستوں کو توہم نے مبالغہ کا چیلنج پہلے سے دے رکھا ہے۔ اب ہم ان کے پیش کردہ نہ صرف جملہ نکات پر ان کا مبالغہ کا چیلنج قبول کرتے ہیں بلکہ ان نکات میں ان حضرات کے بیانات نام نہاد کردار کا اضافہ کر کے اس کو بھی شامل مبالغہ کرتے ہیں،

یعنی:
۱۔ کیا فدا الفکار ملی جھٹو کے خلاف قومی اتحاد کی تحریک میں اس شخص نے قومی اتحاد کی جاسوسی کے عوض جھٹو حکومت سے لاکھوں روپے بطور رشوت

یابرائے نام قیمت پر پلاٹ اور کارول کے پرمٹ حاصل نہ کیے تھے؟
(۲) یورپ کے ہائٹ کمبوں میں پاکستان کے یہ ملازم صاحبِ فین لکچر پر مجبہ
ترجمان الحدیث کیا نکل کھلائے رہے ہیں؟

(۳) اس شخص کے وہ راز ہائے درون جو اس کی جوتوں اور غلوٹوں کے امین
ساتھیوں کی شہادتوں سے منظرِ عام پر آنے کا سعادہ حاصل کرتے ہیں، کیا
یہ ان کی صداقت کے خلاف مبالغہ کر سکتا ہے۔

(۴) اچھے گھر میں جوان لوگ رانیوں کے قصوں کے بارے میں مبالغہ کی جرات
پاتا ہے؟

(۵) حکومت عراق سے لاکھوں روپے آپ نے کسی کارِ خیر کے سلسلہ میں
وصول فرمائے تھے؟

(۶) حکومتِ سعودیہ کو روغلائے کے لیے موجودہ حکومتِ پاکستان کی شیعہ حمایت
کے لیے بنیادِ قصوں کے محاسب اور دو فیل حکومتوں کے درمیان جاسوسی کے
متضاد کردار کو بھی شامل مبالغہ فرمایا جیتے۔

(۷) شاہی مسجدِ لاہور کے حالیہ واقعہ یا رسول اللہ کانفرنس کے سلسلہ میں
حکومتِ پاکستان کے خلاف پروپیگنڈہ کے لیے حکومتِ سعودیہ کو رپورٹیں
دینے اور کڑی وفد سے طویل مجلس کو بھی عنوانِ مبالغہ کا شرفِ خلعت کیجئے
۸۔ البریلویہ کے نام سے عرب ممالک میں ایک عربی کتاب کی وسیع پیمانہ
پراشاعت، لیکن انہی دنوں میں پاکستان کے بریلویوں سے اتحاد اچھے
اخبارات نے نہ جماعتی اتحاد کا نام دیا۔

اسی طرح اشیعہ و اہل سنت کے باوجود شیعہ مل کے لیے عرب
ممالک کے درندے کے لیے کوششیں کرنے، نیز حکومت کے ایک اعلیٰ

جہدِ یار کی والدہ کی وفات کی رسمِ نقل میں شرکت، لیکن سیٹھوں پر اس رسم کو بدست قرار دینے کو بھی موضوعِ مباحلہ نہ لایا۔

(۹) ریس کورس کے لیے گھوڑوں پر شرطیں پڑنے اور اس خلافِ اسلام کاڑھاؤ میں شرکت پر بھی مباحلہ کے سلسلہ میں نظرِ کرم ہو جائے۔

(۱۰) کوثری وفد کی اعلیٰ حیثیت اور ان کی طرف سے کروڑوں روپے کے تعاون کے اعلانات کے پس پردہ سالانہ حکومتِ پاکستان کے خلافِ اسلام ضمن سیاسی تنظیموں کی سرپرستی اور ایم۔ آر۔ ڈی کو تقویت بھی مباحلہ میں شرکت کی اجازت چاہتی ہے۔

قارئینِ کرام! مندرجہ بالا الزامات، جناب علامہ (احسان الہی علیہ السلام) صاحب کے خلاف سماجی اور سیاسی حلقوں میں مشہور ہیں۔ ان میں سے بعض رسائل و جرائد میں چھپ بھی چکے ہیں، لیکن حقیقتِ حال کی وضاحت نہ کی گئی اور ایک چھپ میں ہزار بلاتین ٹال دی گئیں۔

علاوہ ازیں ان جملہ خدمات کے ثبوت کے معنی شاذ و نادر حضرت کے منبر پر باتیں بیان کرنے کی خواہش رکھتے تھے، لیکن چونکہ بات مباحلہ تک پہنچی چکی ہے، اس لیے مباحلہ میں مولویت کے بارے میں اس وقت پرورد آدمی کے کردار سے پردہ اٹھادی جانا چاہیے، جس کے باعث جماعتِ مباحلہ پیش کسی بھی شرعی مسئلہ میں اختلاف نہ رکھنے کے باوجود جبری طرح انتشار کا شکار ہو کر رہ گئی ہے۔

● وہ حقیقت مذکورہ بالا الزامات حکومت کے ریکارڈوں میں معنی گواری کی شہادتوں سے ثابت کیے جاسکتے تھے، لیکن احسان ظہیر نے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے گناہوں کو دہرا کر چھپانے کے لیے خود پہلا وار کرنا مناسب

سمجھا اور بوکھلا کر خود ہی مباہلہ کا پہنچ دے دیا، حالانکہ یہ بھی ایک دھوکہ ہے۔

● ہمیں یقین ہے کہ انشاء اللہ اس مباہلہ کے فدیے ہم سرخرو ہوں گے، اور اُس کے بھوٹوں اور بہتانوں، نیز اس کے اپنے گواہ پر ایک عظیم اجتماع گواہ ہو سکے گا۔ یوں معلوم ہوتا ہے یہ شخص جس کی دراز دستیوں اور زبان دہازیوں کی ابتدا اپنے ہی باپ پر زیادتی سے ہوئی تھی اپنے انجام کو جلد پہنچنا چاہتا ہے۔ ۱۰

یہ طویل اقتباسات کسی شتی بریلوی عالم کے نہیں ہیں، بلکہ خود ان کے ہم مسلک صحابی اہل حدیث، حافظ عبدالرحمن منی، فاضل مدینہ یونیورسٹی کے ارشادات ہیں۔ شائستگی اور متانت ہمیں اس قسم کی گفتگو کی اجازت نہیں دیتی، وہ یہ سلسلہ مزید دراز ہو سکتا ہے، اسی لیے قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں گے کہ ہم نے انتہائی تشدد و تیز زبان میں مانڈ کیے گئے الزامات کے جواب میں وہ زبان استعمال نہیں کی، صرف عقائد کے چہرہ سے نقاب اٹھنے پر اکتفا کیا ہے۔ کاش کہ شیخ علی محمد سالم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر تھوڑی سی توجہ مبذول کر دیتے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا
 أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْحَبُوا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ
 اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرو کہ کہیں
 کسی قوم کو بے جا ایقانہ دے بیٹھو، پھر اپنے کئے پر سمجھتا رہ جاؤ۔
 (کنز الایمان)

جہاں مذہبی اختلافات اس حد تک پہنچ جاتیں کہ ایک فریق دوسرے کو کافر و شرک قرار دے رہا ہو، وہاں محض کسی ایک فریق کے بیان پر اعتماد کر کے دوسرے کے حق میں فیصلہ صادر کر دینا کسی طرح بھی معقول نہیں، جب تک خود دوسرے فریق کے اقوال و معتقدات کا جائزہ نہ لے لیا جاتے۔

حضورِ بدر میں مسلمانوں کی شاندار کامیابی کے بعد کعب بن اشرف یحییٰ و تاب کھاتا ہوا مکہ معظمہ پہنچا، ابوسفیانؓ (جو ابھی ایمان نہیں لائے تھے) نے پوچھا، کیسے آئے؟ کعب نے کہا، ہم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے معاہدہ ختم کر کے جنگ کرنا چاہتے ہیں۔ ابوسفیانؓ نے کہنے پر کعب نے بت کو سجدہ کیا، پھر ابوسفیانؓ نے کہا تم کتاب پڑھتے ہو اور ہم اُمّی ہیں، یہ تو جفا کہ ہم میں سے کون ہدایت پر ہے، ہم یا محمد؟ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کعب نے کہا تمہارا دین کیا ہے؟ ابوسفیانؓ نے کہا،

”ہم حجاج کے لیے اونٹ خرچ کرتے ہیں، انہیں پانی پلاتے ہیں، جہاں نوازی کرتے ہیں، قیدیوں کو رہائی دلاتا، بیت اللہ شریف کی تعمیر اور اس کا طواف ہمارا کام ہے اور ہم اہل حرم ہیں۔“

اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اپنا آبائی دین اور حرم بیت اللہ چھوڑ دیا، قطع رحمی کی، ہمارا دین قدیم اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا دین نیا ہے۔ کعب نے آنکھیں بند کر کے ابوسفیانؓ پر اعتماد کرتے ہوئے یہ فیصلہ دیا، انتم والله اھدی سبیلا منا علیہا محمدؐ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی یہ آیت نازل فرمائی:

المر ترالی الذین او توال نصیباً من الکتاب یؤمنون
بالحجبت والطاعوت ویقولون للذین کفروا ھم عولاء

اهدی من الھدین امنوا سبیلا اولئک الذین
 لعنہم اللہ ومن یلعن اللہ فلن تجددلہ نصیرا لہ
 کیا تم نے وہ نہ دیکھے جنہیں کتاب کا ایک حصہ ملا، ایمان لاتے ہیں بُست اور
 شیطان پر اور کافروں کو کہتے ہیں کہ یہ مسلمانوں سے زیادہ راہ پر ہیں یہ ہیں جن
 پر اللہ نے لعنت کی اور جسے خدا لعنت کرے تو ہرگز اس کا کوئی یار نہ پائے گا۔
 کہنا یہ ہے کہ محض مخالف کے بیان پر اعتماد کرتے ہوئے بلا تحقیق فیصلہ صادر کر دینا
 نہ تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول اور پسندیدہ ہے اور نہ ہی اسے اہل علم و دانش قبول
 کر سکتے ہیں۔ ابوسفیان نے جس طرح اپنے دین کی خوبیاں اور دینِ مصطفیٰ کی خلیاں بیان
 کیں، کیا کوئی برہمن اور منصف حج اس بیان پر ایک طرف فیصلہ کر سکتا ہے؟ اگر نہیں تو شیخ
 عطیہ محمد سالم کے لیے یک طرفہ فیصلہ کیا جواز نہ جاتا ہے؟
 شیخ عطیہ محمد سالم نے محض ایک مخالف کے بیانات پر اعتماد کر کے اہل سنت و جماعت
 کے خلاف جو یک طرفہ فیصلہ دیا ہے اور جارحانہ دعوے اختیار کیے ہیں، اس سے ان کے
 غیر علمی اور غیر فتنہ دارانہ اندازِ فکر کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

وہ کہتے ہیں،

”اس کتاب (البرہطویہ) کے مصنف نے فرقہ برہطویہ اور ان کے قریبی فرقوں
 قادیانیہ اور بابیہ کو قوی اسلوبِ ادبی تحقیق کے ساتھ پیش کیا ہے (محرر برہطویہ)
 اس کی تمام تحریرات پختگی، اعتدالی، دلائل اور صداقت سے
 مالا مال ہیں۔“

۱۔ القرآن،	۲۔ التناوۃ	۳۔ الآیۃ	۴۔ ۵۱
۵۔ علیہ محمد سالم،	۶۔ تعظیم البرہطویۃ	۷۔ من	۸۔ ۲
۹۔ ایضاً،	۱۰۔ ”	۱۱۔ من	۱۲۔ ۳

کاش کہ وہ انصاف اور دیانت کے تقاضوں کے مطابق اہل سنت کے لٹریچر کا مطالعہ کرنے کی زحمت اٹھا لیتے، تو ان کا فیصلہ یقیناً مختلف ہوتا۔

دورِ زوال یا دورِ کمال؟

امام احمد رضا بریلوی (۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء - ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کا دورِ سیاسی اعتبار سے پہلے زوال اور پھر عروج کا زمانہ ہے، لیکن علمی، ادبی اور فکری لحاظ سے یہ دور مسلمانانِ ہند کا ترین دور ہے۔ اس عرصے میں جتنی قدر اور شخصیتیں، اُفقِ متحدہ پاک و ہند پر نمودار ہوئیں، بعد کے زمانوں میں ان کی مثال نہیں ملتی۔

حکیم عبداللہ لکھنوی نے نزہۃ الخواطر میں علماءِ ہند کا تذکرہ کیا ہے۔ ساتویں اور آٹھویں جلد میں تیرھویں اور چودھویں صدی کے علماء کا تذکرہ ہے۔ ایک نظر ان جلدوں کے دیکھنے سے ہمارے بیان کی صداقت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔
ابوالحسن علی ندوی، آٹھویں جلد کے مقدمہ میں لکھتے ہیں،

”اس جلد میں سابقہ تمام زمانوں کی نسبت، حالاتِ علماء کی کثرت اور رنگارنگی میں زیادہ وسعت ہے، اس میں بڑے بڑے علماء، تابعہ و غیر تابعہ تفسیرین اچلے مشل، تربیت دینے والے اربابِ قلوب، عظیم معلم، اصحابِ درس و تدریس ہیں، ان میں جدید فکر کے قائمین اور تحریکوں کے راہنما ہیں، ان میں ادباء ہیں، شعراء ہیں اور سیاسی معرکوں میں بے خطر کوجمانے والے لیڈر ہیں۔
شیخ علیہ محمد سالم نے تاریخِ ہند کا مطالعہ نہیں کیا، اس لیے وہ کہتے ہیں،
”یہ دور ہند میں علمی، فکری، حقیقی کہ ادبی ترقی کا دور نہیں ہے۔“

لے ابوالحسن علی ندوی، مقدمہ نزہۃ الخواطر (دورِ محمد گرامی) ج ۸، ص ۸

تحہ مطبوعہ محمد سالم، تقدیم البریلویہ ص ۲

تکلف کی بات یہ ہے کہ مصنف علمی اور فکری لحاظ سے اس دور کو سنہری قرار دے رہا ہے، ان کا بیان ہے:

۱۸۵۷ء کے بعد ۱۸۶۳ء سے ۱۸۶۵ء تک دہائیوں کو سچ و سچ سے اکیٹھرنے کے لیے ان کے علماء، زعماء اور قائدین کو تکتا دانت تک پہنچایا گیا اس دور میں جنہیں قید کیا گیا وہ اہل توحید کے عموماً اور اہل مدریث کے خصوصاً سربراہان و علماء تھے مثلاً شیخ یعقوب تھانی، شیخ عبدالرحیم، عبدالغفار، شیخ المسلمین، شیخ یحییٰ علی صادق پوری اور شیخ احمد علی دہلوی، پھر ان کے بعد اہل مدریث کے قائد، زعماء اور سلف صالح کے متبع، العلماء، رفیع، شیخ علی سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ

جبکہ علمی و فکری لحاظ سے اس دور کو ہاتھ اور ناقابل شکست قرار دے رہے ہیں، ان کا بیان ہے:

استعمار کی ملامت یہ ہے کہ ہر اس تحریک کا گھونٹ دے جس میں زندگی کی رتی موجود ہو، لہذا یہ طائفہ در طائفہ ہر استعمار کے ساتھ جس کی خدمت کے بغیر ہجرت نہیں سکتا تھا۔

یہ تو آپ الگ باب میں ملاحظہ کریں گے کہ اہل مدریث نے انگریزوں اور وہابیوں کی ترقی کیا اور کس قدر خاندانہ روابط استوار رکھے، اس جگہ صرف ایک اقتباس دینا مناسب ہے گا۔ ایک دفعہ کسی مخالف کی شکایت پر میاں نذیر حسین دہلوی گھر پر گئے پھر کچھ وقت کے بعد رہا کر دیتے گئے، ایسا کیوں ہوا؟

”انگریز ان کی سببیت علمی، بلند مقام اور مسلمانانہ میں ان کے افروز و رخ

سے مخالف تھے اس لیے ان کے معاملہ میں پریشان ہو گئے، کہیں مسلمان
میں ہلکے نہ اٹھیں اور قیامت نہ آجائے۔

علیہ محمد سالم کے بیان کی روشنی میں سوچے کہ میان صاحب کو اس قدر عروج
اور قوت و شوکت کیسے حاصل ہو گئی؟ جبکہ استعمار اس تحریک کو کھٹ کے گھاٹ اتار دیتا ہے
جس میں زندگی کی کوئی بھی علامت موجود نہ ہو۔

مرزا غلام قادر بیگ

ہٹلر کے دستِ راست گوئٹلر کا قول ہے کہ مجھ کو اتنا بلو کہ اس پر سچے کا گمان نہ تھے
لگے: امام احمد رضا بریلوی کے چند ابتدائی کتب کے استاد مرزا غلام قادر بیگ رحمہ اللہ
کے بارے میں مخالفین نے اسی مقولے پر عمل کرتے ہوئے زور شور سے یہ پروپیگنڈا کیا کہ وہ
مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی تھے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

مرزا کا بھائی ۱۸۸۳ء میں فوت ہو گیا تھا، جبکہ مرزا غلام قادر بیگ ۱۸۹۷ء میں کلکتہ
میں حیات تھے۔ تفصیل آئندہ صفحات میں ملاحظہ کی جائے۔ دراصل نام کے اشتراک سے
فائدہ اٹھاتے ہوئے انہوں نے ایک صحیح العقیدہ مسلمان کو مرزائی اور کافر بنادیا اور اس سے
ان کے دل پر کوئی طلال نہیں آیا کہ کسی دلیل اور ثبوت کے بغیر ہم نے ایک مسلمان کو کافر کیل قرار
دیا، اور طلال آئے بھی تو کیوں کہ جبکہ یہ لوگ تمام عامۃ المسلمین کو کافر قرار دے کر بھی اپنے
ضمیر پر کوئی بوجہ محسوس نہیں کرتے۔

علیہ محمد سالم بھی اسی پروپیگنڈے کے زیر اثر یہ کہہ گئے:

”بریلویہ کے بانی کا پہلا استاد، مرزا غلام قادر بیگ، مرزا غلام احمد قادیانی

اجہائی تھا، لہذا ایک بار اسکا ہے کہ قلم و یا نیست اور بریلویت و طفل استعداد
کی قدرت میں جہائی جہائی ہیں۔

اگر کسی دعوے کی ثابت کرنا واقعہ کی دلیل ہوتا ہے تو ہم ان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اپنے
دعوے کی مساقہ پر کوئی دلیل پیش کریں۔ ہمیں یقین ہے کہ وہ قیامت تک کوئی دلیل نہ
لا سکیں گے۔

نادراستدلال

عطیہ محمد سالم نے ہمارے کس قابلیت تک ہمارے قاضی بنا دیئے گئے کہ وہ فیصلہ دیتے
وقت محض سنی سنائی باتوں پر اس قدر اعتماد کرتے ہیں کہ عقل و شواہد پر توجہ دینے کی زحمت بھی
گوارا نہیں کرتے اور خود منطقی دلائل کے طور پر پیش کرتے ہیں، انہیں دیکھ کر منطق کا
ابتدائی طالب علم بھی سکر لے بغیر نہ رہ سکے گا۔

ذرا انداز استدلال ملاحظہ ہو، منطق کی صحیح تصور آپ کے سامنے آجائے گی، وہ
لکھتے ہیں:

”بریلویوں نے دیوبندیوں کی تکفیر کی ہے

دیوبندی منفی ہیں

بریلوی بھی منفی ہیں

لہذا بریلوی خود کافر ہوں گے

یہ واضح منطقی قیاس ہے۔

اگر عطیہ محمد سالم نے منطق کی کوئی اجتہادی کتاب بھی پڑھی ہوتی تو وہ کسی اس معاملہ

ص ۴

تقدیم البریلویہ

لے عطیہ محمد سالم

ص ۴

بے ایضاً

کو قیاس منطقی قرار دینے کی جرأت نہ کرتے۔ اس کی منطق کے مطابق کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے
 "عطیہ محمد مسلم اور دیگر نجدی علماء بریلویوں کو کافرو مشرک قرار دیتے ہیں"
 حالانکہ:

بریلوی کلمہ گو ہیں

اور نجدی بھی کلمہ گو ہیں

لہذا نجدی خود کافرو مشرک ہوں گے

اور یہ واضح قیاس منطقی ہے

منطقی اصطلاح کے مطابق یہ قیاس اقترانی حملی شکل ثانی ہے جس میں عدا وسط،
 صغریٰ اور کبریٰ دونوں میں محمول ہوتی ہے، لیکن اس شکل کے نتیجہ دینے کے لیے ضروری ہے
 کہ وہ دونوں مقدمے ایجاب و سلب میں مختلف ہوں، یعنی ایک موجب ہو تو دوسرا سالب ہو۔
 علامہ مرتعزانی فرماتے ہیں:

وفي الثاني اختلافهما في الكيف وكنية الكبرى له

"شکل ثانی میں شرط یہ ہے کہ دونوں مقدمے ایجاب و سلب میں مختلف ہوں"

اور کبریٰ کلیہ ہو۔

شیخ عطیہ کے پیش کردہ دونوں مقدمے موجب ہیں،

دیوبندی منفی ہیں

بریلوی بھی منفی ہیں

اول تو یہ قیاس منطق کے قواعد کی زد سے ہے ہی غلط اور اگر صحیح بھی ہوتا تو اس کا نتیجہ

یہ ہوتا — دیوبندی، بریلوی ہیں

بُھان اٹھا کیا منطق ہے اور کیا شان استدلال؟

یہ تو حقیقی استدلال تھا، نقلی دلیل بھی ملاحظہ ہو۔

”علامہ کا قدیم مقولہ ہے کہ جس نے اپنی جنس کو گالی دی، اس نے اپنے آپ کو گالی دی، تو انہوں نے غیر محسوس طریقے پر اپنے آپ کو کافر قرار دے دیا۔ غلط قطع نظر اس سے کہ حکم شرعی کے بیان کو گالی دینا انہیں کہہ سکتے، یہ کہنا سرے سے غلط ہے کہ دیوبندی بریلوی کی جنس ہے، انہوں نے خود کہا ہے،
دیوبندی مذہب حنفی کی طرف منسوب ہونے میں بریلویوں کے ساتھ شریک ہیں۔“

اس لیے دیوبندی اور بریلوی میں سے کسی کو دوسرے کے لیے جنس نہیں کہہ سکتے۔ ہر ایک الگ الگ نوع ہے اور ضروری نہیں کہ ایک نوع کا حکم دوسری نوع پر بھی لگے۔

قائد اعظم، اقبال اور ضیاء

— تحریک پاکستان کے دور میں سیاسی لیڈر مختلف گروہوں میں مقسم تھے۔ کچھ لوگ انگریز کے حامی اور حامد تھے، کچھ انگریز کے دشمن لیکن ہندو کے دل و جان سے دوست اور اتحادی تھے۔ امام احمد رضا بریلوی اور اُن کے ہم مسلک علامہ کا دینی اور اسلامی نقطہ نظر یہ تھا کہ انگریز اور ہندو دونوں ہی ہمارے دشمن ہیں۔ ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں، یہی وہ دو قومی نظریہ تھا جسے بعد میں علامہ اقبال اور قائد اعظم نے اپنایا اور اسی نظریے کی بنیاد پر پاکستان معرض وجود میں آیا۔

۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس کا بنارس میں تاریخی اجلاس ہوا جس میں اہل حق و باحت (بریلوی) کے تمام علماء اور مشائخ نے شرکت کی اور مطالبہ پاکستان کی بھرپور

حمایت کی۔ اس دور میں مسلم لیگ اور قائد اعظم کے مطالبہ پاکستان کی حمایت جس نواز اور لولہ جڑی انداز میں اہل سنت و جماعت کے شیخ سے کی گئی اور کسی طرف سے نہیں کی گئی۔

عطیہ محمد سالم کی تاریخ سے بے خبری ملاحظہ ہو، وہ کہتے ہیں،

”بریلویوں نے ہائی پاکستان محمد علی جناح اور شاعر اسلامی پاکستانی محمد اقبال بلکہ پاکستان کے موجودہ صدر محمد ضیاء الحق کی تکفیر کی ہے، اس کی دہریہ ہے کہ یہ لوگ بریلویوں کے دوست انگریزی استعمار کے دشمن تھے اور انہوں نے انگریزوں کو نکالنے کے لیے جہاد کیا تھا۔“

حالانکہ تحریک پاکستان کی تاریخ گواہ ہے کہ اگر ملحد اور مشائخ اہل سنت حمایت نہ کرتے تو یہ تحریک کامیابی سے ممکن نہ ہو سکتی تھی یا پھر پاکستان کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا۔ تفصیل آئندہ اوراق میں اسلامی سیاست کے عنوان کے تحت ملاحظہ ہو۔

علامہ اقبال اور قائد اعظم کے خلاف فتویٰ دینے کے سلسلے میں شہناش اہل السنۃ کا حوالہ دیا جاتا ہے یہ حالانکہ یہ مولانا محمد طیب کی انفرادی رائے تھی جسے علماء اہل سنت کی جماعتی طور پر تائید حاصل نہیں ہوئی۔ شخص واحد کی انفرادی رائے کو پوری جماعت پر مشورہ دینا کسی طرح بھی قرین انصاف نہیں ہے۔

احسان الہی ٹھہر لکھتے ہیں،

”ہم یہ عقائد و معتقدات اذان کے ملائک خدا احمد ضابطی، ان کے خواص اور اس گروہ کے خواص و حوام کے نزدیک معتمد حضرات اور ان نمایاں شخصیات سے نقل کریں گے جو ان کے نزدیک بغیر کسی اختلاف کے مسلم ہوں۔“

۵ ص	تقریم البریلوی	نے عطیہ محمد سالم
۲۰۵-۷ ص	البریلوی	نے ٹھہرا
۵۶ ص		نے ٹھہرا

اب ان لوگوں سے کوئی پوچھے کہ تہانہ اہل سنت کے معنی مولانا محمد طیب کہاں کی مسلم نمایاں اور غیر متنازع فیہ شخصیت ہیں؟ خود ظہیر صاحب نے بریلویوں کے جن زعماء کا ذکر کیا ہے ان میں مولانا محمد طیب کا ذکر نہیں ہے۔ یہ کہاں کی دیانت ہے کہ ان کے اقوال تمام اہل سنت کے سرشعوب دیتے جائیں؟

علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

”مولانا طیب صاحب ہمدانی مفتاح تہانہ اہل سنت معلیٰ اقتدار سے کسی گنتی اور شمار میں نہیں ہیں، وہ مولانا شمس علی کے داماد تھے اور ان کا مبلغ علم فقط اتنا تھا کہ وہ شرقیوں کی ایک چھوٹی سی مسجد کے امام تھے اور بس۔ تہانہ اہل سنت میں کچھ انہوں نے لکھا وہ ان کے ذاتی خیالات تھے۔ اہل سنت کے پانچ ہزار علماء و مشائخ نے بیادوں کا لغز میں قرارداد قیام پاکستان منظور کر کے مولانا شمس علی کے سیاسی افکار اور تہانہ اہل سنت کے منہجات کو عملہ رو کر دیا تھا، لہذا سیاسی نظریات میں ایک غیر معروف مسجد کے غیر معروف امام (مولانا طیب)، اور غیر مستند شخص کے سیاسی خیالات کو سواد اعظم اہل سنت پر لگا کر نہیں کیا جاسکتا، اگر شخص ہمارے لیے محبت ہے اور نہ اس کے سیاسی افکار نہ۔“

خوالی زمان علامہ سید احمد سعید کاظمی فرماتے ہیں:

”تہانہ اہل سنت کسی غیر معروف شخص کی تصنیف ہے جو ہمارے نزدیک قطعاً قابل اعتماد نہیں ہے، لہذا اہل سنت کے مسلمات میں اس کتاب کو شامل کرنا قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے اور اس کا کوئی حوالہ ہم پر محبت نہیں

ہے، سالہا سال سے یہ وضاحت اہل سنت کی طرف سے ہر چل رہی ہے کہ ہم اس کے کسی حوالہ کے قیام نہیں دے رہے۔

اس جگہ اس امر کا ذکر بھی بے محل نہ ہوگا کہ تحریک پاکستان کے زمانے میں علماء اہلحدیث اور علماء دیوبند کی اکثریت مخالف تھی البتہ بعض علماء عامی تھے۔ مولوی داؤد غزنوی اہلحدیث اور علامہ شبیر احمد عثمانی دیوبندی آخر میں باکر مسلم لیگ میں شریک ہوئے، جبکہ اہل سنت جماعت دہلوی کے تمام تر علماء پاکستان اور مسلم لیگ کے حامی تھے۔ انکا دکان علماء جیسے مولانا حشمت علیا وغیرہ منور اختلاف رکھتے تھے، لیکن وہ بھی نظریہ پاکستان کے مخالف یا کانگریس کے حامی نہ تھے۔ ان کا اختلاف محض اس بنا پر تھا کہ مسلم لیگ مختلف ہندوؤں کا ملغوبہ ہے، ہم اس کی حمایت نہیں کر سکتے۔ اہل سنت کی نمائندہ عظیم آل انڈیا مسیحی کانفرنس نے کہ مسلم لیگ کی حامی تھی، اس لیے وہ اس تنظیم سے بھی اختلاف رکھتے تھے۔ ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا مسیحی کانفرنس، بنارس کے اجلاس میں پانچ ہزار علماء و مشائخ نے ڈیٹے کی چوٹ پر مطالبہ پاکستان اور مسلم لیگ کی حمایت کر کے ان حضرات کا انفرادی موقف مسترد کر دیا تھا۔ بعد میں مولانا حشمت علیا خاں نے بریلی جاکر مسیحی کانفرنس کی مخالفت سے رجوع کر لیا تھا، جس کا مطلب سوائے اس کے کچھ نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے مسیحی کانفرنس کی مسلم لیگ حمایت کو تسلیم کر لیا تھا۔

حضرت علامہ احمد سعید کاظمی مدظلہ فرماتے ہیں:

”مولانا حشمت علی خاں کے بارے میں مشہور اور ناقابل انکار واقعہ ہے کہ انہوں نے بریلی شریف جاکر مفتی اعظم ہند رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے قیام پاکستان اور مسلم لیگ کی حمایت میں منعقد ہونے والی آل انڈیا مسیحی کانفرنس بنارس کی مخالفت سے توبہ کی تھی۔“

لے علی یادداشت، حضرت خزانہ زمان، ستمبر ۲۹ اکتوبر ۱۹۸۴ء، محفوظہ نزد اقم شریف تادی

لے ایضاً، " " " " " "

مقامہ عثمانی دیوبندی نے حفظ الرحمن سید ماری وحید کو مخاطب کرتے ہوئے کہا،
 ”مذاہم العلوم دیوبند کے طلباء نے جو گندی گالیاں اور فحش اشتہارات ان کارٹون
 ہمارے متعلق چسپاں کیے جن میں ہم کو ابو جہل تک کہ لگایا اور ہمارا جنازہ لگا لگایا
 آپ حضرات نے اس کا بھی کوئی تذکرہ کیا تھا؟“
 اس سے مذازہ لگایا جاسکتا ہے کہ پاکستان کی حمایت کرتے ہوئے دیوبندی فضا میں ان
 کے خلاف کس قدر اشتعال تھا؟

مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی زیر عنوان تحریک پاکستان میں غیر متقدمین کا
 طرز عمل لکھتے ہیں:

”بزرگ صغیر پاک و ہند کے ہر کہ وہ کہ کو معلوم ہے کہ آپ کے اکثر اکابر نے تحریک
 پاکستان کی سرکردہ اجتماعت کی، بلکہ پاکستان دشمن جماعتوں کے سرخیل اور سرگروہ رہے
 ہیں۔ مولانا سید اسماعیل صاحب غزنوی کی ذات مستحشی ہے کہ انہوں نے اصولی
 طور پر پاکستان کی حمایت کی مگر ان کا کردار نمایاں نہیں رہا اور سب سے عظیم رہنما
 حضرت مولانا سید محمد داؤد صاحب غزنوی جو پنجاب میں ہندو مت خلی کا گروں کے
 صدر تھے، کانگریس کے ٹکٹ پر کامیاب ہوئے اور مولانا ابوالکلام آزاد کے
 ساتھ مل کر مسلمانوں پر غرضداریت کو مستط کیا، البتہ عوام اہل حدیث کا دھجیان
 نظر ہے پاکستان کے حق میں تھا اور بالآخر ان کے دباؤ سے مولانا سید محمد داؤد صاحب
 غزنوی سبھی تحریک پاکستان میں شامل ہو گئے۔“

احسان الہی عمر، وکیل اہل حدیث محمد حسین بشاوی کی انگریز فازی سے انکار نہیں کر سکتے
 اس لیے ٹھوڑا صلی کرانے کے لیے اپنے خیال میں آسان راستہ تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱۔ طاہر اصفا کی، مکاتیب القادیان (دارالاشاعت دیوبند) ص ۲۱
 ۲۔ عبد الستار خاں نیازی مولانا، نعرۃ حق (مکتبہ رضویہ، گجرات) ص ۵۵

زید معاملہ محمد حسین بٹالوی کے دو ایڈیٹریسوں کا، تو ہم اس سلسلہ میں متنبی
 قاضیانی کی امت کی طرح کسی قسم کی تاویل و تحریف کے پکڑ میں پڑنے کی بجائے
 اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ اگر کسی فرد یا چند افراد نے ایسا کیا تو غلط کیا، ہم نہیں
 نہ مصوم سمجھتے ہیں نہ صاحب شریعت کہ ان کی ہر بات ہمارے لیے حجت و سند
 قوم میں ایسے لوگ بھی پڑتے ہیں، جن سے غلطیوں اور لغزشوں کا صدور ہوتا ہے
 ان سے مجموعی طور پر قوم کے دامن پر وجہ نہیں لگ سکتا اور نہ ہی ان کی بنا پر
 کسی گروہ کو مطعون کیا جاسکتا ہے۔

یہی فارمولا اہل سنت کی طرف سے پیش کیا جائے، تو قابل قبول کیوں نہیں ہے۔ چند
 افراد کے افکار کی ذمہ داری تمام جماعت پر کس طرح ڈالی جاسکتی ہے ہمارے علم نے بھی
 لگی لپٹی کے بغیر حجاب اہل السنۃ کی ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

پھر امر بھی لائق توجہ ہے کہ جن ایڈیٹریسوں کی ذمہ داری تنہا بٹالوی صاحب پر ڈالی جا رہی
 ہے، ان میں وہ تنہا نہیں ہیں، بلکہ اہل حدیث کے بڑے بڑے (شیخ، اہل قسم کے) علماء بھی شامل
 ہیں۔ چند اسماء ملائے ہوئے۔ لارڈ ڈفرن، گورنر جنرل اور دوسرے ہند کو دیکھ گئے ایڈیٹریس
 (سپاس نامہ) میں شامل چند علماء کے نام یہ ہیں،

مولوی سید محمد نذیر حسین دہلوی، ابوسعید محمد حسین بٹالوی، وکیل اہل حدیث ہند
 مولوی محمد رفیع خاں، رئیس دہاوی، علی گڑھ، مولوی قطب الدین، پیشوائے
 اہل حدیث روپڑ، مولوی محمد سعید بنارس، مولوی الہی بخش پٹیہڑ، لاہور۔
 مولوی سید نظام الدین، پیشوائے اہل حدیث، مدراس وغیرہ۔

اُس وقت کے اہل حدیث کے جتنے بڑے بڑے پیشوا ہیں، وہ سب اس ایڈیٹریس و سپانسر

میں شریک ہیں، مگر یہی قوم کا جرم ایک نسلے چارے بٹالوی کے سر وٹھا جابر ہے اس کے برکھن اہل ملت جہالت کے چند افراد کے افلاک کی ذمہ داری پوری جماعت پر ٹالی جاتی ہے۔ اسے اسی گھٹا کا کیا ملایا!

پھر لفظ کی بات، کہ سرفرست میاں نذیر حسین دہلوی کا نام ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ مکمل ہیں، خود ان کے لفظ،

”قاتل اہل ملت، سخت صالح کے جسمیں کے زہیم، بلند بہادر شیخ اہل ملت، نذیر حسین دہلوی، لہ“

موت بہت جلیل، عالم نبیل، اپنے دھرم طائفہ منصور کے شیخ ربانی اولاد رسول، سید نذیر حسین دہلوی نے پاک و بہادر شہادت کا جھنڈا لگا دیا، بہات اور گراہی کے اندھیروں کو دھکا دیا، اس خطے کو کتاب و سنت کے نور سے منور کیا، ”ہوشا علی اشرار دہلوی کی سند پر مٹا اور اس نے ان کی تعلیمات کی ترویج، تہذیب اور تہذیب کی تہ“

بھائی کے ہاتھ میں سب کا ہاتھ، اہل حدیث کے شیخ اہل کی اس سپاست میں بھاری ہی پوری جماعت اہل حدیث کی ماضی تھی، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ علی گڑھ اور پربھاری لاہور اور داس وغیرہ مقامات کے چھوٹے بھائی اہل حدیث بھی شامل ہوں تو اس سپاست کی ذمہ داری صرف بٹالوی کے سر وٹھا کرنا انصاف کا خون بہا دینے کے مترادف ہوگا پھر محمد حسین بٹالوی بھی اہل حدیث جماعت کا کوئی معمولی فرد نہیں ہے، بلکہ تمام اہل حدیث کا وکیل ہے، اس کی ایک اپیل پر ہزاروں قراردادیں ملک کے طول و عرض سے موصول ہوتی ہیں۔

علامہ اقبال نجدی علماء کی نظر میں

علیہ محمد سالم، علامہ اقبال کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں،
اسلامی پاکستانی شاعر محمد اقبالؒ

البریلویہ کے مصنفین کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں،

”شاعر رسالت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام، ہندو پاک میں مسلمانوں
کا شاعر جس نے اس نقطہ کے لوگوں میں جہاد کی روح پھونکی۔۔۔۔“

ڈاکٹر محمد اقبالؒ

غالباً ان دونوں مصنف اور مقدمہ نگار، کو معلوم نہیں ہے کہ نجدی علماء کی علامہ اقبال
کے بارے میں کیا رائے ہے، روزنامہ نوائے وقت لاہور میں جناب محمد امین کا ریاض سے
صحیباً ہوا مراسلہ چھپا تھا، جس کا عنوان ہے:

سعودی عرب میں اقبالیات کا ابلاغ

ان کا بیان ہے کہ ۱۹ نومبر (۱۹۸۰ء) کو ریاض یونیورسٹی میں اسلامی فکر کی تجدید کے
عنوان سے ایک سیمینار ہوا، جس میں سعودی عرب کے سب سے بڑے مذہبی رہنما شیخ
عبد العزیز بن باز، معروف مصری مفکر محمد قطب (سید قطب شہید کے بھائی) سوڈان
کے ڈاکٹر جعفر شیخ ادیس اور معروف مؤلف اور روشن نظر عالم دین جناب محمد صباح نے
خطاب کیا۔ سیمینار کے آخر میں سوال و جواب کا ایک پروگرام ہوا اور اس نشست کا
آخری سوال اقبال کی کتاب تشکیل جدید الہیات اسلامی کے بارے میں تھا جس کا عربی
ترجمہ تجدید التفكير الذہنی فی الاسلام کے نام سے موجود ہے۔ ڈاکٹر جعفر شیخ ادیس نے

تسلیم کرنے کے بارے میں اس کتاب میں کچھ باتیں قابل اعتراض ہیں۔ معتدل و رفقہ انتقاد
کیہ لیکن استاد صاحب نے اقبال پر شدید تنقید کی اور کہا،

”اس کتاب کی عبارتیں گمراہ کن ہیں، بلکہ اس میں بعض باتیں کفر و کلم لے
جانے والی ہیں۔ یہ انتہائی خطرناک کتاب ہے اور طلباء کو اس سے حذب
رہنا چاہیے۔ انہوں نے اس امر کو افسوس کا اظہار بھی کیا کیسی کت ہیں
بغیر تعلیق اور حواشی کے نہیں چھپنی چاہئیں۔“
مراسلہ نگار لکھتے ہیں،

”سو و اتفاق سے جناب محمد قطب نے بھی استاد صاحب کی تائید کی
اور کہا کہ اس کتاب کا پڑھنا امام طلباء کے لیے خطرے سے خالی نہیں اس
میں بہت سی باتیں خلاف حقیقت ہیں۔ نیز یہ کہ اقبال مغربی فلسفے اور غلام
برمن فلسفے سے متاثر ہے اور تصوف کے بعض غیر اسلامی نظریوں کا قائل ہے۔“

کیا البرطوطی کے معتقد اور تقدیم نگار یہ وضاحت کریں گے کہ شاہ اسلامی مشاعر و صلت محمد
کے بارے میں یہ دعویٰ کیوں اختیار کیا گیا؟ اور شیخ عبدالعزیز اور دیگر مسلمانوں نے یہ سب دعویٰ
کس کو اختلاف کیوں نہ کیا؟ کیا یہ محمدی علماء کا اجماع ہو سکتی نہ ہوگا؟ پھر تصوف کے ان غیر اسلامی
نظریوں کی وضاحت بھی ہونی چاہیے، جن کا اقبال قائل ہے۔

صدر پاکستان

علیہ محمد سالم کہتے ہیں کہ تو لوگ تکفیر میں جلد باز واقع ہوئے ان۔ یہاں تک کہ
پاکستان کے موجودہ صدر محمد ضیاء الحق کو بھی کافر قرار دے چکے ہیں۔

اس کو کھٹے دھوسے کی بنیاد پر قرار دیا گیا ہے کہ جب مسجد نبوی اور مسجد منظمہ کے امام پاکستان آئے، تو صدر ارد گرد بنجاب سوار خاں نے ان کے پیچھے نماز ادا کی، کسی نے سوال کیا کہ ان کا کیا حکم ہے؟ مفتی سید شجاعت علی قادری نے جواب دیا:

”حضرت نورانی فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ ہے کہ جو شخص اپنی

عہدیدوں کو مسلمان جانے یا ان کے پیچھے نماز پڑھے، وہ کافر و مرتد ہے۔“

اس مسئلہ خیز دعویٰ اور اس کی دلیل کا بدواً پین اس سے ظاہر ہے کہ مفتی سید شجاعت علی قادری کو حکومت پاکستان نے وفاقی شرعی عدالت کا جج بنادیا ہے۔ کیا عقل سلیم یہ باور کر سکتی ہے؟ کہ صدر پاکستان محمد ضیاء الحق اس شخص کو وفاقی شرعی عدالت کا جج بنادیں گے جو ان کے کفر کا مفتوی دے چکا ہو؟ گویا تکفیر ایسا کارنامہ ہے جس پر اعزاز و اکرام سے نوازا جاتا ہے۔

مفتی سید شجاعت علی قادری کی وضاحت بھی ملاحظہ ہو:

”میرے نام سے بہت سے ایسے فتاویٰ شائع ہو چکے ہیں جن پر کوئی فی ثبوت

انسان کبھی یقین نہیں کر سکتا ہے اور جن کی تردید میں بارہا کرچکا ہوں، مثلاً یہ کہ میں

نے صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق صاحب وغیرہ کو کافر کہہ دیا ہے۔“

پاکستان کے موجودہ صدر سعودی عرب حکومت اور علماء کے منظور نظر ہیں، سعودی عرب

اور اس کے زیراثر عرب ریاستوں میں امام اہل سنت مولانا محمد صالح احمد رضا خاں بریلوی کے تواتر

قرآن کنز الایمان اور مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کی تفسیر خزان العرفان پر پابندی عائد

کی گئی، تو مولانا اہل سنت کا ایک وفد صدر صاحب سے ملا، صدر نے کہا کہ یہ ان ممالک

کا داخلی معاملہ ہے، میں کس طرح مداخلت کر سکتا ہوں؟ بادشاہی مسجد میں حضور رسالت

کے جواب میں ذلیل جواب دینے والے شخص کے خلاف یہاں رسول اللہ کافر ٹیس

کے مطالبہ پر قائم کروں تو میری کافضلہ آج تک منظر عام پر نہ آسکا اسلام آباد تو پاکستان کا خاص داخلی معاملہ تھا۔

سعودیہ کا مکتبۃ المدینہ لاہور، کراچی، دہلی، کابل، آزاد کشمیر، پاکستان میں مفت تقسیم کر رہا ہے جس میں عامۃ المسلمین کو شریک اور بستر پرست قرار دیا جا رہا ہے یہ تو پاکستان کا داخلی معاملہ ہے لیکن حکومت نے اس کا بھی کوئی نوٹس نہیں لیا۔

چند اقتباسات علامہ ہوں:

● پاکستان میں قبروں پر پھول و نذرینیاں دے سلسلے کی وجہ سے لوگوں کی عقیدۃ اللہ تعالیٰ سے ختم کی جا رہی ہے۔ ایسے ملک کی حکومت کو اسلامی کہنا کسی طرح زیب نہیں دیتا۔

● جو شخص صنوبر علیہ السلام کی قبر کی طرف منہ کرتا ہے، اُس نے آپ کی قبر کو قبلہ و کعبہ بنالیا، یہی شریک اکبر ہے اور یہی ہمیشہ موتوں کی عبادت ہے۔

● باہر سے آنے والے لوگ قبر الغنی کو بت سمجھ کر پوجتے ہیں۔

● تمام عالم اسلام میں شریک کیا جا رہا ہے اور وہ ہے قبروں کی عقیدت۔

● ضحاکہ کرام اور اہل بیت کی قبروں کے سامنے دھانگان اور قارچہ لادھ سے تبرک لینا حرام ہے۔

● مسجد نبوی اور قبر شریف (روضۂ رسول علی صاحبہا العقیلۃ والسلام کے درجہ)

۱۔ محمد صادق عقیل فیصل آباد، مفتاح محمد بن عبداللہ

۲۔ محمد سلطان المعصومی النبی، الشاہدات المعصومیۃ دارالافتاح علیہ السورج، ص ۷

۳۔ الشہداء، تقریرات اتحاد ادارات الفتوح علیہ السورج، ص ۴

۴۔ محمد بن اسماعیل بنی، حج اذہ یارت کے شرعی آداب (مطالعہ انصاری رضی، ص ۴)

۵۔ عبدالعزیز بن عبداللہ، حج اذہ یارت کے شرعی آداب (مطالعہ انصاری رضی، ص ۴)

- ایک یار کھڑی کی جانتے تاکہ مومن کو اطمینان ہوئے۔
- انبیاء اور علماء کو سفارشی ماننا بالکل مشرکوں کا عقیدہ ہے۔
- صالحین کی قبروں سے تبرک حاصل کرنے والے اس زمانے کے مسلمان تو مشرک ہی عرب سے کیس آگئے ہیں۔

عطیہ محمد سالم کہتے ہیں،

”اس وقت جبکہ ہمیں وحدت کلمہ اور اپنی صفوں میں اتحاد کی شدید ضرورت ہے، بریلوی اپنے علاوہ ہر شخص کی تکفیر کرتا ہے۔“

یہ صریح بہتان ہے کہ فاضل بریلوی اپنے علاوہ ہر شخص کی تکفیر کرتے ہیں۔ انہوں نے صرف ایسے لوگوں کی تکفیر کی جنہوں نے خدا و رسول کی بارگاہ میں صریح گستاخی کی یا گستاخی پر آگاہ ہو کر بھی اسے صحیح قرار دیا۔

شیخ عطیہ نے اپنے ہم خیال نندی علماء کے رویے پر غور نہیں کیا جو اپنے علاوہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو مشرک قرار دینے پر تھے ہوتے ہیں۔ چند اقتباسات ابھی ابھی پیش کیے جا چکے ہیں، چند مزید حوالے دیکھ لیجئے:

مترجم قرآن پاک جلد ۱

شیخ عبدالعزیز بن باز ایک مکتوب میں لکھتے ہیں،

۵ ص	تقدیم البریلوی	۱۔ عطیہ محمد سالم
۱۲۵ ص	قبروں پر مسجدیں (ضیاء المستنیر لائل پور)	۲۔ ناصر الدین البانی
۷۵ ص	التوحید (الدار السلفیہ بیروت)	۳۔ احمد بن حنبل (ابن ابی شیبہ)
۱۵۵ ص	ہدایۃ المستفید شرح کتاب التوحید (ترجمہ ضیاء المستنیر لاہور)	۴۔ عبدالرحمن بن حسن

”ہمیں بھی مختلف اداروں کی طرف سے اس مترجم کے نمونے موصول ہوئے ہیں، جن کی تحقیق سے یہ نتیجہ نکلا ہے کہ اس میں تحریفیات اور جھوٹ بھرا پڑا ہے۔ لہذا تمام متعلقہ اداروں کو یہ اطلاع کرفی ہائے کہ جن مساجد میں اس کے نسخے ہیں یا کسی اور جگہ ہوں تو ان کو ضبط کر لیا جائے اور جلا دیا جائے۔“

قصیدہ بُردہ اور دلائل الخیرات جلد دو

محمد ہدی استنبول کی ایک تصنیف کتب کینتھ میں الاسلام وغیر اسلامی کتابیں، المکتب الاسلامی بیروت سے طبع ہوئی ہے اس کا ایک عنوان ہے:
 حَقُّوا هَذِهِ الْكُتُبَ ثُمَّ (ان کتابوں کو جلا دو)
 اس میں غیر اسلامی کتب میں سرفہرست جن کتابوں کو شمار کیا گیا ہے وہ ہیں:
 قصیدہ بُردہ اور دلائل الخیرات وغیرہ

بخاری شریف جلد دو

۱۹۸۲ء میں عالمی سیرت کانفرنس، تہران میں اجماع امت کے مومنین پر اجماع قرار دیا کہ جو کچھ کہا گیا ہے وہ قابلِ نقد ضروری ہے، قابلِ عمل نہیں، اختلاف ختم کرنا ضروری ہے، مگر اختلاف ختم کرنے کے لیے اسباب اختلاف کو مٹانا

۲۵ ص ۲۵۰ (کتبہ رضوی، لاہور) اتحاد بین المسلمین

۴ ص ۴۰۰ (کتبہ استنبول) محمد ہدی استنبول

۲۶ ص ۲۶۰ (کتبہ استنبول) محمد ہدی استنبول

ہوگا۔ فریقین کی جو کتب قابل اعتراض ہیں، ان کی موجودگی اختلاف کی بجائی کو
تیز تر کر رہی ہے، کیوں نہ ہم ان اسیاب ہی کو ختم کر دیں۔

اگر آپ صدقِ دل سے اتحاد چاہتے ہیں، تو ان تمام روایات کو جلا نا ہوگا
جو ایک دوسرے کی دل آزاری کا سبب ہیں، ہنرمند بھاری کو آگ میں ڈالتے
ہیں، آپ اصول کافی کو نذرِ آتش کر دیں۔ آپ اپنی فقہ صاف کریں ہم اپنی
فقہ صاف کر دیں گے۔ ۱۔ ۲۔

اگر خدا خواستہ جلائے اور آگ لگانے کی یہ تحریک چل پڑی اور کھلیا ب ہو گئی تو اس کا نتیجہ
تخریب ہی تخریب ہوگا، تعمیر کی کوئی صورت ممکن نہ ہوگی۔

حکومت پاکستان فتوے کی زد میں

اربابِ اقتدار کو اس خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہیے کہ یہ عجب

اہل سنت و جماعت کا مسئلہ ہے۔ ہمیں اس سے کیا سروکار؟ کیونکہ اس فکر کے ماطین تو
حکومت پاکستان کے بارے میں بھی وہی رائے رکھتے ہیں جو عامۃ المسلمین سے متعلق لکھتے ہیں
فیصل آباد کے محمد صادق عقیل لکھتے ہیں،

”جس ملک میں مزارات کو مذہبی حیثیت دی جاتے اور ان کے تقدس کو
برقرار رکھنے کے لیے کوششیں کی جاتیں، ان پر قہرِ تعمیر کیے جاتیں اور ان
پر سالانہ عرسوں کا انعقاد حکومت کی جانب سے کیا جاتے، ان کی عظمت کو
اُبا گر گیا جاتے، مزارات پر پھولوں کی پادیں چڑھائی جاتیں۔ عرقِ حلاب
اور خوشبودار عطریات سے ان کو غسل دیا جاتے اور نذر و نیاز کے سلسلے کو بچا
بند کرنے کے اس کو بقاء عطا کیا جاتے اور اللہ پاک سے لوگوں کی عقیدت
کو ختم کر کے مزارات کی جانب ان کی عقیدت کو پھیرا جاتے اور اللہ پاک کے

ساتھ بغاوت کا ثبوت پیش کیا جائے تو
ایسے ملک کی حکومت کو اسلامی کہنا کسی طرح زیب نہیں دیتا
یاد رہے کہ یہ کتب سعودی عرب کے خراج پر چھاپ کر پاکستان میں مفت تقسیم کی گئی ہے

یہ سب آل شیخ کا کیا دھڑلہ ہے

سعودی عرب میں ملکی زمام اقتدار آل سعود کو نہ ہی قیادت آل شیخ کے ہاتھ میں ہے
یہ فرقہ وارانہ لشکر اور پروپیگنڈا سب آل شیخ کی کوششوں سے ہے۔ حکومت پاکستان
فرقہ وارانہ انتشار کے حق میں نہیں، تو اسے حکومت سعودیہ سے براہ راست اس مسئلے پر
گفتگو کرنی چاہیے کہ نام نہاد مسلمانوں کی پاکستان تقسیم پر پانڈی ماند کی باتیں اور ملک کے
داخلی امن و امان کو تباہ کرنے کے اسباب مہیا نہ کیے جائیں۔

اس جگہ اس امر کا تذکرہ بھی بے جا نہ ہوگا کہ جب نجدی علماء عامۃ المسلمین کو بلے بیچ
کافرو مشرک قرار دیں گے تو اس کے جواب میں انہیں دوستی اور اخوت و محبت کی ہرگز توقع نہیں
رکھنی چاہیے۔ جہاں جتنا بھی سخت سے سخت لب و لہجہ اختیار کیا جائے وہ جائز اور روا
ہوگا۔ وہ اگر اپنے دلوں میں وسعت پیدا کریں اور تنگ نظری کا راستہ چھوڑ دیں تو عامۃ المسلمین
کو اپنے سے زیادہ وسیع القلب پائیں گے

شُرک کا ہوا شکوے

نجدی اور اہل حدیث علماء کو ہر وقت شرک کی فکر سوار رہتی ہے۔ بات بات پر
دنیا بھر کے مسلمانوں کو بلا فرقہ، مشرک اور شرک اکبر میں مبتلا قرار دے دیتے ہیں حالانکہ
شیخ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کافر مانے ہیں کہ مجھے خوف نہیں کہ تم میرے بعد شرک کر دو گے

(قریب قیامت، حالت اس سے البتہ مختلف ہوگی)

حضرت عقبہ ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہدائے اہل کفر کے لیے دعا فرمائی، اس کے بعد منبر پر تشریف فرما ہوئے، اذن ایسا تھا گویا نندوں اور مردوں کو الوداع فرما رہے ہوں، دعائیہ خطبہ فرمایا،

إِنِّي كُنْتُ أَخْشَى أَنْ تُشْرِكُوا بَعْدِي وَلَكِنِّي أَخْشَى عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا أَنْ تَتَنَا فَسُوا فِيهَا وَتَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ كَمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ

”مجھے اس بات کا خوف نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے، البتہ مجھے خوف ہے کہ تم دنیا میں دلچسپی لو گے اور مرنے مارنے پر نکل جاؤ گے تو تم ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح تم سے پہلے ہلاک ہو گئے۔“

حضرت شہاد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے اپنی امت پر شرک اور شہوتِ بخیلیہ کا خطوبہ ہے۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کیا آپ کے بعد آپ کی امت شرک کرے گی؟ فرمایا: ہاں!

أَمَّا أَنَعْمَ لَا يَعْبُدُونَ شَمْسًا وَلَا قَمَرًا وَلَا جَبْرًا وَلَا تَنَاءَ وَلَكِنْ يَرَاءُونَ بَاعِثَ الْهَمِّ
”یہ لوگ چاند، سورج یا کسی پتھر اور بت کی عبادت نہیں کریں گے بلکہ اپنے اعمال کی نمائش کریں گے۔“

دیکھا آپ نے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس صراحت کے ساتھ فرمایا کہ میری امت بت پرستی نہیں کرے گی، اس کے شرک میں مبتلا ہونے کا کوئی خطرہ نہیں ہے، لیکن

نہجیوں و دایروں پر شرک کا مجتہد اس طرح سوار ہے کہ بر طرف شرک ہی شرک دکھائی دیتا ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دنیا اور مال و زر کے غم کی دفع نشان ہی فرمائی ہے، لیکن اس طرف کوئی توجہ ہی نہیں دیتا۔

اسی طرح ایران، عراق جنگ میں محض دنیا کی خاطر اردوں، کھریوں روپے ضائع کیے جاتے ہیں۔ امریکہ، روس اور دیگر ممالک کی اسلحہ ساز فیکٹریوں کو بہترین مادیات مل چکی ہے۔ کئی سال سے فریقین کا خون پیلا غیر مسلموں کے خزانے بھرنے کا اجہام کیا جا رہا ہے، علیہ محمد سالم کہتے ہیں:

”میں برٹری جماعت کو اسل کرتا ہوں کہ وہ اپنی ابتدا کی طرف لوٹ چلے اور اپنے مذہب اور اپنے امام (الہدینہ) رحمہ اللہ تعالیٰ کے عقیدے اور خاص طور پر ان کی کتاب الفقہ الاکبر یا از سر نو تکرر الملیں۔ کتاب سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ائمہ شیعہ کے سلف صالحین کی سیرت میں حور کرے۔ ہر کتاب ہے اللہ تعالیٰ ان کی بصیرتوں کو روشن فرما دے وہ آئمہ الاباب میں انشاء اللہ العزیز اہل سنت و جماعت کے عقائد و معمولات کتاب و سنت اور سلف صالحین کے ارشادات کی روشنی میں ہر ش کیے جائیں گے۔ کسی کو قائل کر دینا ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ دلوں کی دنیا کو ہدایت آسنا کرنا“ کتاب الیمین جلد ۱ کا کام ہے۔

وہو ولی التوفیق والہدایۃ وصلى الله تعالى على
حبیبہ محمد وعلى آله واصحابہ اجمعین۔



امام احمد رضا بریلوی
مفکر اسلام — امام اہل سنت

12/12/20

12/12/20

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی۔ ارشمال الکریم، ۱۲۷۶ھ/۱۸۵۶ء
کو بریلی (لے پی۔ بھارت) میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد مولانا شاہ تقی علی خاں اور بیوا محمد مولانا
رضا علی خاں اپنے والد کے اکابر علماء اہل سنت اور اولیاء اللہ تھے۔

میں بچپن میں ہی انتہی دانشمندی کی محبت و طاقت آپ کی رنگ و پے میں رہی ہی
تھی۔ اپنے تو اپنے یہ علم نے بھی بر ملا اقرار کرتے ہیں کہ وہ واقعی ماسٹر رسل تھے۔ صرف یہی
نہیں بلکہ آپ کی تصانیف اور فقہیہ کلام نے لاکھوں دلوں کو عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی حلاوت سے آشنا کر دیا۔

امام احمد رضا اکبر و مشیر اپنے نام کے ساتھ عبدالمصطفیٰ کا سابق نام استعمال کیا کرتے
تھے۔ بعض لوگ اس کے بجلا ان عدم جواز میں کلام کرتے ہیں، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے
کہ ایسا نام رکھنے کے بارے میں شرعی حکم معلوم کیا جائے۔

عبدالمصطفیٰ

لفظ عبد و مشرک میں استعمال ہوتا ہے و (۱) عابد (۲) غلام اور غلام۔ پہلے معنی

لے محمد رسول احمد پر و غیرہ

حیات مولانا احمد رضا خاں دہلوی کتب خانہ نیا گورنمنٹ

کے اعتبار سے اس کی اضافت صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہوگی۔ اپنے آپ کو اس کے ماسوا کا عید کہنا شرک ہوگا، لیکن دوسرے معنی کے اعتبار سے محبوبانِ خدا کی نسبت سے اپنے آپ کو عید کہنا قطعاً شرک نہیں ہے۔

ارشادِ باری ہے :

وَأَكْبَحُوا إِلَايَا مِي وَمَنَعُوا الصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ
”اور نکاح کرو وہ اپنوں میں ان کا بوجے نکاح ہوں اور اپنے ذاتی بندوں اور
کنیزوں کا“

اس جگہ غلاموں کے لیے عباد کا لفظ وارد ہوا ہے۔

دوسری جگہ فرمایا :

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا
مِنْ رَّحْمَةِ اللَّهِ ۖ تَع

”تم فرماؤ اے میرے وہ بند، جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی، اللہ کی
رحمت سے ناامید نہ ہو“

سچی امداد اللہ مہاجر کی رحمت اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

”چونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماضی تھے ہیں، لہذا اللہ کو عبادہ رسول
کہہ سکتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ
أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ مَرِجْ ضَمِيرُكُمْ ۖ أَنَحْزَرْتُمْ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم ہیں۔“

۱۔ القرآن، اللہ ۲۴، آیت ۳۲

۲۔ القرآن، الزمر ۳۹، آیت ۵۳

۳۔ امداد اللہ مہاجر کی، ص ۱۱۵، شام امداد و قومی پرس لکھنؤ ص ۱۳۵

مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں،

مقبولہ بھی انہیں معنی کا ہے، آگے فرمایا ہے، **لَا تَقْضُوا مِنْ ذَخْمَةِ اللَّهِ**
اگر مرجع اس کا اللہ ہوتا، فرماتا من ترخصتی، تاکہ مناسبت عبادی کی ہوگی
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دہائی میں کہہ رہے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ
غیب کی طرف نکلے، اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔ غنیمت میں سونا پھانسی تو انہیں ملا، اہل بیت ساز و سامان
اور طعام و ستیاب ہوا، وہاں پہلے یہ ایک جگہ قیام فرمایا اس اثناء میں،

قامر عبد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پھل رَحْمَةً
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا غنم ساز و سامان کمر لے لگا۔
اس سیرت میں صراحت حدیث نسبت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لڑنے کی گئی ہے۔
قاضی شکرانی لکھتے ہیں،

وقد ذهب الجمهور الى انه يجوز للسيد ان يسكن
عبدًا وامتہ على النكاح۔

مجموعہ اس بات کے قائل ہیں کہ قاضی نے غلام اور کنیز کو نکاح پر مجبور کر سکتا ہے
اس جگہ میرے غلام کے معنی میں استعمال ہوا ہے اللہ تعالیٰ کی کتاب اللہ میں استعمال بھرت ہے
اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ کسی کا نام عبد النبی یا عبد الرسول رکھنا شرک نہیں ہے۔
مولوی اسماعیل دہلوی لکھتا ہے،

کوئی اپنے پیسے کا نام عبد النبی رکھتا ہے۔ کوئی غلام محمد بنی
کوئی غلام حسین بنی اور دعویٰ مسلمان کی کہہ جاتے ہیں۔

۱۳۶ ص	شہداء اکرام	۱۔ املا اللہ مہاجر کی، حاجی،
۲۴ ص	شہداء طہرینہ (نور محمد کراچی)	۲۔ مسلم ہی انجماۃ القسریہ
۲۵ ص	تفسیر فتح القدیر (دار المعرفۃ بیروت)	۳۔ محمد بن علی الشرفانی

سبحان اللہ! یہ مذاور یہ دعویٰ اُسے

امام احمد رضا بریلوی نے اس قسم کے فتووں کا مصنف تحریری مذکیہ، بلکہ اپنے ختم کے ساتھ
عبدالصطفیٰ کا اضافہ فرمایا،
احسان الہی تحریر لکھتے ہیں،

اُن کا نام محمد رکھا گیا، والدہ نے من میاں، والد نے احمد میاں اور دادا نے
احمد رضا نام رکھا، لیکن وہ ان میں سے کسی نام پر راضی نہ ہوئے اور اپنا نام
عبدالصطفیٰ رکھا اور اسے بالاتزام استعمال کرتے تھے (ترجمہ)۔
حالا کہ کسی طرح بھی صحیح نہیں کہ امام احمد رضا بریلوی کسی نام پر بھی راضی نہ ہوئے کیونکہ
انہوں نے ہمیشہ دستخط کرتے ہوئے اپنا نام احمد رضا ہی لکھا ہے اور اکثر اس نام کی ابتدا
میں عبدالصطفیٰ کا اضافہ کیا ہے تاکہ نام سے پہلے ہی خلافتی صطفیٰ کا پتہ چل جائے۔ یہ کہنا کسی
طرح بھی صحیح نہ ہوگا کہ والد مابعد نے جد امجد کا اور والدہ مابعدہ نے والد امجد کا تجویز کیا ہوا نام
پسند کیا اور اپنی طرف سے ایک نام رکھ دیا، بلکہ یہ بتایا ہے کہ سرپرست لڑکی اپنی پسند کا نام
تجویز کر دیتے ہیں، یہ بھی اظہارِ محبت کا ایک اظہار ہوتا ہے۔

ملائکہ اقبال فرماتے ہیں :-

خدا کے بندے توڑیں ہزاروں، بنو لڑیں پھر تم میں ملنے ملے۔

میں اُس کا بندہ بنوں گا، جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا

تحریر صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں،

”ان کا رنگ انجہانی سیاہ تھا اور ان کے خفاظین ہمیشہ چہرے کی سیاہی
کا طعنہ دیا کرتے تھے۔ اس کا اقرار ای کے سنجے نے بھی کیا ہے“ (ترجمہ)

فتوح الامان (اخبار محمدی، دہلی) میں ۵-۶

البریلویہ میں ۱۳

۱۴ میں

یہ شاہ اسماعیل دہلوی

یہ احسان الہی تحریر

تہ الذی

مولانا حسنین رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں :

ابتدائی عمر میں آپ کا رنگ چمکدار گندمی تھا۔ ابتدا سے وسائل تک مسلسل

محنت ہائے شاقہ نے رنگ کی آب و تاب ختم کر دی تھی۔

وفاقت کی محنت سے وہ چمک نہیں رہتی جو ابتدا میں ہوتی ہے، لیکن یہ کہاں لگتا

ہے کہ ان کا رنگ انتہائی سیاہ تھا، جہاں تک عافیت کا تعلق ہے، تو ان کی مخالفت ہی خوبتر
کہ بدصورت دکھانے کے لیے کافی ہے۔

حضرت مومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں :

وید بر جہلے محمد را و گشت

زشتہ نمونے صدیقی ہاشم فطرت

کیا ابو جہل کا قول صحیح ہے، طبعیت میں کیا جاسکتا ہے، شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

چشم برافندیش کہ برکتہ داد

عیب نماید ہنرش حد نظر

ڈاکٹر عابد احمد علی، سالی اہتم بیت القرآن، یہ تنہا یہ ایک لائبریری لاہور کا شاہد

بیان کرتے ہیں :

”ممبر پران کے بیٹھے اہل ان کے جلیے مبارک کا منظر ابھی تک میری آنکھوں

کے سامنے رہتا ہے۔ حضرت والا بلند قامت، خوبصورت اور سرخ و سفید رنگ کے

مالک تھے۔ ڈاکٹر اسی اس وقت سفید ہو چکی تھی، مگر نہایت خوبصورت تھی۔

مشہور اور ب اور نقاد نیاز فتح پوری نے آپ کو دیکھا تھا، وہ لکھتے ہیں :

”ان کا فہم علم ان کے چہرہ بشرے سے بولتا تھا، فروتنی، خاکساری کے باوجود

لے نسیم بستوی :

اعلیٰ حضرت بریلوی (مکتبہ تہذیب لاہور) ص ۲۰

مقالات ام رضا (رضا لکھنؤ لاہور) سنہ ۲۳، ص ۷

لے عابد احمد علی ڈاکٹر

اُن کے دُوسرے زریعے حیرت انگیز مددِ رب تعالیٰ ہوتا تھا۔
ص ۱۴ پر لکھا،

انہیں ہمیشہ شدید دردِ سراور بخار رہتا تھا۔
یہ ہمیشہ اور شدید کی قید کہاں سے آگئی؟ مفلوحات میں صرف اس قدر ہے،
الحمد للہ کہ مجھے اکثر حرارت اور دردِ سراور ہوتا ہے۔

ص ۱۴ پر یہ بھی لکھا،
اُن کی داہنی آنکھ پانی اُتر آنے سے بے نور ہو گئی تھی۔
حقیقتاً یہ بالکل واقع کے خلاف ہے، ہوا یہ کہ ۱۳۰۰ء میں مسلسل ایک مہینہ بائیک
ملک کتابیں دیکھتے رہے۔ گرمی کی شدت کے پیش نظر ایک دن نسل کیا،
”مصر پر پانی پڑتے ہی معلوم ہوا کہ کوئی چیز دماغ سے دہنی آنکھ میں اُتر آئی،
بائیں آنکھ بند کر کے دہنی سے دیکھا تو وسطیٰ شے مرنے میں ایک سیاہ جلتہ
نظر آیا۔“

مولانا سید اشفاق حسین ہسوانی نے آنکھ کا معائنہ کر کے کہا کہ بیس سال بعد پانی اُتر
آئے گا۔ پھر ۱۳۱۹ء میں ایک اور حاذق طبیب نے راتے دی کہ چار سال بعد پانی اُترے
گا۔ پہلے طبیب کے مطابق ان کا حساب بالکل درست تھا۔ امام احمد رضا بریلوی حضورِ اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی فرمائی ہوئی دُعا ”عِشْمُكَ“ کے مرعین کو دیکھ کر پڑھ چکے تھے وہ دُعا
یہ ہے، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِنْ اَمْرٍ اَبْتَلَاکَ بِہِ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی
کَثِیْرٍ مِّنْ خَلْقٍ تَفْضِیْلًا۔

اقتدارِ خیاں رضا عظیم علی گڑھ لاہور، ص ۱۷
محمد مسعود احمد لاہور
محمد مصطفیٰ رضا خان، مفتی اعظم، مفلوحات (ساما اینڈ کمپنی، لاہور)، ص ۶۴
کے ایضاً، ص ۲۰

امام احمد رضا خاں بریلوی کا یقین محکم دیکھئے، فرماتے ہیں:

”محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد پر وہ اعتماد نہ تھا کہ طیبیوں کے کہنے سے متزلزل ہوتا۔ الحمد للہ! کہ بیس دکنار تیس برس سے ننگہ زہر چکے ہیں اور وہ حلقہ ذہن بھر بھی نہیں بڑھا، نہ یحیٰ بن علی نے کتاب میں کسی کی نہ انشاء اللہ تعالیٰ کسی کروں گے۔“

لیکن مخالف لوگوں نے سیمینہ زہری سے لکھ دیا:

”وانطفت لنزول الماء فیما۔“

خدا نہ کرے اگر کسی کو واقعی ایسا فارغہ لاحق ہو جائے، تو کیا اس پندہ پاس کے علم و فضل پر طعن کیا جاسکتا ہے؟

”سیرۃ فیہود شمس کے حاس پائسلر عبدالعزیز بن اوزنا مینا ہیں۔ ریاض ہانی کورٹ کے چیف جج محمد ابراہیم اور مسیحہ نبوی کے ایک خطیب بھی تھیں۔“

ان کے بارے میں کیا کہا جائے گا؟

قوتِ حافظہ

”امام احمد رضا بریلوی کی زیارت کرنے والے جانتے ہیں کہ ان کا حافظہ غصیب کا تھا۔ ان کی تصانیف کا مطالعہ کرنے والا ان کی یادداشت اللہ قوت استحضار پر حیران ہوتے بغیر نہیں رہ سکتا، انہوں نے ایک ماہ میں قرآن پاک یاد کیا۔“

مطبوعات ص ۲۱

۱۔ محمد مصطفیٰ رضا خاں، مولانا،

صنعا الحرمین، دکتہ فریب، ص ۱۳

۲۔ منقول احمد شاہ، مولانا،

اصل حضرت بریلوی (دکتہ نبوی لاہور)، ص ۱۰۱-۱۰۲

۳۔ نسیم بستوی، مولانا،

”اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید ہے کہ دو مہینے میں تک تو جہاں کی عبارت کی ضرورت ہوگی، فتویٰ لکھ دوں گا اور مضمون کو انشاء اللہ تعالیٰ عمر بھر کے لیے محفوظ ہو گیا۔“

ان کی تعریف کے مطالعہ سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ مبداً قیاض نے انہیں حیرت انگیز مافک اور قوت استحصار سے نوازا تھا۔

لیکن وراثت کے بجائے محض مخالفت کی حیثیت سے دیکھا جائے تو اس قسم کا اثر اہم تر ہے۔
 وہ غائب دماغ تھے، یادداشت کمزور اور نسیان غالب تھا۔ ایک دفعہ
 میک اوپنہی کو کے ہاتھ پر رکھی، گفتگو کے بعد تلاش کرنے لگے، کچھ دیر بعد
 ہاتھ چھوڑ کر پھر تو میک مل گئی، یہ کہ

۸۲ مں اعلیٰ حضرت برطانیہ لے لیم بستری، مولانا

تے احمد رضا البریلوی امام، الفتاویٰ الکبیر (مکتبہ رشیدیہ، ترکی)، ص ۱۵۱

الحق اليقيني، " " " " ص ٩

۱۴۱۱
۱۴۱۲

واقعہ یہ ہے کہ عیب انسان کسی گہری سرچ میں ڈوبا جاوے گا تو اس کی توبہ اس پاس کی کئی چیزوں کی طرف نہیں ہوتی۔ امام مسلم (صاحب صحیح مسلم) ایک حدیث کے تفسیر کرتے ہیں اس قدر ہنک ہوئے کہ پاس رکھی ہوئی کیمبروں کی بڑی مقدار تناول فرما گئے اور یہی معاملہ ان کے وصال کا سبب بن گیا۔ عیب کی طرف توبہ نہ ہونے کو غلبہ کیمیاں کی دلیل بنانا اور تحقیق مسائل کے دوران صرف سالن کھالینے اور روٹی کی طرف نظر نہ جانے سے آنکھ کے بے نور ہونے پر استدلال کسی طرح بھی مقول نہیں ہے۔

قوتِ ایمان

حدیث شریف میں سرحدِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو کسی بلا رسیدہ کو دیکھ کر یہ دعا پڑھ لے گا، اس بلا سے محفوظ رہے گا، وہ دعا ہے :

الحمد لله الذي عافاني مما ابتلاك به وفضلني

على كثير من خلقك تفضيلا۔

امام احمد رضا بریلوی طاعون کے کئی بیمار مل کو دیکھ کر یہ دعا پڑھ چکے تھے اور انہیں یقین تھا کہ یہ مرض مجھے لاحق نہ ہوگا۔

ایک دعوت میں گائے کے گوشت کے کباب تیار کیے گئے تھے۔ گائے کا گوشت آپ کی طبیعت کے لیے سخت مضر تھا، لیکن اللہ تعالیٰ صاحبِ غنا سے کوئی اور چیز طلب نہ کی، وہی کباب کھا لیے۔ اسی دن مسوڑھوں میں دم ہو گیا اور اتنا بڑھا کہ بات چیت بند ہو گئی۔ کان کے پیچھے گٹھیاں نمودار ہو گئیں۔ ساتھ ہی تیز بخار آگیا، ان دنوں بریلی شریف میں طاعون کی وبا پھیلی ہوئی تھی۔ طبیب کو بلایا اس نے کہا یہ وہی ہے۔ امام احمد رضا مطمئن تھے کہ طاعون نہیں ہے۔ رات کے آخری حصے میں بے ہوشی پڑھی تو دعا کی :

اللَّهُمَّ صَدِّقِ الْحَقِيبَ وَكَذِّبِ الْعَلِيبَ۔

”اے اللہ! اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات سنی کر دکھا
اور طبیب کی بات جھوٹی بنا دے۔“

استخیر کسی نے دائیں کان کے قریب منہ کر کے کہا کالی مرچ اور مساک استعمال کرو
ان دونوں چیزوں کا استعمال کرنا تھا کہ کلی بھر غرن آیا اور طبیعت بحال ہو گئی اور طبیب کو پیغام
بجھا دیا کہ آپ کا وہ طاعون دفع ہو گیا۔

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

”میں خوب جانتا تھا کہ یہ (طبیب) غلط کہہ رہا ہے، نہ مجھے طاعون ہے نہ
انشاء اللہ العزیز کبھی ہوگا، اس لیے کہ میں نے طاعون زندہ کو دیکھ کر بار بار وہ دُعا
پڑھ لی ہے۔“

اس کے برعکس مخالف کا قلم یہ کہتا ہے:

”وہ طاعون میں مبتلا ہوئے اور خون کی تھک کی۔“

خود انصاف کیجئے کس بیان کا حقیقت سے ذمہ بھر بھی تعلق ہے؟

غیرت عشق

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کا اللہ تعالیٰ اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی محبت میں سرشار ہونا ایک عالم کے نزدیک مسلم ہے اور محبت وہ نازک اور لطیف جذبہ ہے
جو محبوب کی شان میں کسی توہین اور بے ادبی کو برداشت نہیں کر سکتا۔ امام احمد رضا کی
وصیت کے الفاظ ملاحظہ ہوں، فرماتے ہیں:

”میں سے اللہ و رسول کی شان میں ادنیٰ توہین یا تو پھر وہ قہدا کیسا ہی پہلا

کیوں نہ ہو، خدا اس سے جدا ہو جائے۔ جس کو ہنگامہ رسالت میں خدا بھی
گستاخ دیکھو، چھوڑ دینا کیسا ہی بزدل و حقیر کیوں نہ ہو، اپنے اندر سے لے
دودھ سے منکھنی کی طرح نکال کر پھینک دو۔
پرو فیسر محمد مسعود احمد امام احمد رضا کے اس اغلاظ پر اظہار خیال کرتے ہوئے
لکھتے ہیں:

اس میں شک نہیں کہ مخالفین کی قابلِ احوال تحریکات پر فاضل بریلوی نے
سخت تنقید فرمائی ہے اور بسا اوقات اچھے بھی نبیوت و رشتہ سے بیگانگی کسی
مقام پر تہذیب و دانش سے گرا ہوا نہیں ہے۔ وہ ہماری سطح سے بالکل
علیہ کاہ و علم کی حفاظت میں شمشیر بکف نظر آتے ہیں۔ مگر ان کے مخالفین
ہماری اسلاف کی حفاظت میں مددگار بن جاتے ہیں، دونوں کے طرز عمل
میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔
پرو فیسر صاحب امام احمد رضا کے اس وقت کو تحریر کرنے کے اظہارِ خوش
کردہ ہیں، لیکن مخالفت اپنے جگر کی تشدد کے لیے تحریر کر کے کسی وقت تک مذہب و
اغلاظ میں پیش کرنا ہے، علامہ ہوں۔

سویح الا لشمال، شدید الغضب، طویل اللسان
تو جلد منقطع ہو جاتے، سخت غضب، تاک اور زبان دراز تھے۔
ہمیں تسلیم کہ امام احمد رضا بہت عزیز تھے، لیکن کس لیے؟ خداوند بریلوی کے صاحب
اور گستاخ کے لیے، جبکہ اہل ایمان و محبت کے لیے سرِ پاکِ طہارت و کرم تھے، ہوتا تھا

اے حسین رضا خان مراد آبادی، دکنہ اشرفیہ میں ۱۹۰۸ء
محمد مسعود احمد پرو فیسر، فاضل بریلوی، ہمارے ہمارے نظریں اور کلام میں سال ۱۹۰۸ء
اے احسان الہی عبید، البریلویہ میں ۱۹۰۸ء

ہر حلقہ یا راں تو بریشم کی طرح نرم

نرم حق و باطل ہو تو شمشیر ہے مومن

لیکن یہ سرخ الانفعال، طویل اللسان، کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ یہ تو سراسر ایجاب
بندہ ہے۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اپنے پاس سے یہ بھی اضافہ کر دیا۔

لعانا، سبا، فاحشا لے

کثرت سے لعنت بھیجتے، گالیاں دیتے اور فحش گوئی کرتے تھے۔

یہ ہے خالص تحریف اور تکسیر، یہ عبارت نہ ماقبل سے متعلق ہے اور نہ مابعد سے،
درمیان میں اپنے پاس سے یہ الفاظ بڑھا دیئے اور تاثر دینے کی کوشش کی کہ اول
بات سنی نبھاری ہے، مگر اس کا کوئی حوالہ نہیں ہے۔ یہ انداز دین اور دیانت کے منہ
خلاف ہے۔

حزم و احتیاط

امام احمد رضا بریلوی کی شان افتخار اور فقیہ جوئیات پر عبور کو مخالفین بھی تسلیم کرتے ہیں،
ابراہیم علی مدنی لکھتے ہیں،

یتدرنظیرہ فی عصرہ فی الاطلاع علی الفقہ الحنفی
وجوئیات رشہد ہذا الذی مجموع فتاواہ و کتابہ
کفل الفقہ الفاضل فی احکام قرطاس السداد و اسرار
فقہ حنفی اور اس کی جوئیات پر عبور رکھنے میں ان کے زمانے میں شاید ہی کوئی
ان کا ہم پلہ ہو اس پر ان کا فتاویٰ اور ان کی تصنیف کفل الفقہ شہادہ ہے۔

مسئلہ تکفیر میں امام احمد رضا بریلوی کی امتیاط کے بارے میں قاضی عبدالجبار کوکتے لکھتے ہیں:

”مستحبات یوم رضا کی تقدیم میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے فتوائے تکفیر کی حیثیت اور اہمیت اوصاف فتویٰ میں ان کی شرعی امتیاط اور احساس ذمہ داری کے بارے میں میں نے کس انداز میں بحث کی ہے؟ تقدیم مذکور کے مسئلہ پر میں نے صاف طور پر یہ کیا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے جن درہندی عبارات پر کفر کا فتویٰ دیا ہے، وہ مفتی شریعہ کے نزدیک واقعی اور حتمی طور پر کفریہ تھیں، جن میں کسی تاویل کی قطعاً کوئی گنجائش نہ تھی۔ میرے الفاظ یہ ہیں۔“

مولانا احمد رضا کے نزدیک بعض علماء درہندی واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انہوں نے انہیں سمجھا، یعنی ان کے نزدیک عبارات زیر بحث یقیناً کفریہ عبارات تھیں اور کفریہ بھی ایسی کہ جن میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں پاسکتے تھے۔

اس کے بعد میں نے اسی تقدیم کے ص ۱۲ پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے بارے میں بتایا ہے کہ مسئلہ تکفیر بھی وہ از حد محتاط اور احساس ذمہ داری سے معمور تھے اور یہاں اعلیٰ حضرت کی عبارات سب اہل السنہ و جماعت نعل کرتے ہوئے ان کا اپنا موقف دکھایا ہے کہ کفر کا حکم صرف اسی وقت لگایا جاتا ہے جب کوئی ادنیٰ نسا احتمال بھی حکم اسلام کا باقی نہ رہے۔

یہ لفظی کتاب مقالات یوم رضا کے ص ۵۱ پر اس بندہ قاصر نے اعلیٰ حضرت کے فتوائے تکفیر کے بارے میں پوری سادہ سادگی کے ساتھ یہ اعلان کیا ہے کہ انہوں نے یہ فتویٰ کامل نیک نفسی اور دیانت شریعہ سے لگایا کہ وہ بالیقین عبارات مذکورہ کہہ کر قابل ذیل تصویب نہیں فرماتے تھے، میرے الفاظ منقولہ کو یہ حسب ذیل ہیں۔

مولانا احمد رضا دہلوی حضرت قدس سرہ العزیز نے جن عبارات پر کفر کا فتویٰ لگایا وہ یقیناً نیک نفسی اور شریعیانیت سے لگایا تھا اور یہ کہ وہ ایسا کرنے پر مجبور تھے مگر کہ ان کے نزدیک عبارات قابل تاویل ہرگز نہ تھیں۔
(مقالات یوم رمضان ۱۵)

قاری نے اندازہ کر لیا ہوگا کہ میں نے مقالات یوم رمضان کی تقدیم میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کو کثرت مفتی تشریح میں کس قدر متاثر اور متحیر کیا ہے ان کے قاضی مبالغہ کو قاطعہ (تمام کے تمام) مبنی بر اصول افتاء قرار دیا ہے لیکن مخالفانہ ذہنیت یہ تاثر دیتی ہے:

اُن (امام احمد رضا) کے محب اور ان کے مقتدا و افکار کے معاون (کو کب) یہ کچھ پر غور نہیں کر دہ مخالفین پر بہت سخت اور شدید تھے اور اس بارے میں شریعی احتیاط نہیں رکھتے۔

یہی بات گلبرگ کے مولوی سرفراز نے اپنی کتاب عبارات اکابر میں لکھی تھی جس کے جواب میں قاضی عبدالغنی کوکب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک بیان جاری کیا، جس کا طویل اقتباس اس سے پہلے پیش کیا جا چکا ہے، اس بیان میں قاضی صاحب لکھتے ہیں:

کچھ عرصہ پہلے ایک دیوبندی مولف کی کتاب دکھائی گئی اور نشان دہی کی گئی کہ اس کے صفحات ۲۹ تا ۴۱ پر آپ کو خنوں نگار کوکب کی طرف یہ نظریہ منسوب کیا گیا ہے کہ آپ اعلیٰ حضرت کے فساد والے چھیرے دیوبند کو برحق نہیں سمجھتے بلکہ اس فتویٰ کو مبنی بر بد باتیت قرار دیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس فتویٰ میں شریعی حدود اور افتاء کے تعامل کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ میں نے فوری طور پر

مہتمم برصغیر نے مولانا (رحمہم اللہ) کو جواب دیا

لے قاضی عبدالغنی کوکب

البریلوی (کوالہ مقالات یوم رضا کوکب ص ۲۰) ص ۱۵

لے احسان الہی عمیر

اس اقرار سے اظہارِ رات کیا اور اس پر تَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰی الْكَافِرِ مَبْنٰی
پڑھنا ضروری سمجھاتے

قاضی صاحب کے اس بیان کے بعد مخالف کے اسلامی مخالفہ بات کی کیا حیثیت
رہ جاتی ہے؟ ص ۱۵ پر لکھا،

ان کی شدت کے سبب ان کے مخلص ترین لوگ الگ ہو گئے مستطیع محمد یحییٰ
ناظم مدرسہ اشاعت العلوم۔

یہ بات حیاتِ اعلیٰ حضرت کے حوالے سے لکھی گئی ہے، حالانکہ اس میں صرف اتنا ہے کہ
”مولوی محمد یحییٰ صاحب دارالعلوم دیوبند کے فارغ اور اشاعت العلوم بریلی کے بانی تھے۔
ایک زمانہ تک خاموشی سے درس و تدریس میں مصروف رہے۔ امام احمد رضا بریلوی کو اپنے شاغ
کے مرتبہ میں سمجھتے تھے، کیونکہ وہ اعلیٰ حضرت کے دوست مولانا احمد حسن کانپوری کے شاگرد تھے۔
۱۳۲۷ء میں جب دارالعلوم دیوبند کے تمام فارغ ہونے والوں کو جمع کر کے ان کی دستار بندی
کی گئی تو ان کا رجحان دیوبندی مکتب فکر کی طرف ہو گیا۔ واقعہ صرف اتنا ہے باقی خود ساختہ داستان
ہے کہ وہ امام احمد رضا بریلوی کی شدت کے سبب ان سے الگ ہو گئے تھے۔

ص ۱۶-۱۵ پر حیاتِ اعلیٰ حضرت کے حوالے سے لکھتے ہیں،

”مولانا احمد رضا خاں کے والد کا قائم کردہ مدرسہ مصباح التہذیب اُن کی
شدت کے سبب اُن سے بٹھا ہو گیا اور میں اُن کے گھر میں بریلویوں کے
لے کوئی مدرسہ نہ ہو گیا۔“ (ترجمہ)

حالانکہ مولانا ناصر الدین پھاری تحریر فرماتے ہیں،

”بریلی میں ۱۳۸۹ء میں اعلیٰ حضرت کے والد ماجد قدس سرہ العزیز نے ایک
مدرسہ قائم کیا اور اس کا تائیدی نام مصباح التہذیب (۱۳۸۹ء) لکھا تھا، دستبر

لے عبداللہ کوکب قاضی،
مندانے مولانا محمد امجد علی (۱۳۶۶ء) ص ۹

زمانہ سے آہستہ آہستہ تنزل کرتا دوسروں کے ہاتھوں میں چلا گیا.....
 اہل سنت کے لیے سوا بارگاہِ رضوی کے دوسری بلکہ تعلیم کی نہ تھی۔ لہ
 اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ وہ مدرسہ مناسب و یکجہ بحال نہ ہونے کے بسبب
 دوسروں کے ہاتھوں چلا گیا۔ امام احمد رضا بریلوی کی شدت کا اس میں دخل نہ تھا۔ نیز یہ کہ
 بارگاہِ رضوی میں اہل سنت کی تعلیم کا انتظام تھا، لہٰذا یہ کہنا صحیح نہیں کہ خود ان کے گھر میں
 کوئی مدرسہ نہ رہ گیا۔

عجبریت

بعض افراد پیدائشی طور پر جینس ہوتے ہیں، قدرت کا ملکہ انہیں حیرت انگیز صلاحیتیں
 عطا فرما کر دنیا میں بھیجتی ہے۔ بڑے بڑے عقلاؤں کی صلاحیتوں کو دیکھ کر انکشت ہندناں
 رہ جاتے ہیں۔ امام احمد رضا بریلوی بھی ایسے ہی عجبرتی تھے، ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔
 استاذ نے جب ابتدائی قاعدہ شروع کروایا تو الف باء تادم پڑھاتے ہوئے جب
 لام الف (لا) پر پہنچے تو نو عمر صاحبزادے خاموش ہو گئے۔ استاذ نے جب کہا پڑھو لام
 الف، تو عرض کیا یہ دونوں تو پہلے ہی پڑھ لیے، دوبارہ کیوں؟ آپ کے جد امجد حضرت
 مولانا رضا علی خاں پاس ہی تشریف فرما تھے۔ انہوں نے فرمایا، سب سے پہلے جبر الف
 پڑھا گیا ہے، وہ دراصل ہمدرد ہے، الف چونکہ ساکن ہوتا ہے، اور ساکن کے ساتھ ابتدا
 مشکل ہوتی ہے، اس لیے اس کی ابتدا میں لام ملا کر پڑھا جاتا ہے تاکہ الف حالت سکون
 میں پڑھا جاسکے۔ اس پر ذہین صاحبزادے نے عرض کیا کہ پھر لام ہی کی کیا خصوصیت ہے؟
 باء تادم وغیرہ کوئی اور حرف ملا کر بھی پڑھ سکتے تھے۔ جد امجد نے بڑی خوشی کا اظہار فرمایا
 دعائیں دیں اور فرمایا:

”لام اور الف میں سورۃ خاص مناسبت ہے اور ظاہراً لکھنے میں بھی دونوں کی صورت ایک ہی ہے لا یا لا اور سیرۃ اس وہم ہے کہ لام کا قلب الف اور الف کا قلب لام، یعنی یہ اس کے بیچ میں اور وہ اس کے بیچ میں ملے۔

احسان الہی ظہیر اس باریک نگاہ کو نہیں سمجھے اور تعجب سے پوچھتے ہیں، ان مجیدوں سے کوئی پوچھے کہ الف اور لام میں سورۃ اور سیرۃ کو کونسا اتفاق ہے جسے تین چار سال کے بچے نے سمجھ لیا اور جسے لسانیات کے معلم اور ماہرین سمجھ سکے؟ (مترجم)

علامہ بات ظاہر ہے کہ لام اور الف میں سورۃ مناسبت یہ ہے کہ دونوں کو ملا کر اس طرح لکھا جاتا ہے لا اسے اگر الٹ لکھیں تو بھی لا ہی لکھا جائے گا اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ لام بصورت الف اور الف بصورت لام لکھا گیا ہے اور سیرۃ مناسبت یہ ہے کہ ل حرف ہے اور اس کا اسم لام (ل ام) ہے جس کے درمیان الف آیا ہوا ہے اور حرف تہجی کا پہلا حرف ہے، اس کا اسم الف (ال ف) ہے، اس کے درمیان لام آیا ہوا ہے، چونکہ ان کے درمیان سورۃ و سیرۃ مناسبت ہے لہذا جب الف کو کسی حرف کے ساتھ ملا کر لکھنے کا ارادہ کیا گیا تو لام کو الف کے ساتھ ملا کر لکھا گیا۔ لایہ وہ باریک نگاہ تھا جو امام احمد رضا نے کہیں بھی سمجھ لیا اور نام کے ماہرین تعلیم اب بھی سمجھنے سے قاصر ہیں۔

اتباع سنت

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی حیات طیبہ سے واقفیت رکھنے والے مہاتمے ہیں

امام حضرت بریلوی (مکتبہ نبویہ لاہور) ص ۲۶-۲۷

البریلویہ، ص ۱۷

لے نسیم مستوی، ص ۱۵۵

لے احسان الہی، ص ۱۷

کہ انہیں اتباع سنت سے کس قدر شغف تھا، ان کے ایک ایک فعل کو میرا سنت میں تو لا جا سکتا تھا، انہیں اکثر طور پر دوسرا در بخار کا عارضہ رہتا تھا، اگرچہ یہ غیر اختیاری اور تکلیف دہ امر تھا، لیکن انہوں نے اس میں بھی اتباع سنت کا پہلو ٹھونڈھ نکالا، فرماتے ہیں:

”دوسرا در بخار وہ مبارک امراض ہیں جو انبیاء علیہم السلام کو ہوتے تھے، ایک ذی الشہدۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دوسرا در اپنے اس فکر میں تمام رات نوافل میں گزار دی کہ یہ لعنت نے مجھے وہ مرض دیا جو انبیاء علیہم السلام کو ہوتا تھا۔ ہر ایک مرض یا تکلیف جسم کے جس موضع پر ہوتی ہے، وہ زیادہ کفارہ اسی موقع کا ہے کہ جس کا تعلق خاص اس سے ہے، لیکن بخار وہ مرض ہے کہ تمام جسم میں سراپت کر جاتا ہے، جس سے باذنہ تعالیٰ تمام رگ رگ کے گناہ نکل جاتے ہیں۔ الحمد للہ کہ مجھے اکثر مرآت دوسرا در جتا ہے۔“

نگاہ عداوت، اتباع سنت کی فضیلت کو کس انداز میں پیش کرتی ہے۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

”وہ (امام احمد رضا) انبیاء سے کم شان پر راضی نہیں ہوتے تھے۔ ایک دفعہ اپنے مریدین کو دوسرا در بخار کی شکایت کرتے ہوئے کہا، یہ بیماریاں مبارک ہیں اور ہمیشہ انبیاء کرام علیہم السلام کو ہوا کرتی تھیں، الحمد للہ مجھے بھی لازم ہیں، جیسے انہیں لازم تھیں۔“

دیجھا آپ نے کہاں اتباع سنت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا اور کہاں انبیاء کی ہمسری کا دعویٰ کرنا؟ پھر یہ کہ انہوں نے ان حواریں پر شکایت کہاں کی ہے، وہ تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہے ہیں کہ ارادہ و اختیار کے بغیر سنت انبیاء حاصل ہو گئی۔

ہمسری کا دعویٰ دیکھنا ہوتا تو تقویۃ الایمان کا مطالعہ کرنا چاہیے دیکھتے ہیں،
 اولیاء و انبیاء و امام زادہ پر دشمنی یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ
 سب انسان ہی ہیں اور بعد سے عاجز اور ہمارے بھائی، اگر اللہ نے ان کو بڑائی ہی
 وہ بڑے بھائی ہوئے، ہم کو ان کی فرماں برداری کا حکم ہے، ہم ان کے چھوٹے
 بھائی ہیں۔ ۱۰

یہ ہے دھرتی ہمسری کہ ہمارے ادا انبیاء کے درمیان اتنا ہی فرق ہے کہ وہ
 بڑے بھائی اور ہم چھوٹے بھائی۔ اس پر امام احمد رضا بریلوی کا جو ملاحظہ ہو فرماتے ہیں۔

آن بیگے گویاں محمد آدمی ست	چوں من و نور و سخی اودا بہتر ست
جو رسالت نیست فرقت درمیاں	من برادر خود و ہاشم او کلاں
ای فلانہ از حمی آن ناسزا	یا خود ست ای خمرہ خیرم حسدا
کہ بود مر لعل را فضل و شرف	کہ بود ہم رنگ او اسنگ اخروفت
واں دے کہ مقلق مذہب سے جسد	کہ بفضل مشک او فرمی رسد
ہے چہ گشتم ای پیش شہب شبنم	کہ بود شایان آن تدر رفیع
لعل چہ بود جو ہرے با سر نخنے	مشک چہ بود غول ناف و حشینے
مصطفیٰ نور جناب امرکن	آفتاب بری مسلم من لندن
معذلک اسرار عظام الغیب	بہشت بگری امکان و درجہ

● ایک شخص کہتا ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، میری طرح آدمی ہیں،
 انہیں وہی میں محمد پر برتری حاصل ہے۔

● رسالت کے علاوہ اور کوئی فرق نہیں، وہ بڑے بھائی ہوتے اور میں چھوٹا

۱۰ محمد اسماعیل دہلوی، فتوح الایمان (در شب محمدی و...)، ص ۷۷
 ۱۱ احمد رضا بریلوی، امام، صفات بخشش (در بیان پیشگاہ کراچی)، ج ۱، ص ۷۷

- وہ نالائق نامیانی کے سبب نہیں جانتا، یا یہ خدائی مہر کا نتیجہ ہے۔
 - کہ کسٹریوہ اور ٹھیکرا، فضیلت و شرافت میں لعل کا ہمسرہ کیسے ہو سکتا ہے؟
 - وہ غول جوف، بھوکے شہرگ سے نکلا ہے، وہ مشکب اذفر کا ہم پایہ کیسے ہو سکتا ہے؟
 - ہاتے افسوس! میں نے یہ نامناسب تشبیہ کیا بیان کر دی،
 - یہ اس شان بلند کے شایان شان کیسے ہو سکتی ہے؟
 - مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہارگاہ الہی کا نور اور علم لدنی کے بروج کا آفتاب ہیں
 - مقام الغیوب جل و علا کے اسرار کی کان اور امکان و وجوب کے دیباؤں کی
- حد فاصل ہیں۔

امام احمد رضا بریلوی، حروف ابجد کے لحاظ سے تاریخ نکالنے میں بے نظیر تھے، ان کی اکثر تصانیف کے نام ایسے چمکے ہوئے تھے کہ وہ کتاب کے موضوع کی نشانی ہی بھی کرتے اور اس کے ساتھ ہی سنی تصنیف کی تعیین بھی کر دیتے تھے اور کیا مجال کہ عربی و باریت میں کوئی غلطی پیدا ہو۔ انہوں نے اپنی تاریخ پیدائش اس آیت سے استخراج کی، یعنی ابجد کے حساب سے اعداد حروف کو جمع کیا مانتے تو مجموعہ ۱۲۷۶ ہو گا، یہی آپ کا سال ولادت ہے۔

أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ قَبِيلَةٍ۔

یہ وہ لوگ ہیں، جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا ہے اور اپنی طرف سے رُوح القدس کے ذریعہ سے ان کی مدد فرمائی۔

اور فرماتے ہیں،

اگر میرے قلب کے دو ٹکڑے کیے جائیں تو خدا کی قسم، ایک پر لکھا ہو گا اَللّٰہُ اِلَّا اَللّٰہُ دوسرے پر لکھا ہو گا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اور بسم اللہ تعالیٰ

برہنہ سب پر ہمیشہ فتح و کفر حاصل ہوئی۔ رب العزۃ جل جلالہ نے اس اقدس
سے تائید فرمائی ہے۔

اصدار کی نظر میں یہ بھی انبیاء کی ہمسری ہے، لکھا ہے:
وَعَلَىٰ ذَٰلِكَ كَانَ يَقُولُ: اِنْ قَادِمٌ وَلَا دَقِي يَسْتَخْرِجُ
مِنْ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَالْعَرَىٰ يَنْطَبِقُ عَلَيَّ۔
”انبیاء کی شان سے کم پر انہی نہیں ہوتے، اسی بنا پر کہتے تھے کہ میری ولادت
کی تاریخ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے نکلتی ہے اور یہ فرمان مجھ پر منطبق ہے۔“
اسے کہتے ہیں سینہ ندی، دعویٰ اور دلیل میں ہے کوئی مناسبت؟ آیت مبارکہ سے
تاریخ ولادت کیا نکالی کہ انبیاء کی ہمسری کا دعویٰ ہو گیا، معاذ اللہ ثم معاذ اللہ!

صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی خلیفہ امام احمد رضا بریلوی
معصوم کون؟ نبوت سے متعلق عقائد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

”میں کا معصوم ہونا ضروری ہے اور یہ عصمت نبی اور ملک فرشتے کا نام
ہے کہ نبی اور فرشتے کے سوا کوئی معصوم نہیں، اماموں کو انبیاء کی طرح معصوم
سمجھنا گمراہی و بدعتی ہے۔ عصمت انبیاء کے یہ معنی ہیں کہ ان کے لیے حفظ
الہی کا وعدہ ہوا، جس کے سبب ان سے صدور گناہ شرعاً محال ہے،
بمخلاف آخر و اکبر اولیاء و کما اللہ عزوجل انہیں محفوظ رکھتا ہے اور ان سے
گناہ ہوتا نہیں۔ اگر ہو تو شرعاً محال بھی نہیں رہے۔“

خلاصہ یہ کہ انبیاء کرام اور ملائکہ معصوم ہیں اور اولیاء کرام محفوظ۔ حیات اعلیٰ حضرت

لے کفر القیاس بہاری، مولانا، حیات اعلیٰ حضرت ج ۱۱ ص ۱

طے ظہیر البریلویہ، ص ۱۸-۱۷

لے امجد علی اعظمی، مولانا، بہار شریعت (مکتبہ اسلامیہ لاہور) ج ۱ ص ۱

مقدمہ فتاویٰ رضویہ جلد دوم (مطبوعہ فیصل آباد) اور افکارِ رضا میں مختلف واقعات کے ضمن میں لکھا گیا کہ امام احمد رضا بریلوی غلطی اور خطا سے محفوظ اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے پیرے میں تھے۔ مخالفتِ آلِ وقلم نے ان کتابوں کے اقتباس نقل کیے اور حفاظت کا ترجمہ مصمت سے کر دیا اور تافریہ دیا کہ امام احمد رضا کے معتقدین انہیں مقامِ نبوت پر فائز کرنا چاہتے ہیں۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت کا ایک اقتباس نقل کر کے اپنے پاس سے یہ جملہ بڑھا دیا۔

یعنی ان العصمة كانت حاصلۃ لہ

واقعی قلم کی آبرو سے کھیلنا اسی کو کہتے ہیں

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے فرمایا:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ

مجم میں سے کوئی کامل الایمان نہیں ہوگا جب تک اس کی خواہش میرے

لائے ہوئے دینی کے تابع نہ ہو جائے۔

ایک دوسری حدیث قدسی میں فرمایا کہ بندہ قرآن سے کھینچے بغل اور کرتے کرتے اپنی تعلیم

پر فائز ہو جائے، ولسانہ الذی یتکلم بہم

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اس کی زبان برتاؤں جس سے وہ کلام کرتا ہے۔

اسی بناء پر حضرت عارفِ رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

گفتہ او گفتہ اللہ بود

مگر یہ (معلوم) خدا اللہ بود

ص ۱۸

البریلوی

لہ احسان الحق

ابن کثیر خلیفہ الامام سیکنی کراچی، ص ۲۰

۱ شیخ ملا الدین امام

مراد مستقیم فارسی (مکتبہ سلطانیہ، لاہور)، ص ۱۲

۲ محمد اسماعیل دہلوی

حدیثِ اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی، امام احمد رضا بریلوی کے متعلق فرماتے ہیں:
در تحقیقات اعلیٰ حضرت، غوثِ پاک کے ہاتھ میں جو قلمِ در دست کاتب
تھے جس طرح غوثِ پاک، سرکارِ دو عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
کے ہاتھ میں جو قلمِ در دست کاتب تھے ان کو ان میں جانا کہ رسولِ پاک اپنے
رب کی بارگاہ میں ایسے تھے جیسے قرآن کریم نے فرمایا: وَمَا يَشْفِقُ عَلَيْهِ
الْمَلَكُ إِنَّهُ هُوَ (لَا وَنَحْنُ يَخُوفُونَ)

اس عبارت کو ایک مرتبہ پھر پڑھیے، کیا اس سے سوائے اس کے کچھ اور معلوم ہوتا ہے
کہ امام احمد رضا بریلوی مکمل طور پر سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تابع فرمان تھے اور
حضورِ غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ غفرلہ نبی نبوی کے مکمل طور پر پیروکار۔ اور حضور نبی اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان تو یہ ہے: وَمَا يَشْفِقُ عَلَيْهِ الْمَلَكُ إِنَّهُ هُوَ
گفتگو بھی اپنی خواہش سے نہیں ہے۔

لیکن مخالفت کی سبب سے دیکھنے والے کو اس میں بھی یہ نظر آتا ہے کہ امام احمد
کاپیہ سرائیہ بنایا بار بار ہے۔ نعمۃ باللہ تعالیٰ من ذلک۔
ملک شیر محمد خان (کالا باغ) نے لکھا ہے:
وآپ نے مختصری عمر میں جو کام کئے نمایاں سوائہم دیتے ہیں وہ اس بات
کے شاہدِ عادل ہیں کہ آپ کا وجود کائناتِ خداوندی میں سے ایک حکمِ آیت کا
درہم رکھتا تھا۔

یہ عبارت بھی بعض لوگوں کو کھٹکتی ہے، تم

۱۔ سید محمد محدث کچھوچھوی	انوارِ قادریہ (کراچی، لاہور)	ص ۲۷۰
۲۔ شیر محمد خان احماد، ملک	—	ص ۱۰۰
۳۔ ظہیر	البرقۃ	ص ۱۹

حالانکہ ظاہر ہے کہ آیت سے مراد قرآن پاک کی آیت تو ہے نہیں، آیت کا لغوی معنی مراد ہے۔ امام احمد رضا کی حیات مبارکہ سے واقفیت رکھنے والا ہر منصف اس بات کا اعتراف کرے گا۔ مولوی اسماعیل دہلوی، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں،

”سیا العلماء و سندا و لیار، حجتہ اللہ علی العالمین وارث الانبیاء المرسلین“

حضرت شاہ صاحب کو حجتہ اللہ علی العالمین کہا جاسکتا ہے تو امام احمد رضا دہلوی کو سترہ تین آیات اللہ کیوں نہیں کہہ سکتے۔

منظر صحابہ کرام

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حیات طیبہ، اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور اطاعت سے حیات تھی۔ ان کی انتہائی کوشش یہ ہوتی کہ محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ایک ادا کو نہ صرف محفوظ کیا جائے، بلکہ اس پر عمل بھی کیا جائے۔ نیز سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و ناموس کی حفاظت کی خاطر وہ بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لیے تیار رہتے تھے۔

امام احمد رضا دہلوی قدس سرہ کی حیات مبارکہ کا مطالعہ کرنے کے بعد عرض کرنا پڑتا ہے کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے تقویٰ و طہارت اور حبِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا عکس جمیل تھے۔

امام احمد رضا دہلوی کے بھتیجے مولانا حسنین رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،
”بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے تھے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اتباع سنت کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کا لطف آگیا، یعنی اعلیٰ حضرت قبلہ

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ جہم کے زبد و تقویٰ کا مکمل گروہ تھے۔
 صحابہ شریف کے پہلے ایڈیشن کا کاتب اہل سنت و جماعت کا مخالف تھا۔ اس نے
 یہ عبارت تبدیل کر دی اور غلط عبارت چھپ گئی۔ مشرب و صالح مولا سید رضا خان نے
 وضاحت کی کہ میری مصروفیت کے سبب مولا شریف ویسے ہی چھپ گیا۔ پھر انہوں نے
 مذکورہ بالا صحیح عبارت بھی بیان کر دی کہ کچھ تکذیبی شعلت اور بے قرعہ شعلہ افشانت
 سے تو بیکتا ہوں اور شیعی مسلمانوں کو اعلان کرتا ہوں کہ مولا شریف کے سطور ۱۲ میں اس
 عبارت کی کٹ کر عبارت مذکورہ بالا لکھیں۔

اس کے بعد یہ کہنے کا کرتی مجاز نہیں رہا تاکہ
 وعلیٰ ذلک قال احد المستوفین لا صحابہ و رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم ان زیارۃ البیت و زیارۃ القبر
 الی زیارۃ اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قابل رشک بچپن

آام احمد رضا بریلوی کا بچپن کا یہ حال تھا کہ وہ بچپن میں
 تھا۔ ہمارے سال کی عمر میں بخار و قرآن میں مصروف تھا۔
 پندرہ سال کی عمر میں بڑے بیچ کے علمائے دین و قرآن میں مصروف تھا۔
 موصوفہ بچپن میں طویل تقریر کی تھی اور تیرہ سال و س کے عمر میں زیر علم سے

۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰
۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰	۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰	۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰

فارغ ہوتے۔ ۱۱۳

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے ایک مرتبہ فرمایا،

”میں اپنی مسجد کے سامنے کھڑا تھا، اس وقت میری عمر ساڑھے تین سال کی ہوگی۔ ایک صاحب اہل عرب کے لباس میں ملبوس جلوہ فرما ہوتے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ عربی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے عربی زبان میں گفتگو فرمائی۔ میں نے فیض عربی میں ان سے گفتگو کی، اس بزرگ سستی کو کچھ سمجھ ہی نہ سکیا۔“

کرامات کو تسلیم نہ کرنے والے اس واقعہ کو حیرت بلکہ انکار کی نگاہ سے دیکھتے ہیں مگر خدا نے خود انہیں تسلیم ہے کہ امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نے پیدا ہوتے تھے نئے سچے اس میں تعجب کی کوئی وجہ ہے کہ والد ماجد اور جد امجد کی توجہات کی بدولت وہ بچپن ہی کی میں گفتگو کرنے پر قادر ہوئے، قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہ کے بچے بھی عربی میں گفتگو کرتے ہیں۔

یہ مشہور اور مسلم ہے کہ سید احمد بریلوی، شاہ اسماعیل دہلوی کے پیرو مشد مروجہ درسی علوم حاصل نہیں کر سکے تھے، اس کے باوجود انہیں کتاب و سنت کا مالک ثابت کرنے کے لیے مولوی اسماعیل دہلوی نے ایک طریقہ اختیار کیا، وہ لکھتے ہیں،

”اللہ تعالیٰ کی عادت اسی قانون پر جاری ہے کہ کتاب و سنت کے مضامین کتب عربیہ اور فنون ادبیہ کے حاصل کرنے کے بعد حاصل ہوتے ہیں، لیکن بعض نفوس کا مد کو خرق عادت و کرامت کے طور پر ان مضامین لطیفہ پر پہلے اطلاع دے دیتے ہیں اور اسے قوم کی اصطلاح میں علم لدنی کہتے ہیں۔“

۲۲ ص	حیات اعلیٰ حضرت	لے غفر اللہ عنہم بہاری، مولانا
۱۹ ص	السر طویۃ	لے ظہیر
۱۳ ص	..	لے ایضاً

اور وہ فنون ادبیہ بعد میں میسر ہوتے ہیں بلکہ بعض اوقات مبادی کے حاصل کرنے میں مبتدیوں کی طرح ان فنون کے اساتذہ کی طرف محتاج ہوتے ہیں بلکہ بعض اوقات ابتدائی علوم و فنون سے خالی رہتے ہیں۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے، اپنے پیرومرشد کا کمال ثابت کرنے کے لیے طرقِ مادت ذکر است بھی تسلیم، علم لدنی بھی مسلم، بلکہ کتب عربیہ اور فنون ادبیہ سے محروم رہنے کے باوجود کتابِ سنت کے مضامین کا حصول نہ صرف مانا جا رہا ہے بلکہ دوسروں کو نمونے پر زور بیان صرف کیا جا رہا ہے لیکن امام احمد رضا بریلوی کا بچپن میں عربی میں گفتگو کرنا ایسا بعید امر ہے کہ حلق سے اترنا ہی نہیں اس جگہ ذکر است تسلیم نہ علم لدنی کی گنجائش!

اہل سنت و جماعت پر بلا وجہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے امام کو انبیاء کے تشبیہ دینا چاہتے ہیں، بلکہ انبیاء سے بلند مرتبہ دکھانا چاہتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک! اور یہ کہ امام احمد رضا بریلوی، اساتذہ کی تعلیم کے محتاج نہ تھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدائش کے وقت ہی علم عطا فرمادیا تھا۔ پھر طنز یہ انداز میں کہتے ہیں: یا پھر ولادت سے پہلے ہی علم دے دیا تھا۔

مالا نکہ اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ ولی کو نبی کے برابر یا افضل ماننا کفر ہے۔

صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی فرماتے ہیں:

”ولی کتابی بڑے مرتبہ والا ہو، کسی نبی کے برابر نہیں ہو سکتا جو کسی

غیر نبی کو کسی نبی سے افضل یا برابر بنائے، کافر ہے۔“

باقی رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ پیدائش کے وقت یا اس سے پہلے ہی علم عطا فرمادے،

ص ۶-۱۶۵

مراد مستقیم، ندوی

لے محمد اسماعیل دہلوی

ص ۱۷

البریلوی

لے غیبیہ

ص ۱۵

بنار شریعت، شیخ غلام علی (الاحمد)، ص ۱۵

لے امجد علی اعظمی مولانا

تو اس میں کونسی بات قابل اعتراض ہے؟ آیا یہ کہ اس وقت انسان میں قابلیت نہیں ہے؟
تو اس کے لیے سید صاحب کے بارے میں مذکورہ بالا عبارت میں نفوس کاملہ، خرق عادت،
اور علم لدنی کے انصاف کی یاد دہانی کافی ہے اور مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شبہ ہے، تو خود
سوچ لیجیے کہ آپ کا ٹھکانا کہاں ہے؟

نبوت کا دعویدار کون؟

مولوی اسماعیل دہلوی نے سراط مستقیم نامی کتاب سید صاحب کی امامت بلکہ اس سے
بھی بلند مقام ثابت کرنے کے لیے لکھی تھی، اس کا انداز ملاحظہ ہوا لکھتے ہیں،

”جو شخص ذات کا مراقبہ اس لحاظ سے کرے کہ وہ کائنات نبوت کا مشتاق ہے،

اسے نبوت کے ایک معنی پر فائز کر دیں گے، جس کا ادنیٰ درجہ اچھی خواہی ہیں۔

اسی طرح دوسرے درجے میں معنی رسالت کا اس پر فیضان ہو گا اور اسے تعظیم

عظیم اور خافوں، ہابوں اور معاندوں سے مناعہ کا اہتمام کیا جائے گا۔

تیسرے درجے میں ظہرانوں، سرکشوں کو ہلاک کرنے اور اطاعت کرنے والے

مخلصین کو انعام و اکرام کی بہت توفیق بخشے ہیں۔“

غور فرمایا آپ نے کہ مراقبہ کے پہلے درجے میں معنی نبوت، دوسرے درجے میں معنی رسالت

اور تیسرے درجے میں معنی خدمت و ہلاکت دینے کی قوت دی جاتی ہے، یعنی آخر میں خدا تعالیٰ

وہ دی جاتی ہے۔ تقویۃ الایمان کا فتویٰ بھی سامنے رہا،

یعنی اللہ سے زبردست کے ہوتے لیے عاجز لوگوں کو پکارنا کہ کچھ فائدہ اور

نقصان نہیں پہنچا سکتے، محض بے انصافی ہے کہ ایسے بڑے شخص کا مرتبہ ایسے

ناکارہ لوگوں کو ثابت کیجئے۔“

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ کسی کو فائدہ اور نقصان پہنچانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے
 اور یہی بات مراد مستقیم کے مطابق مراتب کے تیسرے درجے میں حاصل ہو جاتی ہے۔
 مراد مستقیم کا خاتمہ پوری کتاب کا مقصد معلوم ہوتا ہے، اس کے چند اقتباسات
 دل پر ہاتھ رکھ کر پڑھ لیجئے، لکھتے ہیں،

”ہمانا چاہیے کہ حضرت (سید احمد دہلوی) ابتداء فطرت سے طریقی نہوت
 کے اجمالی کمالات پر پیدا کئے گئے تھے۔“

پھر سید صاحب، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ہاتھ پر سلسلہ نقشبندیہ
 میں بیعت ہوئے۔ اس بیعت کے اثرات شاہ اسماعیل دہلوی کی زبان سے
 حصول بیعت اور حضرت شاہ صاحب کی توجیہات کی برکت سے بڑے
 وقیع معاملات ظاہر ہوئے۔ ان عجیب واقعات کے سبب سے وہ کمالات
 طریقی نہوت جو ابتداء فطرت میں اجمالی مسند پر تھے تفصیل اور شرح کو پہنچ گئے۔
 اس کے بعد ایک خواب بیان کرتے ہیں،

”ایک دن ولایت نواب علی مرگنی کرم اللہ وجہہ اور جناب سیدۃ النساء
 فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خواب میں دیکھا۔ جناب علی مرگنی نے حضرت
 سید صاحب کو اپنے دست مبارک سے غسل دیا اور ان کے بدن کو خوب
 اچھی طرح دھوا، جیسے باپ اپنے بیٹے کو غسل دیتے ہیں اور جناب
 حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بہت قیمتی لباس اپنے دست
 مبارک سے انہیں پہنایا۔“

۱۹۳	مراد مستقیم، فارسی	لے محمد اسماعیل دہلوی
۱۹۴	" " "	لے ایضاً
۱۹۵	" " "	لے ایضاً

اس وقت دہلوی صاحب کو نہ تو یاد رہا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے بعد از وصال تعزف ثابت کیا جا رہا ہے اور نہ ہی حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بے ادبی کا احساس رہا، کیونکہ وہ توسیع صاحب کے لیے کمالاتِ راہِ نبوت کی راہ کھولنے میں مصروف تھے آخر میں ٹیپ کا بند بھی ملاحظہ ہوا، لکھتے ہیں:

پس بسبب ہمیں واقعہ کمالاتِ طریقی نبوت، نہایت جلوہ گر گردیدہ ابتدائی ازل کی کہ ورازل الازال ممکنوں بود پر منقشہ ظہور رسید و عنایتِ رحمانی و تربیت یزدانی ہلا واسطہ اسدی مکتفل مال ایشان شد و معاملات متواترہ و وقائع مشکاثرہ پل دہنی بوقوع آمد، تاکہ روزے حضرت بل و علاءت است ایشان را بدست قدرت خاص خود گرفته و چیز سے را از امور قدسیہ کہ بس فیع و دریع بود پیش روئی حضرت ایشان کردہ فرمود کہ ترا این جنس مادہ ام و چیز ہائے دیگر خواہم داد۔ لے

”اسی واقعہ کے سبب کمالاتِ طریقی نبوت کامل طور پر جلوہ گر ہوئے اور ازل انتخاب کہ ازل الازال میں پوشیدہ تھا، منقشہ ظہور پر پہنچا اور رحمانی عنایت اور یزدانی تربیت کسی کے واسطہ کے بغیر ان کے مال کی تکمیل ہو گئی، معاملات اور واقعات مزاحمت اور تسلسل سے پیش آئے۔ یہاں تک کہ ایک دن اللہ تعالیٰ نے سید صاحب کا ہاتھ اپنی قدرتِ خاص کے ہاتھ میں پکڑا اور امورِ قدسیہ میں سے بلند عجیب چیز حضرت کے چہرے کے سامنے کی اور فرمایا تمہیں یہ کچھ دیا ہے اور بہت سی دوسری چیزیں بھی دوں گا۔“

مزید واضحیات انداز ملاحظہ ہوا، لکھتے ہیں:

القصاصات الی وقائع و اشباہ الی معاملات صمدہ در پیش آمدت الی کہ

کمالاتِ طریقِ نبوتِ جبرۃ علیائے خود رسید و الہام و کشف بطریقِ حکمت
انہامید این ست طریق استقفاۃ کمالاتِ راہِ نبوت ہے

انقصہ ایسے صمد واقعات اور معاملات پیش آئے، یہاں تک کہ کمالاتِ
طریقِ نبوت اپنی انتہائی بلندی کو پہنچ گئے اور الہام و کشف معلوم حکمت تک
پہنچ گئے۔ یہ ہے کہ کالاتِ راہِ نبوت کے ماحصل کرنے کا طریقہ۔

اہلِ سنت پر محض الزام ہے کہ وہ اپنے امام کو انبیاء کے برابر بلکہ ان سے جبرہ کر
ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ ”یہاں شریعت کے حوالے سے اہل سنت کا عقیدہ اس سے پہلے بیان
کیا جا چکا ہے کہ کسی ولی کو نبی کے برابر یا افضل جانا کفر ہے، لیکن مذکورہ بالا عبارت کا ایک
وضہ پھر مطالعہ کیجئے، تو کھل جائے گا کہ کس طرح سید صاحب کی ابتداء فطرت میں کمالاتِ
طریقِ نبوت اجمالاً مندرج دکھائے گئے۔ پھر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی بیعت کے
بعد وہ کمالاتِ طریقِ نبوت شرح و تفصیل تک پہنچے۔ پھر کالاتِ طریقِ نبوت نہایت
جلوہ گر کردیے اور اس کے بعد ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی اور پھر تصریح کی کہ
کالاتِ طریقِ نبوت جبرۃ علیائے خود رسید کالاتِ طریقِ نبوت اپنی انتہائی بلندی
کو پہنچ گئے۔

اب ہمیں جانا چاہئے کہ اپنے پیروں میں کون کونسا منصبِ نبوت پر کون کونسا فائز دکھانا چاہتا ہے
اہلِ سنت یا غیر مقلدین؟ یاد رہے کہ شاہ اسماعیل دہلوی علمائے غیر مقلدین کے نزدیک
مسلم امام کا درجہ رکھتے ہیں۔ حضرت قاضی مباحث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

و کذا لك من ادعنى مجالسة الله والعروج اليه
ومكالمت له

مراد مستقیم، قاضی، ص ۱۶۵

اشعارِ قادریؒ کتب خانہ نظامیہ، ص ۲۵

لے محمد اسماعیل دہلوی،

لے قاضی مباحث، امام،

”اسی طرح وہ شخص کافر ہے جو اُمتی ہو کر اللہ تعالیٰ کی ہم نشینی اس کی طرف عروج اور اس کے ہم کلام ہونے کا دعویٰ کرے۔“

امام احمد رضا بریلوی کے مقتدین پر تو یہ اعتراض ہے کہ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کئے کے وقت ہی علم عطا فرمایا تھا، لیکن غیر مقلدین کے پیروم رشد کے بارے میں کیا جاباب ہے اور اس پر کسی غیر مقلد کو اعتراض بھی نہیں۔

حضرت ابتدائے فطرت سے طریقی نبوت کے اجمالی کمالات پر پیدا کیے گئے تھے۔

پھر یہ کمالات شرح و تفصیل تک پہنچے۔

”پھر یہاں بااست اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر ہم کلامی۔“

”پھر کمالات طریقی نبوت انتہائی بلندی کو پہنچ گئے۔“

بچپن کا ایک واقعہ

امام احمد رضا بریلوی کی نو عمری کا زمانہ ہے، والد ماجد مولانا نعمتی علی خاں سے اصول فقہ کی دقیق ترین کتاب مسلم اشہد پڑھ رہے تھے، ایک جگہ حاشیہ پر والد ماجد نے ایک جواب کی تقریر لکھی تھی، اب ہمدیکھتے ہیں، تو اس سے آگے کتاب کا مطلب اس انداز میں لکھا ہوا تھا کہ سرے سے اعتراض وارد ہی نہ ہوتا تھا اور نہ جواب کی ضرورت رہتی تھی، اس تقریر کو دیکھ کر انہیں مسرت ہوئی اور یہ معلوم کر کے تو بہت ہی مسرور ہوئے کہ یہ تقریر ان کے

۱۶۳ ص	صلیٰ مستقیم فارسی	۱۶۳ ص	۱۶۳ ص
۱۶۴ ص	" " "	۱۶۴ ص	۱۶۴ ص
۱۶۵ ص	" " "	۱۶۵ ص	۱۶۵ ص
۱۶۶ ص	" " "	۱۶۶ ص	۱۶۶ ص

برہنہار صاحبزادے اور شاکر نے لکھی تھی، اُسے کر سہنے سے لگایا اور فرمایا:

”امجد رضا اتم محمد سے پڑھتے نہیں بلکہ محمد کو پڑھاتے ہوئے۔“

اعترافِ برائے اعتراض کرنے والوں کے لیے یہ امر بھی باعثِ حیرت و انکار ہے۔
حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا بریلوی کی جعفری صلاحیتوں کو دیکھ کر ایک دنیا اٹھت ہوئی۔

مرزا غلام قادر بیگ کون تھے؟

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز کے مخالفین کی بے مانتی کا یہ عالم ہے کہ پادشہا
الزامات عائد کرنے سے بھی نہیں چمکتے اور یہ نہیں سمجھتے کہ خلوک و شبہات کی تاریکی چھپتے
کتنی درگاہ کی اور جب غلبتِ شب اعتراضات قدس ہوگی تو امام احمد رضا بریلوی کا قدار
اونچا ہو چکا ہوگا۔

ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے:

والجديد بالذکر ان المدرس الذي كان يدرسه
مرزا غلام قادر بيك كان اقطاعي زاعلام احمد المتنبی
القادياني۔ تہ

”قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ جو مدرس انہیں پڑھایا کرتا تھا۔ مرزا غلام قادر بیگ
نبوت کے جھوٹے دعوے دار مرزا غلام احمد قادیانی کا بھائی تھا۔“
اس سلسلے میں چند امور توجہ طلب ہیں:

ہمیں یہ کہنے کا حق ہے کہ ثابت کیا جاتے کہ امام احمد رضا بریلوی کے استاذ

۱۲۷ ص ۱۲۷ خواتین احمدیہ نے طغرائی بہاری مولانا

۱۹ ص ۱۹ نے تعبیر

۲۰ ص ۲۰ نے ایضاً

مرزا غلام قادر بیگ سر راستہ قادیاں کے بھائی تھے، فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَكِنْ تَفْعَلُوا
فَاتَّقُوا النَّاسَ الَّتِي ذُكِرُوا هَآئِلُ النَّاسِ وَالْجِبَارَةُ لَا۔

کان بدرستہ کا یہ مطلب ہے کہ مرزا غلام قادر بیگ مستقل استاد تھے جن سے
امام احمد رضا بریلوی نے تمام یا اکثر و بیشتر کتابیں پڑھی تھیں، حالانکہ ان سے صرف چند
ابتدائی کتابیں پڑھی تھیں۔ ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری فرماتے ہیں،
”میزان منشعب دھیو جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب سے پڑھنا
شروع کیا۔“

”جب عربی کی ابتدائی کتابوں سے حضور فارغ ہوئے تو تمام دینیات کی
تکمیل اپنے والد ماجد حضرت مولانا مولوی نقی علی صاحب سے
تمام فرمائی۔“

رومرزائیت

امام احمد رضا بریلوی کے مخالفین بھی تسلیم کریں گے کہ وہ مرزائیوں اور اسلام کے نام
پر بد مذہبی پھیلانے والے تمام فرقوں کے لیے دشمنیہ نیام تھے۔ مرزائیوں کے خلاف
مستند و رسائل تحریر فرمائے۔ چند نام یہ ہیں،

(۱) الْمُبِیِّنُ خَطْمُ الشَّيْطَانِ

(۲) الشُّعْرُ وَالْعِقَابُ عَلَى التَّبَسُّعِ الْكَذَّابِ۔

(۳) قَصْرُ الدِّيَانِ عَلَى مُرْتَدِّ بَعَاوِيَانِ

(۴) حِزَامُ اللَّهِ عَذَقَهُ بِأَبَابِشِهِ خَطْمُ النُّبُوَّةِ

(۵) أَجْرُ أَذِ الدِّيَانِ عَلَى الْمُرْتَدِّ الْقَاوِيَانِ

کے استاد، مرزا غلام قادر بیگ رحمہ اللہ تعالیٰ پہلے بریلی میں رہے۔ پھر کلکتہ چلے گئے اور بریلی سے بذریعہ استفسار رابطہ رکھتے رہے۔

ملک العلماء مولانا غفر الدین بہاری فرماتے ہیں:

”میں نے جناب مرزا صاحب مرحوم و مغفور دمرزا غلام قادر بیگ کو دیکھا تھا، گوارا چار رنگ عمر تقریباً اسی سال داڑھی سر کے بل ایک ایک کے سفید مسامندھے رہتے۔ جب کبھی اعلیٰ حضرت کے پاس تشریف لاتے اعلیٰ حضرت بہت ہی عزت و تکریم کے ساتھ پیش آتے۔ ایک زمانہ میں جناب مرزا صاحب کا قیام کلکتہ، امرتھلی میں تھا، وہاں سے اکثر رسالات جواب طلب بھی کرتے۔ قادیانی میں اکثر استفسار ان کے لیے۔ انہیں کے ایک بھائی کے جواب میں اعلیٰ حضرت نے رسالہ مبارکہ تہذیبی ایتقین بان بیتنا سید المرسلین تحریر فرمایا ہے۔ قادیانی رضویہ جلد سوم مطبوعہ مبارک پور انڈیا کے ص ۸ پر ایک استفسار ہے جو مرزا

غلام قادر بیگ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۲۱ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ کو ارسال کیا تھا۔

ان تفصیلات کو پیش نظر رکھیے، آپ کو خود بخود یقین ہو جائے گا۔ مرزا سے قادیانی کا بھائی اور امام احمد رضا بریلوی کے استاد دو الگ الگ شخصیتیں ہیں۔

- وہ قادیان کا معزول تھانیدار ————— یہ مدرس ٹائپ گلوٹی
- وہ پچھن سال کی عمر میں مر گیا ————— یہ اسی سال کی عمر میں حیات تھے
- وہ ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء میں فوت ہوا ————— یہ ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء میں زندہ تھے
- کیونکہ عادتاً ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ وہ ۱۸۸۳ء میں قادیان میں فوت ہوا اور وفات کے ٹھیک پچودہ برس بعد ۱۸۹۴ء میں کلکتہ سے بریلی استفسار بھیج دیا ہو۔

پروفیسر محمد ایوب قادی نے ایک مکتوب میں لکھا:

میں انفرائے محض ہے، امرنا غلام قادر بیک بریلوی قطعاً دوسری شخصیت ہیں
 میں تفصیلی جواب ارسال خدمت کروں گا، اطمینان فرمائیے۔
 شعبہ تاریخ احمدیت، اردو سے دوست محمد شاہ نے پروفیسر محمد سعید محمد بریل
 گورنمنٹ سائنس کالج، ٹھٹہ کے نام ایک مکتوب میں لکھا ہے،
 ”بڑے بھائی مرزا غلام قادر صاحب نے آپ کے دعوائی سمیت (۱۸۹۱ء)
 آٹھ سال قبل ۱۸۸۳ء میں انتقال کیا۔ آپ خود آپ کے کوئی بھائی
 ہنس بریلی، رٹنہ بریلی یا گلشن میں مقیم نہیں رہے۔
 اس کے بعد یہ کہنے کا کوئی حجاز نہیں کہ امام احمد شاہ کے استاد مرزا غلام قادر بھائی
 کے بڑے بھائی تھے۔“

علامہ عبدالحق خیر آبادی سے ملاقات

امام احمد رضا بریلوی ایک مرتد اپنے خاص رشتہ داروں کے انکار باوجود
 آپ کے خسر شیخ فضل حسین مرحوم، نقاب کتب خانوں کے ان اہل حق سمیت
 انہوں نے نقاب صاحب کے ننگہ کیا اہل حقوں نے انہیں اشتباہ آپ کو طلب کیا۔
 نقاب صاحب نے آپ کو اپنے خاص پڑا کی ہنشا یا ان کی بی بی باخیر پر چھوڑ رہے۔
 دوران گفتگو کہنے لگے یہاں مولانا عبدالحق خیر آبادی مشہور مفتی تھے۔ ان سے تشریح کی چھٹی
 کتابیں پڑھ لیجئے۔ آپ نے فرمایا، اگر والد ماجد کی اجازت ہوگی تو گھر میں غمیر سکتا ہوں۔

لے مکتوب بنام راقم، تخریج ۳۱ مئی ۱۹۸۳ء

نوٹ: ۱۔ انفرس کر ۲۲ نومبر ۱۹۸۳ء کو پروفیسر محمد ارباب قادر صاحب ایکسپریس
 جہاں تک ہو سکے۔ اس لیے انہیں تفصیلات لکھنے کا موقع نہ مل سکا۔ ۲۔ شرف قادر
 محمد سعید احمد پروفیسر مکتوب بنام راقم ۳۰ دسمبر ۱۹۸۳ء

استے میں اتفاقاً علامہ عبدالحق خیر آبادی تشریف لے آئے۔
 نواب صاحب نے تعارف کرانے کے بعد اپنے مشورہ کا ذکر کیا اور بتایا کہ نو عمری کے
 باوجود ان کی سب کتابیں ختم ہیں۔ علامہ خیر آبادی فرمایا کرتے تھے :
 ”دنیا میں صرف اڑھائی عالم ہوئے ہیں، ایک مولانا بکرا العلوم، دوسرے
 والد مرحوم اور نصف بندہ معصوم۔“

انہیں تعجب ہوا اور دریافت کیا منسلق کی آخری کتاب کرنسی پر مبنی ہے؟ امام احمد رضا
 نے فرمایا، قاضی مبارک، علامہ نے پوچھا، شرح تہذیب پڑھ چکے ہیں؟ آپ نے ان کے
 مظہر کو محسوس کر کے فرمایا، کیا جناب کے ہاں قاضی مبارک کے بعد شرح تہذیب پڑھائی
 جاتی ہے؟

اب علامہ نے موضوع سخن تبدیل کرتے ہوئے پوچھا، اب کیا مشغلہ ہے؟ آپ نے فرمایا
 تدریس، افتاء، تصنیف، فرمایا، کس فن میں تصنیف کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا مسائل معیہ
 اور رد و دایہ ایہ سن کر فرمایا، رد و دایہ؟ ایک میرادہ بدالونی شبلی ہے کہ ہمیشہ اسی خط میں
 رہتا ہے۔ یہ اشارہ مولانا عبدالقادر بدالونی کی طرف تھا جو علامہ فضل حق خیر آبادی کے
 شاگرد اور علامہ عبدالحق خیر آبادی کے دوست تھے، اسی لیے انہیں میرا فرمایا۔

امام احمد رضا بریلوی نے فرمایا،
 ”جناب کو معلوم ہوگا کہ دایہ کا رد سب سے پہلے مولانا فضل حق، جناب کے والد ماجد
 ہی نے کیا اور مولوی اسماعیل دہلوی کو پھرے مجمع میں مناظرہ کر کے ساکت کیا اور ان
 کے رد میں ایک مستقل رسالہ بنام تحقیق الفتویٰ تحریر فرمایا۔“

لے مظہر الدین بہاری، مولانا، حیات اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۲۲-۲۳

نوٹ: مجدد تعالیٰ علامہ فضل حق خیر آبادی کی تصنیف لطیف تحقیق الفتویٰ فی البطلان المغفیری فارسی
 مع ترجمہ چھپ چکا ہے اور مکتبہ قادریہ، ہمامہ نظامیہ رضویہ سے مل سکتی ہے۔ ۱۲ شرف قادری

علامہ عبدالحق خیر آبادی نے فرمایا: اگر ایسی ہی حالت حرجی میرے مقابلہ میں رہی تو میں پڑھا نہیں سکوں گا۔ امام احمد رضا بریلوی نے فرمایا:

”آپ کی باتیں سن کر میں نے پہلے ہی فیصلہ کر لیا کہ ایسے شخص سے منطق پر معنی اپنے علمائے ملت، مدعیانِ سنت کی توہین و تحقیر یعنی ہر گئی اسی وقت پڑھنے کا خیال بالکل دل سے دور کر دیتا ہوں۔ حضور کی بات کا ایسا جواب دینا۔۔۔ اس تفصیل سے دو باتیں سامنے آئی ہیں:

- ۱۔ امام احمد رضا بریلوی اس وقت کا مروجہ نصاب پڑھ چکے تھے۔ نواب رامپور نے منطق کی ان کتابوں کے پڑھنے کا مشورہ دیا تھا جو نصاب سے خارج اور مستندین مشافہ ابن سینا، قطب شاہی اور میرزا قزوینی کی تصنیفات تھیں۔
- ۲۔ امام احمد رضا بریلوی نے علامہ خیر آبادی کی گفتگو میں ملحدانہ دلیل سنت کی حقیقت کو کر کے علامہ سے کچھ نہ پڑھنے کا فیصلہ کیا تھا، ورنہ علامہ نے پڑھانے سے انکار نہیں کیا تھا۔ مخالفت بلکہ نفیِ صحت کے زاویہ نگاہ سے دیکھنے والے اس واقعہ کو دوسرے رنگ میں پیش کرتے ہیں، ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں:

”بریلوی اپنے قائد کو بچپن ہی میں نابالغ ثابت کرنے کے لیے بار بار اس قول کو دہراتے ہیں کہ ان کے قائد چودہ سال کی عمر میں تعلیم سے فارغ ہو گئے تھے۔ پھر اس جھوٹ اور اپنے قائد کے اس مجرمے کو قبول گئے اور بیان کیا کہ انہوں نے اس وقت کے مشہور عقول عالم عبدالحق خیر آبادی ابنِ فاضل شہلِ حق خیر آبادی سے پڑھنے کا ارادہ کیا، لیکن وہ دہائیوں سے ان کی شدید مخالفت کی بناء پر راضی نہ ہوئے۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب ان کی عمر صرف بیس سال تھی۔“

علامہ خیر آبادی کی ملاقات کا واقعہ تفصیل کے ساتھ گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔
اسے ایک دفعہ پھر پڑھیے اور خود دیکھیں لگا کر دیکھیے کہ اس مخالفانہ بیانی میں کتنی صداقت
ہے! چند سوچو مطلب ہیں:

۱۔ چودہ سال کی عمر میں تحصیل علوم سے فارغ ہونے کو صوبہ کسی نے کہا ہے؟
یہ مخالف کی کج فہمی کا نتیجہ ہے یا نیند کا لاشعور؟

۲۔ امام احمد رضا بریلوی تقریباً چودہ سال کی عمر میں مروجہ علوم اور دینی کتب سے فارغ
ہو گئے اسی سال کی عمر میں علامہ خیر آبادی سے پڑھتے تو منطق کی بعض غامض از فصاحت
کتابیں پڑھتے، ان دونوں باتوں میں کیا مخالف ہے؟ اور کیسے ثابت ہو گیا کہ وہ چودہ سال کی عمر
میں مروجہ دینی کتب سے فارغ نہیں ہو گئے تھے۔

۳۔ علامہ خیر آبادی کی نظر سے علماء اہل سنت کی شان میں خفیف امریہ گفتگو سن کر
امام احمد رضا بریلوی نے خود پڑھتے کا فیصلہ کیا تھا اور یہ قطعاً صحیح نہیں کہ علامہ پڑھانے
کے لیے تیار نہیں ہوئے تھے۔

۴۔ یہ بھی درست نہیں کہ دہائیوں کے شدید مخالف ہونے کے سبب وہ پڑھانے پر
راہی نہیں ہوئے تھے، انہوں نے صرف اتنا کہا تھا:

”اگر یہی حاضر جماعت میرے مقابلہ میں رہی تو میں پڑھا نہیں سکوں گا۔
دونوں بیان ایک دوسرے سے بالکل الگ الگ ہیں

حضرت شاہ آل رسول مارہروی سے اجازت

پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین آزاد (علی گڑھ) فرماتے ہیں:

”۱۲۹۴ھ میں مارہرو حاضر ہو کر حضرت سید شاہ آل رسول احمدی
کے کمرے ہوئے اور خلافت و اجازت جمیع سلاسل و سند حدیث سے

مشرف ہوئے۔ ۹۰

حضرت شاہ ابوالحسن احمد نوری سے استفادہ

ملک العلماء مولانا قمر الدین بہاری امام احمد رضا بریلوی کا شاگرد بن کر تھے۔
جمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ میں شریفیہ صحت سے مشرف ہوئے تعلیم طریقت
پر و مرشد برقی سے حاصل کیا۔ ۱۲۹۶ھ میں حضرت کا وصال ہوا تو اہل خیال
مجھے حضرت سیدنا شاہ ابوالحسن احمد نوری اپنے ابن ابی ولید و
سکاتہ نقشبین کے پر و فرمایا۔ حضرت نوری میاں صاحب سے کچھ تعلیم طریقت
و علم حکمیر، جفر و غیب و علوم میں ملے حاصل کیے۔
اب مجھ کا پھیر باتیت کا فقیر کسان و دوزخ پر مگر سے استفادہ کی بنا پر
امام احمد رضا بریلوی کے چھ سال کی عمر میں مر و علوم و کتب سے غافل ہو کر کثرت
قرار دیا بار بار ہے اور کہا بار بار ہے، لہذا کہ لا فکد ابی القاسم نور ساقی فنا شد
فنا تبصر و طاعت ہو گئے ہیں۔
اُس سے بھی بڑی بات یہ کہ میں نے کئی کئی بار شاہ احمد نوری
سید کمال رسول شاہ کی ۱۲۹۳ھ میں شریفیہ صحت کی امان سے مر و
و خیر و علوم کی اجازت حاصل کی۔
اور ان کے بعد ان کے بیٹے ابوالحسن احمد سے بھی علوم میں استفادہ
۱۲۹۶ھ کا واقعہ ہے۔

۳۵۶	میں	الغیرضا	لے مختار الدین احمد و ڈاکٹر
۲۷-۵	میں	مناجیہ صحت	لے قمر الدین بہاری ملاحظہ
۲۰	میں	البرقیہ	لے غیبیہ

اہل علم جانتے ہیں کہ مروجہ علوم و کتب سے فراغت الگ چیز ہے اور کسی بزرگ سہما
 تبرکاً حدیث کی سند اور طریقت کی تعلیم حاصل کرنا یا علم تکسیر اور علم جفر حاصل کرنا جو مروجہ
 علوم میں داخل نہیں قطعاً دوسری چیز ہے۔ عموماً یہی ہوتا ہے کہ مدارس میں پڑھائے جانے
 والے نصاب کے پڑھنے کے بعد کسی روحانی شخصیت سے طریقت و جبر کے علوم کا استفادہ
 کیا جاتا ہے۔ شاید ان صاحب کے نزدیک مروجہ نصاب سے فارغ ہونے کے بعد تحصیل
 علم کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ بی اے کا سند یافتہ گریجویٹ بن جاتا ہے پھر اعلیٰ تعلیم
 کے لیے ایم اے اور پی ایچ ڈی کرتا ہے اب اگر کوئی شخص کہے کہ اس نے ڈگری حاصل
 نہیں کی یہ تو ابھی تحقیقی مقالہ لکھ رہا ہے تو اس سے کیا کہا جائے؟

امام احمد رضا

اور شیعہ

پاسان مسلک اہل سنت امام احمد رضا بریلوی دگر فرقہ باطلہ کی طرح شیعہ کا بھی سخت رد فرمایا۔ شیعہ عام طور پر دو گروہ ہیں، ایک وہ جو خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خلیفہ برحق مانتا ہے، لیکن حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو ان سب سے افضل مانتا ہے، یہ تفضیلیہ ہیں۔ دوسرا گروہ معاذ اللہ؛ خلفائے ثلاثہ کو خلیفہ برحق نہیں مانتا، انہیں غاصب قرار دیتا ہے اور خلیفہ بلا فصل حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مانتا ہے۔ دیگر صحابہ خصوصاً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنا لیا ہے۔ اہل طالع کے بارے میں اصرار رکھتا ہے کہ وہ ایمان لے آئے تھے۔

امام احمد رضا بریلوی نے رد شیعہ میں متعدد رسالے لکھے جن میں سے چند یہ ہیں:

(۱) رد الرفضہ (رد افضی زمانہ کا رد کہ نہ مثنیٰ ان کا وارث

نہ ان سے نکاح)

(۱۳۲۰ھ)

(۲) الادلۃ الطاعنۃ (رد افضی کی اذان میں کلمہ خلیفہ بلا فصل

کا شدید رد)

فی اذان الملا عند ۱۳۰۶ھ

(۳) اعلیٰ الافادۃ (تعزیر داری اور شہادت نامہ

کا حکم)

فی تعزیرۃ المعتد و بیان الشہادۃ

(۱۳۲۱ھ)

(۴) جَزَاءُ اللَّهِ عَذَابًا (مرزا یوں کی طرح روائف کا بھی رد)

بِأَبَائِهِمْ النَّبِيُّ (۱۳۱۴ھ)

• مناقب خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

(۵) غایتہ التحقيق (پہلے غلیظہ برحق کی تحقیق)

فی امامتہ العلیٰ والصدیق

(۶) الکلام البہی

حضرت صدیق اکبر کی غنی اکرم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم سے مشابہتیں

فی تشبہ الصدیق بالنبی (۱۲۹۷ھ)

(۷) کبریات اکوہکم عند اللہ العزیز

کی تفسیر اور مناقب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۸) الکر لال الاثقی (۷۷۱ھ)

من بحی سبقتہ الاثقی (۱۳۰۰ھ)

(۹) مطلق الثمین

فی ابانۃ سبقتہ الثمین (۱۲۹۷ھ)

(۱۰) شیعین کریمین کی فضیلت پر

مبسوط کتاب

(۱۱) شیعین کریمین کے وہ اسماء مہارکہ جو

(۱۲) وجہ المشوق

پہلے اصحاب الصدیق والقدیق (۱۲۹۷ھ)

امادیت میں وارد ہیں

(۱۳) قرآن کریم کے جمع ہوا حضرت عثمان رضی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خاص طور پر جامع القرآن

(۱۴) تجتمع النور آن

وینورون وک یعثمان (۱۲۳۳ھ)

کیوں کہتے ہیں؟

• مناقب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۵) تفسیلیہ اور مفتحات امیر معاویہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا

(۱۶) البشوی العاجلہ

من تحت آجلہ (۱۳۰۰ھ)

(۱۷) مناقب حضرت امیر معاویہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۸) عرش الاعوان والاکرام

لاولی ملوک الاسلام (۱۳۱۲ھ)

(۱۳) رَبُّ الْأَهْوَاءِ الْوَاحِدِ (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

فِي بَابِ الْأَمِيرِ مُعَاوِيَةَ (۱۳۱۲ھ) پر مطاعن کا جواب

(۱۴) أَهْلًا مِّنَ النَّصَابَةِ الْمُؤْمِنِينَ (حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ اور

بِلَامِ مِثْرٍ مُّخَافِيَةٍ وَأَمَّ الْمُؤْمِنِينَ (۱۳۱۳ھ) امیر معاویہ کے ساتھ کون سے صحابہ تھے)

(۱۵) الْأَحَادِيثُ الرَّابِعَةِ (امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

لِسَنَدِ الْأَمِيرِ مُعَاوِيَةَ (۱۳۱۳ھ) مناقب کی احادیث)

● رَوِّ تَفْصِيلًا

(تفصیلیہ اور مستقہ کارو)

(۱۶) أَخْبَرَنِي الْوَالِجُ

فِي بَابِ الْخَوَارِجِ (۱۳۰۵)

(تفصیلیہ اور مستقہ کارو)

(۱۷) أَلْقَنَصَامُ الْحَيْدَرِي

عَلَى مَحْمُودِ السَّيَّارِ الْمُعْتَرِي (۱۳۰۶ھ)

(مسند تفصیل اور تفصیل میں صحیح الامم)

(۱۸) الرَّائِحَةُ السَّابِرِيَّةُ

عَنِ الْجَمْعَةِ الْحَيْدَرِيَّةِ (۱۳۰۷ھ) کا بیان

(تفصیل و تفسیق سے متعلق سات سوالوں

(۱۹) لَمُعَةُ الشُّعْبَةِ

يَعْدِي شَيْعَةَ الشُّعْبَةِ (۱۳۱۲ھ) کا جواب

● اِبْرَاءَالِ كَاجِمَا

(ایک سو بیس کتب تفسیر و عقائد وغیرہ)

(۲۰) شَوْحُ الْمَطَالِبِ

فِي مَبْجُثِ آتِي طَالِبِ (۱۳۱۶ھ) سے (زمانہ نہ لانا ثابت کیا)

ان کے علاوہ وہ رسائل اور قصائد جو سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان

میں لکھے ہیں وہ شیعہ وروافس کی تردید ہیں، کیونکہ شیعہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے ساتھ غرض عقیدہ کی نہیں رکھتے، اس لیے کہ حضرت غوث اعظم فضائل صحابہ کے قائل ہیں۔

نکاح کر سکے گا؟ امام احمد رضا بریلوی نے علم جفر سے سوال کیا جواب آیا:
 "اس سے کیسے نکاح کرے گا، جبکہ وہ مشکوک ہے اور کبھی بھی ایمان نہیں
 لانے لگا۔" ^۱
 دوسرے سوال کرنے کی ضرورت نہیں پڑی، اسی جواب کو یوں بیان کیا جاسکتا
 ہے کہ اگر وہ عورت ایمان لے آئے تو نکاح ہو جائے گا، ورنہ نہیں۔

شیعہ کا حکم؟

روائع کا حکم کیا ہے۔ امام احمد رضا بریلوی اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:
 "رافضی اگر امیر المومنین علی مرتضیٰ کو شیعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر نفیست سے توبہ متبتع
 ہے جیسے قتادی خلاصہ، مالگیری وغیرہ میں ہے اور اگر شیعین یا ان میں سے ایک کی
 امانت کا انکار کرے تو فقہار نے اسے کافر قرار دیا اور متکلمین نے جہتی اور اسی میں
 زیادہ احتیاط ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے لیے بلا کا قائل ہو کہ اسے پہلے علم نہیں ہوتا
 شے واقع ہونے کے بعد علم ہوتا ہے، یا کہے کہ یہ وہ قرآن ناقص ہے۔ مسابہ کسی
 دوسرے نے اس میں تحریف کی ہے یا ایک امیر المومنین (علی مرتضیٰ) یا اہل بیت میں سے
 کوئی امام اللہ تعالیٰ کے نزدیک انبیاء سابقین صلی اللہ تعالیٰ علیہم وسلم سے افضل ہے
 جیسے کہ ہمارے شہر کے رافضی کہتے ہیں اور ان کے اس دور کے جہد نے تصریح کی
 ہے تو وہ قطعاً کافر ہے اور اس کا حکم مرتدوں والا ہے جیسے کہ قتادی امیر کے
 حوالے سے مالگیری میں ہے۔" ^۲

اس کے علاوہ احکام شریعت (مزینہ پیشکش کمپنی کراچی) کے درج ذیل صفحات:

۱۔ امام احمد رضا بریلوی، الامام
 ۲۔ الرسائل الرضویہ لسان المنیر، مرکز مجلس علماء لاہور، ص ۶
 ۳۔ ایضاً،
 قتادی الحرمین، ج ۱ صفحہ ۱۵۱ (مکتبہ الرشیدی، ترکی)، ص ۱۰

۱۲۲ — ۱۲۶ — ۱۲۷ — ۱۲۸ — ۱۲۹

اور قادی زینبہ بیکہ ششم مطہرہ مبارک پڑھنا کے صبح و شب صغیرات و اعظم کے باب میں۔

۲۵ — ۳۲ — ۳۵ — ۳۷ — ۴۲ — ۱۵۸ — ۱۶۹ — ۲۲۹

۲۷۷ — ۲۸۲ — ۲۸۶ — ۲۹۰ — ۵۲۷ — ۵۲۸

اسی طرح قادی زینبہ کی باقی جلدیں دیکھیے، معلوم ہو جائے گا کہ امام احمد رضا بریلوی نے شیعہ اور روافض کے بارے میں کیا کیا احکام بیان کیے ہیں۔

مشہور زمانہ سلام کے چند اشعار دیکھیے۔

یعنی اس افضل الخلق بعد الرسل	ثانی اشہین ہجرت پہ لاکھوں سلام
وہ عمر جس کے احسا پہ شہید استقر	اس خدا داد حضرت پہ لاکھوں سلام
در منشور قرآن کی سبکبہی	زوجہ و زور عفت پہ لاکھوں سلام
یعنی عثمان صاحب قیس بنی	سُندہ پر شش شہادت پہ لاکھوں سلام
مرغی شیر حق اشعین الاشعین	ساتی شیر و شہرت پہ لاکھوں سلام
اولیں دافع اہل رخص و حسد و ج	چار می رنگی ملت پہ لاکھوں سلام
ماحق رخص و تفسیل نصب و خروج	حامی دین و سنت پہ لاکھوں سلام

سبحان اللہ کس عمدگی کے ساتھ مسکب اہل سنت کی ترجمانی فرمائی ہے۔ بے شک اہل سنت کا امام ہی اتنی نفیس ترجمانی کر سکتا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی نے روایت بار میں ۱۶ اشعار پر مشتمل طویل قصیدہ کہا جس میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب بڑی شرح و بسط سے بیان کیے اور آخر میں بدعتوں پر تندہ تر تنقید کی ہے۔ زبور بیان، حکومہ الفاظ اور مطالب کی بلندی و نیچائی اور پڑھنے سے تعلق رکھتی ہیں چند اشعار طالعہ ہوں۔

علی سے محبت عمر سے عداوت کہیں بھی ہوئے جمع نذر وغیاہب
روافض پہ واللہ قہر علی ہے خوارج پہ فاروق اعظم معاتب
دہی تو محبت ان حیدر جو رکھیں تھپے کی تہمت سرشیر غالب؟

شیعہ ہونے کا الزام

دین و دیانت رکھنے والے حضرات کے لیے یہ امر باعث حیرت ہوگا کہ اہل سنت کے
امام مولانا شاہ احمد رضا بریلوی پر لگائے جانے والے بے بنیاد الزامات میں سے ایک
الزام یہ بھی ہے:

”وہ ایسے شیعہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے جس نے اہل سنت کو
نقصان پہنچانے کے لیے بطور تقیہ، شنی ہونا ظاہر کیا تھا۔“

پندرہویں صدی کا عظیم ترین جھوٹ بولتے ہوئے یہ نہیں سوچا کہ کیا ساری دنیا
اندھی ہو گئی ہے جسے امام احمد رضا بریلوی کی تصانیف کا مطالعہ کرنے کا موقع نہیں ملے گا
جو شخص فتاویٰ رضویہ اور دیگر بلند پایہ ملی تصانیف کا مطالعہ کرے گا، وہ آپ کی صداقت اور
دیانت کے بارے میں کیا رائے قائم کرے گا؟ کیا قیامت کے دن، واحد قہار کی اگلاہ میں
جواب دی کا یقین بالکل ہی باتار ہو؟ یا روز قیامت کے آنے کا یقین ہی نہیں ہے۔
اس آدھوے پر جو دلائل پیش کیے گئے ہیں، وہ اس قدر بے وزن اور غیر معقول ہیں کہ
دلائل کہلانے کے قابل ہی نہیں، ذیل میں ان کا مختصر سا جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

الزام ۱: ان کے آباء اجداد کے نام شیعوں والے ہیں، ایسے نام
اہل سنت میں مانجے نہ تھے اور وہ یہ ہیں:

بے محمد محبوب علی خاں مولانا، مدائن بخشش (نام مستتر) پریس، ناہم، ج ۳، ص ۲۶

البریلویہ ص ۲۱

۱۰
۱۱

احمد رضا، ابن لقی علی ابن رضا علی ابن کاظم علی علیہ

نواب صدیق حسن خان کے والد کا نام حسن، دادا کا نام علی اسحاق بیٹے

کا نام میر علی خاں اور میر نور الحسن خان علیہ

غیر مقلدین کے فیض اہل تدریسین دہلوی ہیں، مدراس کے مولوی صاحب کا نام محمد باقر ہے۔ قنوج کے مولوی کا نام ہے رستم علی ابن علی اصغر ایک دوسرے مولوی کا نام غلام حسنین ابن مولوی حسین علی۔ ان لوگوں کا تذکرہ نواب بھوپالی کی کتب ایجب العلوم کی تیسری جلد میں کیا گیا ہے۔ اہل حدیث کے جریدے اشاعت السنۃ کے ایڈیٹر کا نام محمد حسین بٹالوی ہے۔ کیا یہ سب شیعہ ہیں؟

الزام علیٰ بریلوی نے ائمہ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں ایسے کلمات کہے کہ انہیں سنی کبھی زبان پر نہیں لاسکتا۔

اللہم سبطنک هذا بمستان عظیم

حدائق بخشش حصہ سوم

امام احمد رضا بریلوی کا تہیہ دیوان دو حصے پر مشتمل ہے یہ ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء میں مرتب اور شائع ہوا۔ ماہ صفر ۱۳۲۰ھ / ۱۹۲۱ء کو آپ کا وصال ہوا۔ وصال کے دو سال بعد ذوالحجہ ۱۳۲۲ھ / ۱۹۲۳ء میں مولانا محمد محبوب علی قادری لکھنوی نے آپ کا کلام متفرق مقامات سے حاصل کر کے حدائق بخشش حصہ سوم کے نام سے شائع کر دیا۔ انہوں نے مسودہ نابھہ سلیم پریس، نابھہ کے سپرد کر دیا، پریس والوں نے کثرت کوفائی اور کتاب چھاپ دی۔

۲۱ ص	البریلوی	لے ظہیر
۲۲ ص	ابو العلوم	عہ صدیق حسن خان بھوپالی، نواب
۲۱ ص	البریلوی	لے ظہیر

کاتب بد مذہب تھا، اُس نے عائشہ یا عائشہ چننا ایسے اشعار ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مدح کے قصیدے میں شامل کر دیئے جو اہم ذریعہ وغیرہ کے محاوروں کے بارے میں تھے، ان محدثوں کا ذکر حدیث کی کتابوں میں شریف، ترمذی شریف اور نسائی شریف وغیرہ میں موجود ہے۔

مولانا محمد محبوب علی خاں سے چند ایک تصامیح ہوئے،

(۱) چھپائی سے پہلے انہوں نے اپنی مصروفیات اور پریشانیوں پر احتلاک کے چھپنے سے پہلے کتابت کو چھیک رکھا۔

(۲) کتاب کا نام خدا تعالیٰ بخشش بھستہ سوم رکھ دیا، حالانکہ انہیں چاہیے تھا کہ اقیاتِ رضا یا انقیاس کا کوئی دوسرا نام رکھتے۔

(۳) ٹائٹل پیج پر کتاب کے نام کے ساتھ ۱۳۲۵ء بھی لکھ دیا حالانکہ یہ سب پہلے دو حصوں کی ترتیب کا تھا جو مصنف کے سامنے ہی چھپ چکے تھے۔ تیسرا حصہ تو ۱۳۲۲ء میں مرتب ہو کر شائع ہوا۔ اسی لئے ٹائٹل پیج پر امام احمد رضا بریلوی کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ درجہ اللہ تعالیٰ علیہ لکھا ہوا ہے۔ اگر ان کی زندگی اور ۱۳۲۵ء میں یہ کتاب چھپتی تو ایسے مایہ کلمات ہرگز نہ درج ہوتے۔

(۴) یہ مجبور مرتب کر کے امام احمد رضا بریلوی کے صاحبزادے مولانا مسطفی رضا خاں یا بھتیجے مولانا حسنین رضا خاں کو دکھائے اور منظوری حاصل کیے بغیر چھاپ دیا۔

(۵) کتاب چھپنے کے بعد بھیجے ہی صورت حال سامنے آئی تھی، اس غلطی کی تصحیح کا اعلان کر دینا تو صورت حال اتنی سنگین نہ ہوتی، لیکن یہ سوچ کر خاموش رہے کہ اہل علم خود ہی سمجھ جائیں گے کہ یہ اشعار غلط جگہ چھپ گئے ہیں اور آئندہ ایڈیشن میں تصحیح کر دی جائے گی۔

محدث اعظم ہند سید محمد محدث کچھوچھو کی صاحبزادے حضرت مہدیہ بیگم صاحبہ کی تائید

مجھے محبوب الملت (مولانا محمد محبوب علی خاں) کے غلوں سے انکار نہیں اور
 نبی میں یہ ماننے کے لیے تیار ہوں کہ انہوں نے امام احمد رضا کی کسی قدیم لکھنؤ
 کی بنیاد پر ایسا کیا لیکن میں اس حقیقت کے اعہار سے بھی اپنے کو روک نہیں پا
 رہا ہوں کہ محبوب الملت نے کسی سے شورہ کیے بغیر خدائق بخشش میں تیسری جلد
 کا اضافہ کر کے اپنی زندگی کا سب سے بڑا تسارح کیا ہے۔ ایک ایسا تسارح جس کی
 نغیہ نہیں مٹی۔ ایک ایسی فاش غلطی جس کی تہاؤ نہ داری محبوب الملت پر عائد ہوتے
 ہوتے بھی امام احمد رضا کو غنی نفس کے اہتمام کی زد سے بچا نہ سکی۔ سوچ کر تانچے
 کہ اس میں امام احمد رضا کی کیا غلطی؟ غیر شعوری ہی کیوں نہ ہو آئے وہاں شورہ لاش
 طریح کی خوش متبہ گی کو ظلم ہی سے مستون کرے گا۔

ایک عرصہ بعد وہ ہندی مکتب فکر کی طرف سے پورے شذرہ سے پروردگار کی یاد
 مولانا محمد محبوب علی خاں نے حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہ میں گستاخی کی ہے
 لہذا انہیں کسی کی سنی جامع مسجد سے نکال دیا جائے۔

مولانا محمد محبوب علی خاں نے اسے اپنی آنا کا مسئلہ نہیں بنایا اور وہ کچھ کا کچھ ایک چھپے مسلمان
 کا کام ہے۔ انہوں نے مختلف برآمدہ اخبارات میں اپنا توہینہ شائع کر لیا۔ ملاحظہ فرمائی اور غلطی
 و معصفت خون کے آئینوں نے ایک ہی وقت ہندو کے غلطیہ انہیں غلطی کی طرف متوجہ کیا تھا اور انہیں
 مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

آئی اور ذیقعدہ ۱۳۸۴ھ کو گجینی کے ہشتاد و اخبار میں آپ کی تحریر خدائق بخشش
 حصہ سوم کے متعلق لکھی ہوئی پہلے فقیر حقیر اپنی غلطی اور تسامیل کا اعتراف کرتے
 ہوتے اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور اس خطا اور غلطی کی معافی چاہتا ہے اور اعتقاد
 کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ معافی بخشے گا میں! (ماہنامہ شری و نیا اشادہ ذوالحجہ ۱۳۸۴ھ میں شائع)

اس کے باوجود مخالفین نے اطمینان کا سانس نہ لیا، بلکہ پروپیگنڈا کیا کہ یہ توبہ قابل قبول نہیں ہے۔ اس پر علماء اہل سنت سے فتوے حاصل کیے گئے کہ ان کی توبہ یقیناً مقبول ہے، کیونکہ انہوں نے یہ اشعار نہ تو اتم المؤمنین کے بارے میں کہے اور چلکے ہیں، ان کی غلطی صرف اتنی تھی کہ کتابت کی دیکھ بھال نہ کر سکے۔ اس کی انہوں نے علی الاطلاق اور بار بار توبہ کی ہے اور در توبہ کھلا ہوا ہے۔ پھر کسی کے یہ کہنے کا کیا بوجہ کہ توبہ قبول نہیں۔ یہ فتاویٰ فیصلہ مندر کے نام سے ۱۳۷۵ء میں چھپ گئے اور تمام شور اور خرم ہو گیا، اس میں ایک سو اسی علماء کے فتوے اور تصدیقی دستخط ہیں۔ الحمد للہ کہ فیصلہ مندر مرکزی مجلس رضالاہور نے دوبارہ چھاپ دیا ہے۔ تفصیلات اس میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

مقام غور ہے کہ جو کتاب امام احمد رضا بریلوی کے وصال کے بعد مرتب ہو کر چھپی ہو، اس میں پانی جانے والی غلطی کی ذمہ داری ان پر کیے ڈالی جاسکتی ہے؟ ۱۳۷۴ء/ ۱۹۵۵ء میں بھی جب یہ جگہ کھڑا کیا گیا تو تمام تر ذمہ داری مولانا محمد محبوب علی خاں مرتب کتاب پر ڈال دی گئی تھی۔ کسی نے بھی یہ نہ کہا کہ امام احمد رضا بریلوی نے حضرت اتم المؤمنین کی شان میں گستاخی کی ہے، لیکن آج حقائق سے منہ موڑ کر گستاخی کا الزام انہیں دیا جا رہا ہے۔

آج تک امام احمد رضا بریلوی اور ان کے ہم مسلک علماء پر یہی الزام عائد کیا جاتا تھا کہ یہ لوگ انبیاء و اولیاء کی محبت و تعظیم میں غلو سے کام لیتے ہیں۔ پھر یکا یک یہ کاپیا پلٹ گئے ہو گئی کہ انہیں گستاخی کا مرتکب قرار دیا جا رہا ہے۔ دراصل امام احمد رضا بریلوی نے بارگاہ خداوندی اور حضرات انبیاء و اولیاء کی شان میں گستاخی کرنے والوں کا سخت علمی و قلمی محاسبہ کیا تھا، جس کا رد و جواب دیا جاسکا اور نہ ہی توبہ کی توفیق ہوئی، لہذا انہیں بے بنیاد الزام دیا جانے لگا کہ یہ گستاخی کے مرتکب ہیں۔

مولوی محمد اسماعیل دہلوی اپنے پیر و مرشد سید احمد درانی بریلی کے بارے میں کہتے ہیں کہ کلام طریقی نبوت اجملاً قرآن کی فطرت میں موجود تھے۔ پھر ایک وقت آیا کہ یہ کلام

ماہِ نبوت تفضیل کمال کو پہنچ گئے اور کلمات طریقی ولایت بطریق اسن معلوم ہو گئے۔ ان کلمات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

جناب علی مرتضیٰ نے حضرت کو اپنے دست مبارک سے ضل دیا اور ان کے بدن کو خوب دھوا جیسے باپ اپنے بچہ کو مل کر ضل دیتے ہیں اور حضرت فاطمہ زہرا نے ہمیشہ قیمت لباس اپنے ہاتھ سے انہیں پہنایا۔ پھر اسی واقعہ کے سبب کلمات طریقی نبوت انتہائی معلوم ہو گئے۔

یہ اگرچہ غراب کا واقعہ بتایا جا رہا ہے، لیکن ہمیں یہ بچھنے کا حق ہے کہ ایسے واقعات کائناتوں میں درج کرنا اور پھر فراموشی اور اوروں میں انہیں بار بار شائع کرنا حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں ہے، ادب نہیں ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ علمائے اہل سنت کے قریبوں نے ان کے باوجود علماء اہل حدیث نے اس کا ذکر کیا اور نہ ہی قریب کی حفاظت شیرازی نے کیا خوب کہا ہے۔

شکلی مام ز دانش مند مجلس یاز چہر سس ۱۱
ترب فرمایاں چرا خود قریب کستہ می کنند

الزام ہے: انہوں نے ایسے عقائد و افکار کو رد و ارج و باجوان سے پہلے پاک و منہج کے اہل سنت میں رائج نہیں تھے اور وہ تمام شیعہ سے محفوظ ہیں جیسے انبیاء و اولیاء کے لیے علم غیب، مستند علم ماکان و مایکون اور اختیار قدرت وغیرہ۔

یہ تو آپ آئمہ اہل باب میں دیکھیں گے کہ یہ عقائد قرآن و حدیث اور علماء اسلام کے اقوال سے ثابت ہیں اور وہ عقائد ہیں جو ابتداء اسلام ہی سے چلے آتے ہیں۔ اس وقت صرف چند حوالے درج کیے جاتے ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ امام احمد رضا بریلوی نے قدیم نئی متنی

طریقے کی حمایت و حفاظت کی ہے اور دوسرے فرقوں نے سلف صالحین کے راستے سے انحراف کیا ہے۔

سید سلیمان ندوی جن کا میلان طبع اہل حدیث کی طرف تھا، بیان کرتے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بعد دگر وہ نمایاں ہوتے،

۱۱) علامہ ولی محمد اور مولانا سخاوت علی جوہری وغیرہ اس سلسلے میں توحید خالص کے جذبہ کے ساتھ حقیقت کی تقلید کا رنگ نمایاں رہا۔ (۲) میان نذیر حسین دہلوی اس سلسلے میں توحید خالص اور ربوبیت کے ساتھ فقہ حنفی کی تقلید کی سہائے براہ راست کتب حدیث سے بقدر فہم استفادہ اور اس کے مطابق عمل کا جذبہ نمایاں رہا اور اسی سلسلے کا نام اہل حدیث مشہور رہا۔ ان دو کے علاوہ ایک تیسرا سلسلہ بھی تھا، جس کا ذکر وہ ان الفاظ میں کرتے ہیں،

تیسرا طریقہ تھا جو شدت کے ساتھ اپنی روش پر قائم رہا اور اپنے کمال الشرف کہتا رہا۔ اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایوں کے علماء تھے۔

اس اقتباس سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ بریلی اور بدایوں کے علماء کسی نئے فرقے کے بانی نہ تھے، بلکہ اصل سلفی حنفی تھے۔

مولوی شمس الدین عسکری مدبر اہل حدیث نے ۱۹۳۷ء میں لکھا تھا:

”میں تیسری مسلم آبادی، غیر مسلم آبادی (ہندو سکھ وغیرہ) کے مساوی ہے، اسی سال قبل قریناً سب مسلمان اسی خیال کے تھے، جن کو آج کل بریلوی حنفی خیال کیا جاتا ہے۔“

چونکہ امام احمد رضا بریلوی نے مسلک اہل سنت اور مذہب حنفی کی زبردست حمایت و حفاظت کی تھی، اس لیے ان کی نسبت، اہل سنت کے لیے نشان امتیاز بن گئی ہے اور بریلوی کوئی نیا فرقہ نہیں ہے۔

حیات فیصل، ص ۴۴ تا ۴۶، دیکھو تقریباً ذکر اکابر اہل سنت
شیعہ توحید و مہر و سرگردھا، ص ۲۰

۱۲) سید سلیمان ندوی،
۱۳) نشان احمد عسکری،

شیخ محمد اکرام جو سرسید کے کتب فکر سے بالا تہ اور اہل سنت و جماعت سے کھلم کھلا
مناد رکھتے تھے وہ بھی بریلوی پارٹی کے عنوان کے تحت امام احمد رضا بریلوی کے متعلق لکھ گئے
انہوں نے نہایت شدت سے قدیم حنفی طریقوں کی حمایت کی تھی
ہندوستان کے معروف محقق اور ادیب مالک رام جو قادیانیت اور ندویت دونوں سے متاثر
ہیں، امام احمد رضا بریلوی کے بارے میں لکھتے ہیں،

جیسا کہ سب کو معلوم ہے بریلوی مولانا احمد رضا خاں مرحوم کا وطن ہے، ان
بڑے سخت گیر قسم کے قدیم انبیاء عالم تھے۔

اس کے باوجود کوئی شخص حقائق کا منہ چرانے کی کوشش کرے، تو اسے کیا کہا جائے؟

اتحاد اہل سنت اور فضائل اہل بیت

الزام علی، و دشمنی روایات و احادیث کی روایت کرتے تھے اور انہوں
اہل سنت میں روای دیتے تھے، مثلاً ان علیاً قسیم النار علی مرتضیٰ
(دشمنوں کو آگ تقسیم کرنے والے ہیں۔ نیز یہ روایت کہ فاطمہ کا نام فاطمہ
اس لیے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان کی ذریت کو آگ سے محفوظ
کر دیا ہے۔)۔

حضرت امام علامہ قاضی میاض فرماتے ہیں،

وقد خرج اهل البصير والحققة ما اعلم بهما صحابه
صلی اللہ علیہ وسلم متواحدہم من الظہور علی عدائہم

اے شیخ محمد اکرام،

اے مالک رام،

تجہ عزیز،

(الی ان قال، وقتل علی وأن اشقاها الذی یغضب
هذه من هذه ای لحيته من رأسه وأنه قسيم الناس
یدخل ولیائته الجنة واعداده الناس۔ لہ

۱۱ اصحاب صحاح اور ائمہ حدیث نے وہ حدیثیں روایت کیں جن میں حضور اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو غیب کی خبریں دیں مثلاً یہ وعدہ کہ وہ
دشمنوں پر غالب آئیں گے اور مولیٰ علی کی شہادت اور یہ کہ امت کا پرہیزگار
ان کے سر مبارک کے خون سے ریش مطہر کورنگے گا اور یہ کہ مولیٰ علی قسیم دوزخ
ہیں، اپنے دوستوں کو بہشت میں اور اپنے دشمنوں کو دوزخ میں داخل فرمائیں گے
کیا قاضی عیاض شیعہ تھے؟ نہیں! بزرگوں نہیں وہ اہل سنت کے مسلم بزرگ اور امام
ہیں۔ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں:

كان امام وقته في الحديث وعلمه (الی ان قال)
وكان له عناية كثرية به والاهتمام بجمعه وتقييده
وهو من اهل اليقين في العلم والذكاء والفطنة والمنعم
مقاضي عیاض اپنے دور میں حدیث اور علوم حدیث کے امام تھے۔ حدیث کی طرف
ان کی توجہ بہت تھی۔ حدیث کے جمع کرنے اور ضبط کا اہتمام کرتے تھے،
وہ علم وفہم اور کثرت و فطانت میں صاحب یقین تھے۔

شافیہ کے عظیم ترین عالم حضرت علامہ نووی مسلم شریف کی شرح میں اکثر و بیشتر علماء
مقاضی عیاض کے حوالے بطور استشہاد نقل کرتے ہیں۔ اس خارجیت کا کیا کیا جائے کہ جسے
محبت اہل بیت دیکھا اُسے منافق اور شیعہ کا لقب دے دیا، حالانکہ اہل سنت کا امتیازی

۱۱ قاضی عیاض مالکی، الشفاہ (فاروقی کتب خانہ، طہان) ج ۱ ص ۶۲۳

۱۱ نواب صدیق حسن خاں، البحر العلوم ج ۲ ص ۱۲۸

نشان یہ ہے کہ وہ صحابہ کرام و اہل بیت عظام دونوں کے ساتھ و الہام حقیقت محبت رکھتے ہیں۔ امام شافعی کو بھی اہل بیت کی محبت پر رافضی ہونے کا الزام دیا گیا تھا۔ امام نے اس کے جواب میں فرمایا ہے

لو کان رافضاً حب آل محمد
فلیشهد الثقلان فی رافضی

مگر آل محمد کی محبت رافضی ہے تو میں و انسان گواہ ہر بات میں رافضی ہوں
یعنی یہ غلط ہے کہ اہل بیت کی محبت رافضی ہے، رافضی تو صحابہ کرام سے عداوت رکھتے تھے
جیسے خارجہ اہل بیت کے دشمن ہیں، اہل سنت و دونوں محبتوں کے جامع ہیں۔ امام احمد رضا
بریلوی فرماتے ہیں:

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اہم صاحب حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عزت رسول اللہ کی
شہاد شریف کی شرح نسیم الریاض میں علامہ خفاجی فرماتے ہیں کہ ان ائمہ نے
نبایہ میں بیان کیا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

انا قسیم الناس

علامہ شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں:

ان ائمہ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ تعالیٰ عنہ نے جو فرمایا ہے وہ رکن
میں نہیں کہا جاسکتا بلکہ یہ ممکن حدیث مرفوعہ ہے، کیونکہ اس میں اجتہاد کا
دخل نہیں ہے۔

اصلاح المحرر و مکتبہ النصار و مصر ص ۲۲

لے ابن جریر بیہقی

لے احمد شہاب الدین الخفاجی علامہ نسیم الریاض دکتھ سلفیہ مدرستہ منہدی ۲۵ ص ۱۶۲

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد حضرت شاذان فضلی نے جزر رقاشمس میں روایت کیا ہے۔ لے

کیا اس کے باوجود بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ شیعہ روایت ہے؟

کیا حضرت شاذان فضلی، قاضی میاض، ابن اشیر اور علامہ شہاب الدین غفاری

سب ہی شیعہ ہیں؟

دوسری روایت کے بارے میں کہیں حضرت علامہ قاری فرماتے ہیں،

فقد ورد مرفوعاً أنها سميت فاطمة لان الله قد

فطمها وذريتها عن الناس يوم القيامة* اخبرني

الحافظ الدمشقي، وروى النسائي مرفوعاً أنها سميت

فاطمة لان الله تعالى فطمها ومحبتيها عن الناس*

”مرفوعاً“ وہاں ہے (یعنی یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے) کہ

فاطمہ، اس لیے نام رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ادران کی اولاد کو قیامت

کے دن آگ سے محفوظ کر دیا ہے۔ یہ روایت حافظ الحدیث ابن عساکر دمشقی

نے بیان کی۔ امام نسائی حدیث مرفوعہ روایت کرتے ہیں کہ فاطمہ، اس لیے

نام رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ادران کے محبت کو آگ سے محفوظ کر دیا ہے

اب بتایا جائے کہ اس روایت کے بیان کرنے پر صرف امام احمد رضا بریلوی

کو شیعہ ہونے کا الزام دیا جائے گا یا اس الزام میں حافظ ابن عساکر دمشقی، امام نسائی

اور علامہ قاری کو بھی شریک کیا جائے گا؟ ان حضرات کو شیعہ قرار دینے والا کیا اپنا نام

خوارج کی فہرست میں داخل نہیں کرائے گا؟

النہام ۵: اورو کہتے تھے کہ اغواٹ یعنی مخلوق کے مدعا علیہ امدادہ ہیں سے
مد طلب کی جاتی ہے، کی ترتیب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شروع ہو کر
حضرت حسن عسکری تک ہے۔ حضرت حسن عسکری شیعوں کے نزدیک بارہوی
امام ہیں۔

یہ نقل اصل کے بالکل خلاف ہے۔ امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:
غوث اکبر غوث بر غوث حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ صدیق اکبر
حضور کے وزیر دست چپ تھے (اس سلطنت میں وزیر دست چپ وزیریت
راست سے اعلیٰ ہوتا ہے) اور فاروق اعظم وزیر دست راست، پھر امت میں
سب سے پہلے درجہ غوثیت پر امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
مقرر ہوئے اور ذرات امیر المؤمنین فاروق اعظم و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما
کو عطا ہوئی۔ اس کے بعد امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
غوثیت مرحمت ہوئی اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ
وجہہ الکریم و امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ وزیر ہوئے۔

پھر مولیٰ علی کو (غوثیت عطا ہوئی) اور امامین محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما
وزیر ہوئے۔ پھر امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درجہ بدرجہ امام حسن عسکری
تک یہ سب متعلق غوث ہوئے۔ امام حسن عسکری کے بعد حضور غوث اعظم تک
جتنے حضرات ہوئے، سب ان کے نائب ہوئے۔ ان کے بعد سیدنا
غوث اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مستقل غوث، حضور تنہا غوثیت کبریٰ کے
درجے پر فائز ہوئے۔

اس عبارت کے دوہرے ہیں، الزام دینے کے لیے صرف دوسرے پیرے کا کلمہ نقل کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ امام احمد رضا بریلوی کے نزدیک پہلے غوث حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آخری غوث حضرت حسن عسکری ہیں یعنی ان کے نزدیک صرف وہی شیعوں کے بارہ امام ہی غوث ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حاشیہ میں بطور حوالہ صرف غلوئیات لکھنے پر اکتفا کیا گیا، صغیر نمبر نہیں لکھا گیا تاکہ اصل کی طرف رجوع کرنے سے حقیقت نہ کھل جائے! انسان کی نگاہ سے دیکھا جائے، تو معلوم ہو گا کہ امام احمد رضا نے امت میں سب سے پہلا غوث حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرار دیا ہے اور آخر میں سیدہٗ غوثیٰ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا ہے کیا شیعہ ان حضرات کو غوث مانتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ پھر یہ کہن کہہ بھی شیعہ کے بارہ امام ہیں۔ یہ بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ حضرات اہل سنت کے نزدیک بھی مسلم روحانی پیشوا ہیں، شیعہ سے فرق اس لحاظ سے ہے کہ اہل سنت کے نزدیک یہ حضرات معصوم اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تقیم ملک کے لیے مقرر کردہ خلیفہ نہیں ہیں اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو تھا خلیفہ مانتے ہیں، جبکہ شیعہ کا ان امور میں اختلاف ہے۔

علامہ سعد الدین تغتازانی فرماتے ہیں،

والمشايخ في علم السوء وتصفيية الباطن فان المرجع فيه الى العترة الطاهرة له

”مشايخ نے علم سز اور تصفیہ باطن میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

استناد کیا ہے، کیونکہ اس علم کا سرچشمہ اہل بیت کرام ہیں۔“

علامہ نے نہ صرف یہ قول نقل کیا ہے، بلکہ اسے برقرار رکھا ہے۔ حضرت شاہ

عبد العزیز محدث دہلوی سے سوال کیا گیا،

جناب فخر المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی صاحب قدس سرہ و
تفسیرات البیہ و خیر و منافع اربعہ کہ عصمت و حکمت و وہابیت و قطبیت
باطنہ است برائے حضرات ائمہ اثناعشر علیہم السلام ثابت کردہ اندلہ
فخر المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ نے تفسیرات البیہ و خیر
میں عصمت، حکمت، وہابیت اور قطبیت چار صفیں بارہ اماموں کے لیے
ثابت کی ہیں۔

کیا یہ عقیدہ غلطائے ثلاثہ کی افضلیت کے خلاف نہیں ہے؟
اس کے جواب میں سرساج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں،
”قطبیت باطنہ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو مخصوص فرما
دیتا ہے کہ فیض الہی اقلاد بالذات ان پر نازل ہوتا ہے، پھر ان سے دوسروں
کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ ظاہر کوئی ان سے کسب فیض نہ کرے یہی
سورج کی شعاعیں روشن دان کے ذریعے کسی گھر میں پہنچیں تو اولاد و شقائق
روشن ہوگا اور اس کے واسطے سے گھر کی تمام چیزیں روشن ہوں گی۔ اس کو
قطب ارشاد بھی کہتے ہیں، بر خلاف قطب مدار کے۔

خلاصہ یہ کہ ذرہ کے تحقیق ان چار صفات کا بارہ اماموں کے لیے ثابت
کرنا مذہب اہل سنت کے خلاف ہے۔ اگرچہ ظاہر میں حضرات ان الفاظ
کے استعمال سے گھبرائیں گے اور یہ شیعیں کی افضلیت کے خلاف ہے یہی
پر تمام اہل حق کا اتفاق ہے۔ (ترجمہ)

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز

لے عبدالعزیز محدث دہلوی شاہ، فتاویٰ مریضی فتویٰ دہلوی، ج ۱، ص ۱۲۷

محدث دہلوی کے نزدیک بارہ امام نہ صرف روحانی پیشوا ہیں، بلکہ عصمت، حکمت، وجاہت اور قطیعت، باطنہ چاروں صفات کے حامل ہیں اور اللہ تعالیٰ کا فیض اولاً ان پر نازل ہوتا ہے اور ان کے واسطے سے دوسروں تک پہنچتا ہے۔ کیا علامہ قضاوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سب کے سب شیعہ ہیں؟ یا یہ فتویٰ امام احمد رضا بریلوی ہی کے لیے مختص ہے؟

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا یہ ارشاد بھی قرآن طلب ہے،
 ”معنی امامت کہ در اولاد حضرت امیر باقی ماند و یکے مرویہ گوے را وی آں
 می ساخت ہمیں قطیعت ارشاد و منبعیت فیض ولایت لہو و لہذا الزام این امر
 بر کافہ مقلات اذ ائمہ اطہار مروی نشدہ بلکہ یاران چیدہ و مصاحبان برگزیدہ
 خود را ہاں فیض خاص مشرف می ساختند و ہر یکے را بقدر استعداد او ایس دولت
 می نواختند۔“

”حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں جبرامامت باقی رہی اور ان
 میں سے ایک دوسرے کو وحی جاتا رہا۔ وہ یہی قطیعت ارشاد اور فیض ولایت
 کا منبع بننا تھا، اسی لیے ائمہ اطہار میں سے کسی سے مروی نہیں کیا کہ انہوں
 نے امامت کا تسلیم کرنا تمام انسانوں پر لازم قرار دیا ہو، بلکہ اپنے چیدہ چیدہ
 دوستوں اور منتخب مصاحبوں کو اس فیض خاص سے مشرف فرماتے تھے،
 اور ہر ایک کو اس کی استعداد کے مطابق اس دولت سے نوازتے تھے۔“
 شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا ایک اور فرمان ملاحظہ ہو، چشم بصیرت کے لیے
 سرمد ثابت ہو گا،

”نیز پچھلے امام مثل حضرت سہاد و باقر و صادق و کاظم و رضا تمام اہل سنت

کے مقتدا اور پیروا ہوتے ہیں کہ اہل سنت کے علماء مثلاً زہری، امام ابوحنیفہ
اور امام مالک نے ان حضرات کی شاگردی اختیار کی ہے اور اس وقت کے
صوفیاء مثلاً حضرت معروف کرخی وغیرہ نے ان حضرات سے کسب فیض کیا
اور مشائخ طریقت نے ان حضرات کے سلسلہ کو سلسلۃ الذہب قرار دیا اور
اہل سنت کے محدثین نے ان بزرگوں سے ہر فی خصوصاً تفسیر و سلوک میں
اسرارش کے وفتروں کے دفتر روایت کیا ہیں۔ ۱۔

اب تو اہل سنت کے آئمہ مجتہدین، مفسرین اور صوفیہ کو بھی شیعہ قرار دے
دیجئے کہ وہ آئمہ اہل بیت سے ہر قسم کا استفادہ اور استناد کرتے رہے ہیں۔
امام احمد رضا بریلوی تو بارہ اماموں کو غوث ہی مانتے ہیں، لیکن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
تو بارہ اماموں کو معصوم اہل قطب ارشاد بھی مانتے ہیں اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ان
کی تائید کر رہے ہیں، ان کے شیعہ ہونے پر تو بہت پختہ مہر ثبت ہوئی چاہیے۔ شاہ ولی اللہ
محدث دہلوی نے بارہ اماموں کو چار صفات، عصمت، حکمت، وجاہت اور قطبیت باطنہ
کا حامل قرار دیا۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ان کے معصوم ہونے کی تائید کرتے ہوئے
نہ مانتے ہیں۔

۱۔ عصمت کے دو معنی ہیں: (۱) گناہ پر قادر ہونے کے باوجود اس کا صدف
محال ہوا۔ (۲) معنی باجماع اہل سنت، حضرات انبیاء اور ائمہ علیہ السلام کے ساتھ
مخصوص ہے۔ (۲) گناہ کا صادر ہونا سہا ہے، اس پر کوئی محال لازم نہیں آتا
لیکن اس کے باوجود صادر ہو اور اس معنی کو صوفیہ خصوصیت کہتے ہیں اور اسی معنی
کے اعتبار سے صوفیہ کے کلام میں اپنے اپنے عصمت کی دعا واقع ہے۔ (۳) یہ

الزام علا، انہوں نے کہا کہ علی مرتضیٰ اس شخص کی بلا کو دفع کرتے ہیں اور تکلیفوں کو دور کرتے ہیں جو مشہور دُعا سیفی سات بار، تین بار، یا ایک بار پڑھے اور وہ دُعا یہ ہے،

ناد علیا منظر العجائب والغرائب، تجدد عونالك
فی النوائب، کل هم وغم سینجلی بولایتک
یا علی یا علی یا علی۔

امام احمد رضا بریلوی نے یہ دُعا ایک ایسی کتاب سے نقل کی ہے جس کی اجازتیں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنے اساتذہ محدث سے لیتے اور اپنے شاگردوں کو دیتے رہے، ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں،

”قرنہ زینے شاہ ولی اللہ صاحب کے انتہاء فی سلاسل اولیاء اللہ سے
روشن کہ شاہ صاحب والا مناقب اودان کے بارہ اساتذہ عظیم حدیث و مشائخ
طریقت جن میں مولانا طاہر مدنی اودان کے والد و استاد و پیر مولانا ابراہیم کزبی
اور ان کے استاد مولانا احمد قشاشی اور ان کے استاد مولانا احمد شتادی اور
شاہ صاحب کے استاد مولانا احمد نعیمی وغیرہم اکابر داخل ہیں کہ شاہ
صاحب کے اکثر سلاسل حدیث انہیں ملے۔ سے میں جو ابراہیم خیر حضرت
شاہ محمد گریار علیہ رحمۃ الہامی و خاص دُعا سیفی کی اجازتیں لیتے
اور اپنے مریدین و مستقرین کو اجازت دیتے۔“

اب سمجھئے اس کے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، ان کے اساتذہ اور حضرت
شاہ محمد غوث گریار علیہ رحمۃ الہامی کو شریک، برحق اور شیعہ قرار دیا جاتا، اٹل امام احمد رضا بریلوی پر

البریلوی ص ۲۲

لے تحریر

لے احمد رضا خان بریلوی امام، الامام دہلوی (محبوب لاہور) ص ۱۲

شیعہ ہونے کا الزام لگایا جا رہا ہے۔ اگر دعائے سیفی کو ماننے کی بنا پر امام احمد رضا بریلوی شیعہ قرار پاتے ہیں تو مذکورہ بالا تمام حضرات سے دست بردار ہو کر اعلان کر دیجئے کہ وہ شیعہ اور شرکاء حقاہ کے حامل تھے، آخر یہ تفریق کیوں؟
اسی الزام میں یہ بھی کہا گیا ہے:

یہ شعروہ اراض کے لیے مفید اور حصول وسیلہ و ثواب کا سبب ہے۔

لِيُخَمِّسَهُ أَكْفَى بِفَاحِشَةِ الْوَبَاوِ الْحَاطِمَةِ
الْمُصَلِّ وَالْمُرْتَضَى وَابْنَاهُمَا وَالْفَاطِمَةُ

یہ شعروہادی جو یہ جگہ ششم ص ۱۸ کے حوالے سے نقل کیا گیا، حالانکہ اس صفحہ میں شعر کہیں بھی موجود نہیں ہے۔ اس شعر اور دعائے سیفی میں اہل بیت کرام سے توسل کیا گیا ہے جو امت مسلمہ کا سلف و خلف معمول رہا ہے۔ اس کی تفصیل تو توسل کی بحث میں ملاحظہ فرمائیں۔ سرورست امام شافعی کا یہ شعر ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

آل النبی ذر یعقوب و جعفر الیہ وسیلتی

ارجو بہم اعطی عنداہید الیمین صحیفتی

”نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آل پاک، بارگاہ الہی میں میرا ذریعہ اور وسیلہ ہیں امید ہے کہ قیامت کے دن اُن کے وسیلے سے مجھے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا۔“

الزام ۷: ”وہ علم جہاد و جہاد کے ماننے ہیں، جہاد جہاد حق جس میں خصوصاً حق نے سرفہرہ جگہ دی تھی جو قیامت تک ہونے والی تھی اور جس کی معرفت کی اہل بیت کو رسالت ہو سکتی تھی، نیز جہاد و جہاد حضرت علی کی دوکت ہیں ہیں

جن میں اتہائے دنیا تک کے ہونے والے حوادث علم الحروف کے طریقہ پر
لکھ دیئے تھے اور آپ کی اولاد میں سے اکثر معروفین ان کو جانتے تھے۔
(ترجمہ مفضا)

علمی دنیا میں ایسی باتوں کی کیا وقعت ہے؟ علمِ حروف کی اہم ترین کتابوں میں سے ایک
شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی تصنیف ہے۔ اس علم کے شروع کرنے سے پہلے چند اسماء الیہ
کا ورد کیا جاتا ہے۔ خواب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے۔ اگر حضور
اجازت دیں تو اس فن کو شروع کرے، ورنہ چھوڑ دے لیے کیا جو معلوم قدیم زمانے سے پہلے
آ رہے ہوں، جن کو حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجازت سے شروع کیا جاتا
ہو اور جو ائمہ اہل بیت کا خصوصی علم ہو کیا اسے جہان لینے یا اس کے مان لینے سے انسان
شیعہ ہو جاتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس سے پہلے میان کیا جا چکا ہے کہ ائمہ اہل بیت اہل سنت
کے محدثین، مفسرین، فقہاء و صوفیہ کے معتقد و پیشوا ہیں، کیا ان سب پر شیخ کا حکم لگایا
جائے گا؟ پھر یہ بھی قابلِ حقیقت ہے کہ شریعتِ مبارکہ نے جن علوم سے منع نہ کیا ہوں ان
پر کسی کی اجلہ داری نہیں ہو سکتی۔ نحو اور بلاغت کے بڑے بڑے ائمہ معتزلی ہوتے ہیں۔
کیا ان علوم میں مہارت حاصل کرنے والا معتزلی ہو جاتا ہے۔

۱۔ امام عسکریؑ انہوں نے یہ مجموعی رعایتِ نقل کی، اسے برقرار رکھا، اور
اہل سنت کو اس کی تحقیق کی۔

رفا سے کہا گیا۔ — جو امام ثامن اور شیعہ کے نزدیک معصوم ہیں —
(یعنی اللہ تعالیٰ نے) مجھے ایک کلامِ تعلیم فرمائیے کہ اہل بیت کرام کی زیارت
میں عرض کیا کروں، فرمایا قبر سے نزدیک ہو کر چالیس بار تکبیر کہو، پھر عرض کرو،

سلام آپ پر لے اہل بیت رسالت میں آپ سے شفاعت چاہتا ہوں اور
 آپ کو اپنی طلب و خواہش و سوال و حاجت کے آگے کرتا ہوں، خدا گواہ ہے
 مجھے آپ کے ہاں کریم و ظاہر ظاہر پر پکتے دل سے اعتقاد ہے اور میں اللہ
 کی طرف بری ہوتا ہوں۔ ان سب جتن و دانش سے جو محمد اور آل محمد کے
 دشمن ہوں۔

اس میں جھوٹ کی کیا بات ہے؟ امام احمد رضا بریلوی، حضرت علی بن ابی طالب کا
 یہ فرمان غرارج حقائق و اسلی کی تصنیف فصل الخطاب اللہ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی کی
 تصنیف جذب القلوب سے نقل فرما رہے ہیں۔
 شیخ محقق کی عظمت و ثقاہت کو ذاب صدیق حسن خاں بیہالہ الی نقول میں
 غرارج حقیقت پیش کر رہے ہیں۔

اعلم ان العند لم یکن یوما علم الحدیث منذ ففتحما
 اهل الاسلام (الی ان قال) حتی من الله تعالى على الصند
 بافاضته هذا العلم على بعض علماء شمسها كالشيخ محمد الحق
 بن سيف الدين الترك الدهلوی المتوفی سنة اثنتین
 وخمسين والف واما الصند وهو اول من جاء به
 هذا الاقليم وافاضه على سكانه فی احسن تقویہ
 جب سے مسلمانوں نے ہندوستان فتح کیا، یہاں علم حدیث کا پرچار نہیں تھا،
 یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہندوستان پر ایمان فرمایا اور یہ علم وہاں کے علماء کو

لے تمیز، ابرار، ص ۲۳

لے احمد رضا بریلوی، امام، فتاویٰ رضویہ و مطبوعہ دارالکتاب، ج ۲، ص ۲۹۱

لے صدیق حسن خاں، غرارج حقائق، ج ۱، ص ۱۰۰

عطا فرمایا، جیسے شیخ محقق عبدالحق ابن سیف القزینی ترک دہلوی (م ۱۰۵۲ھ)
ذخیرہ علماء اور وہ اس علم کو اس خطے میں لانے اور یہاں کے باشندوں میں
بہترین طریقوں پر پھیلانے والے پہلے بزرگ ہیں۔

ربان اعتراض کہ امام علی رضا شیعہ کے آٹھویں امام ہیں تو اس کا جواب یہ ہے
کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تصنیف تحفۃ امتہ عشری ص ۲۳۳ کے حوالہ سے
اس سے پہلے گورچکا ہے کہ حضرت امام رضا اہل سنت کے محدثین، مفسرین، فقہاء اور
صوفیاء کے مقتدا ہیں۔ علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں،

(علی الرضا، وهو انبہم ذکر او اجلہم قدرا.....
ومن موالیہ معروف الکرخی استاذ السقوی السقطی
لائقہ اسلم علی یدیلہ۔)

”علی رضا ائمۃ الہدیت میں سے جلیل القدر عظیم المرتبہ ہیں۔ سقوی
کے استاذ معروف کرخی ان کے موالی میں سے ہیں، کیونکہ ان کے ہاتھ پر
مشرف باسلام ہوتے تھے۔

اس کے بعد امام رضا کی معتقد کرامتیں بیان کی ہیں۔ اہل بیت اور ان کے کائنات
سے عداوت اہل سنت کا نہیں، خواری کا شیعہ ہے۔۔۔۔۔ اہل سنت و جماعت میں
طرح صحابہ کرام کے دشمنوں سے بری ہیں، اسی طرح اہل بیت کے دشمنوں سے بھی بری ہیں
المنام علیہ انہوں نے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ امام حسین
کے مزار کی تصویر، گھر میں بہ طور تبرک رکھنا ہائز ہے۔

بے شک بے جان چیز کی تصویر اپنے پاس رکھنا اور بنانا ہائز ہے اور ایسی چیزیں

لے احمد بن محمد الحنفی البیہی، الصالح المحمود (مکتبۃ الشاہ) ص ۲۰۲

مصلحانِ دینی کی طرف منسوب ہو کر تقدس حاصل کر لیتی ہیں، کعبہ شریف اور روضہ مبارکہ کی تصویریں بطور تبرک اپنے پاس رکھنے کو کون سا مسلمان پسند نہیں کرے گا؟ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نعل مبارک کے نقشے صد ہا سال سے ائمہ دین بناتے رہے ہیں اور ان کے فوائد و برکات میں مستقل رسالے تحریر فرماتے رہے جسے شوقِ ہر ملاحظہ گسائی کے رسالہ فتح السعالم اور امام احمد رضا بریلوی کا رسالہ شفاء الوالدہ کا مطالعہ کرے۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ مبارکہ کا ماڈل (تقریباً) جو تیار کیا جاتا ہے اس کے بارے میں امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

اول تو نفسِ تعزیر میں روضہ مبارک کی نقل ملحوظ نہ رہی۔ ہر جگہ نئی تراشیں، نئی گڑھت جسے اس نقل سے کچھ علاقہ نہ نسبت، پھر کسی میں پرانی کسی میں براق کسی میں مینوہ مطراق، پھر کچھ بکچھ، دشت بدشت اشاعتِ خم کے لیے اُن کا گشت اور ان کے گرد و سینہ زنی اور ماتم سازی کی شہر آشفتگی کوئی ان تصویر کو جھک جھک کر سلام کر رہا ہے، کوئی مشغولِ طواف، کوئی سجدہ میں گرا ہوا ہے، کوئی ان مایہ بدعات کو معاذ اللہ معاذ اللہ جلوہ گاہ حضرت امام علیؑ جواد علیہ الصلوٰۃ والسلام سمجھ کر اس ابرک پتی سے سراویں مانگتا، بقیثیں مانتا ہے، حاجت روا ہوتا ہے..... اب کہ تعزیر واری اس طریقہ نامعزیر کا نام ہے، قطعاً بدعت و ناہائز و حرام ہے..... روضہ اقدس حضور سید الشہداء کی ایسی تصویر (ماڈل) بھی نہ بنائے بلکہ صرف کاغذ کے صیغہ نقشہ (فوٹو) پر قناعت کرے۔
کیا ہے کوئی شیعہ جو اس قسم کا فتویٰ دے؟
ابو الحسن علی نقویؑ فرماتے ہیں:

وینحصر من صنع الضرائح منسوبة الى الحسين عليه و
على آباءه السلام، التي يعصمها اهل المعتد بالقرطاس
ويسمونها "تعزية" له

آمام حسین علیہ وعلی آباءہ السلام کی طرف منسوب قبروں کے بنانے کو حرام
قرار دیتے تھے۔ اہل ہند کا مذہب بناتے ہیں اور مجھے تعزیر کہتے ہیں۔
الغلام غلام: ان کا سلسلہ بیعت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک
اگر شیعہ کے ذریعے پہنچتا ہے جیسا کہ انہوں نے خود اپنی عربی عبارت میں
ذکر کیا ہے،

اللهم صل وبارک علی سیدنا ومولانا محمد
المصطفیٰ رفیع المکان، المرتضیٰ علی الشان، الذی
مُجِبِّلٌ من امت خیر من الزجال السابقین وحمین
من ترمرتہ احسن من کذا وکذا احسن من السابقین
المیتد السجاد زین العابدین، باقر علوم الانبیاء
والمرسلین، ساقی الکوثور و مالک تسنیم و جعفر
الذی یطلب موسیٰ الکلیم و صاروبہ بالصلوة علیہ

جن ان کے اہل بیت کے ذریعے امام احمد رضا بریلوی کا سلسلہ بیعت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
تک پہنچتا ہے ان ان کے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مصدق ملتے ہیں اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی انہیں اہل
کے پیشوا و مقتدی قرار دیتے ہیں جیسا کہ اس سے پہلے گورچا ہے سید محمد بریلوی پر فرشتہ شاہ اسماعیل دہلوی
کا سلسلہ طریقت بھی انہیں ان کے اہل بیت کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔

اگر اسی بند پر کسی کو شیعہ قرار دیا جاسکتا ہے، تو اننا پڑے گا کہ شاہ ولی اللہ شاہ عبدالعزیز اور سید صاحب بھی فیحد تھے اور ان کے کلام کا بستر علماء اہل حدیث بھی لازماً شیعہ ٹھہریں گے۔
 "نواب صدیق حسن خاں جموں والی، ہڈ ٹوٹے اہل حدیث شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بارے میں لکھتے ہیں،

مسند الوقت الشیخ الاجل

یز کہتے ہیں،

۱۔ علم حدیث، تفسیر فقہ اور اصول اور ان سے متعلق علوم، صرف اسی خزانہ میں تھے۔ اس بارے میں کوئی موافق یا مخالفت اختلاف نہیں کر سکتا سوائے اس کے جسے اللہ تعالیٰ نے انسان سے اندھا کر دیا ہو۔

عربی شجرہ طریقت

مارہو شریف کے بزرگ سید شاہ اسماعیل حسن میاں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شاہ برکت اللہ قدس سرہ کے عرس کے موقع پر مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی تشریف فرما تھے میں نے مولانا عبدالحمید بالوئی کا شجرہ عربی بصورت درود شریف دکھایا اور کہا کہ یہاں شجرہ بھی عربی درود شریف کی صورت میں لکھ دیجئے، وہ فرماتے ہیں،

۱۔ اسی وقت میاں صاحب بھائی مرحوم کے قلمدان سے قلم لے کر قلم برداشتہ بغیر کوئی مستند کہنے ہوئے ہمارے وظیفہ کی کتاب پر نہایت خوشخط اور اعلیٰ درجہ کے مربع وسیع مینہ درود شریف میں شجرہ قادیہ پر کاتبہ جدیدہ تحریر فرمایا کہ

لے صدیق حسن خاں نواب ۱۔ ابھرا علوم ۲۵ ص ۲۲۱

لے ایضاً ۲۲۲ ص

لے نظرافیقین بہاری مولانا ۱۵ ص ۱۳۱ حیات اعلیٰ حضرت

امام احمد رضا کے قلم سے لکھے ہوئے اس شجرہ کا عکس انوارِ رضا (ص ۲۸ تا ۳۰) میں دیکھا جاسکتا ہے۔ یہ شجرہ مدہوش شریف میں ۲۱ محرم ۱۳۰۶ھ کو تفسیر فرمایا۔ بے بلاشبہ عربی زبان پر امام احمد رضا کی دسترس کا بہترین گواہ اور عربی ادب کا شہ پارہ ہے۔ لسانِ عربی کا ماہر اسے دیکھتے تو پھر کچھ اُٹھے، لیکن جسے اس کا مطلب ہی سمجھ نہ آئے، وہ اعتراض کے سراپا کر سکتا ہے؟ اور اعتراض بھی ایسے کمزور کہ جنہیں دیکھ کر اہلِ علم مسکراتے بغیر نہ رہ سکیں، لکھتا ہے:

”اس عبارت سے عربی میں ان کا تاغیذ اور ماہر ہونا ظاہر ہو جاتا ہے۔ شخص جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ عینِ سال کی عمر میں عربی زبان میں گفتگو کرتا تھا۔“

جب کہ اُن کی اپنی حالت یہ ہے کہ عربی عبارت صحیح نقل بھی نہ کر سکے، اصل عبارت ”خَبِيرٌ مِّنْ جِبَالِ قَيْنَ السَّالِفِينَ“ اسے یوں نقل کر دیا: ”خَبِيرٌ مِّنَ السَّالِفِينَ السَّالِفِينَ“ یعنی سب جبال پر الف لام زیادہ کر دیا اور اس کے بعد ”مِنْ“ حذف کر دیا۔ جبال پر تینوں تعظیم کے لیے تھی، اس کے حذف کرنے سے اصل مفہوم برقرار نہیں رہا۔ پھر کچھ جگہ قومہ (۱) بے موقع اپنے پاس سے لگا دیا، مثلاً ”کذا وكذا“ ”حسنًا“ کے درمیان اسی طرح تسنیم اور جعفر کے درمیان اور ”تَكَلُّبُ“ اور ”مَوْسَى الْكَلِيمِ“ کے درمیان جعفر کے بعد قومہ پہنا پایا ہے تھا، جو نہیں دیا گیا۔ اگر عبارت کا مطلب سمجھ میں آجائے تو یہ تبدیلہ رو نما نہ ہوتی۔

در اصل شجرہ طریقت میں جتنے بزرگوں کے نام تھے، اُن کو امام احمد رضا بریلوی نے توحید اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف بنا دیا ہے، یکسی طرح پرانے وصف میں ذکر لے آئے ہیں اور اس مدہوش شریف کا ترجمہ

۳۰ ص	انوارِ رضا	لے دیکھو، حنفیہ، ۱۵ جلد
۲۳ ص	البریلویہ	لے غیبیہ

امام نووی فرماتے ہیں کہ امام محمد باقر کو باقر اس لیے کہتے ہیں،
لأنه باقر العلم ای شقہ وفتحہ فعرف اصلہ
تمکن فیہ ۛ

ہم کہ انہوں نے علم کو کھول دیا، اس کی اصل کو پہچانا اور اس میں ماہر ہوئے؛
”باقر علوم الانبیاء“ کا معنی ہوگا ”انبیاء کے علم کو کھولنے والے اور بیان فرمانے والے
یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصف ہے۔ پھر کہتے ہیں،

وما معنی ”بالصلوة علیہ“؟

”بالصلوة علیہ“ کا معنی کیا ہے؟

پورے جملہ کا ترجمہ دیکھئے معنی سمجھ میں آجائے گا۔

”وہ کہ موسیٰ علیہ السلام ان پر درود بھیج کر ان کے رب کی رضا طلب کرتی تھی“

الزام ۱: انہوں نے پاک و ہند اور بیرون ممالک کے اہل صفت کی

تکفیر کی اور تصریح کی کہ ان کی مسجدیں، مسجدیں نہیں، ان کی ہم نشینی اور ان

سے نکاح جائز نہیں، لیکن شیعہ کو اپنے فتوؤں کا ہفت نہیں دینا، ان کے مراکز

اور امام باڑوں کے بارے میں گفتگو نہیں کی۔ اس کے برعکس کہتے ہیں کہ شیعہ نے

ایک امام بلاہ بتایا پھر بریطوی کے پاس گئے تو انہوں نے اس کا تاریخی نام

تجزیہ کر دیا۔ ۛ

یہ بالکل خلاف حقیقت ہے کہ امام احمد رضا بریطوی نے دنیا بھر کے اہل صفت کی

تکفیر کی۔ انشاء اللہ تعالیٰ آئمہ اہل باب میں بیان کیا جائے گا کہ انہوں نے خدا و رسول کی بناگوا

ۛ البرزکریہ بحیثین شرع النوادی، شرح مسلم (دور محمد کرچی)، ۱۵، ص ۱۵

البریطوی، ص ۲۴

ص ۲۴

تہ ظہیر

تہ ایضاً

میں گستاخی کرنے اور ضروریات دین کا انکار کرنے والوں کے بارے میں حکم فرمیت بیان کیا ہے۔
 رہ امام باقر کا تاریخی نام تجریز کرنا تو وہ بھی ایک خاص لطیفہ ہے جس سے قارئین کرام
 لطیف اندوز ہونے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ۱۲۸۶ھ میں جبکہ امام احمد رضا بریلوی کی عمر چوبیس سال
 تھی، ایک صاحب نے درخواست کی کہ امام باقر کو تعمیر کیا گیا ہے، اس کا تاریخی نام تجریز کر دیجئے۔
 آپ نے برجستہ فرمایا:

”بد برد رخصت (۱۲۸۶ھ) نام رکھ لیں، اُس نے کہا امام باقر گزشتہ سال تیار ہو چکا
 ہے۔ مقصد یہ تھا کہ نام میں رخصت نہ آئے۔ آپ نے فرمایا: دابر رخصت (۱۲۸۵ھ)
 رکھ لیں۔ اس نے پھر کہا اس کی ابتداء ۱۲۸۴ھ میں ہوئی تھی۔ فرمایا: دابر رخصت
 مناسب رہے گا۔“

یہ واقعہ اس امر کی دلیل ہے کہ امام احمد رضا بریلوی نے اُن کی خواہش کے مطابق
 فرمائش پوری نہیں کی اور ایسا نام تجریز کیا جو شیعہ کے لیے قابل قبول نہ تھا۔ حیرت ہے کہ
 اسی واقعہ کو ان کے شیعہ ہونے کی دلیل کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔

گزشتہ صفحات میں اختصار کے پیش نظر امام احمد رضا بریلوی کے چند رسائل کے نام
 پیش کیے گئے ہیں جو ردِ شیعہ میں ہیں۔ احکام شریعت اور فتاویٰ رضویہ جلد ششم کے چند صفحات
 کی نشان دہی کی گئی ہے، جن کے دیکھنے سے معلوم ہو جائے گا کہ امام احمد رضا نے شیعہ کے رد
 میں کیسے کیسے فتوے صادر فرمائے ہیں۔

۱۴ صفر ۱۳۳۹ھ کو قاضی فضل احمد دہلوی (مفت انوار آفتاب سداقت) نے نایک
 استفادہ سمجھا کہ ایک رافضی نے کہا ہے کہ آیہ کریمہ: اِنَّا مِنْكُمْ نَجِسٌ وَمِنْكُمْ نَجِسٌ
 کے اعداد (۱۲۰۲) میں اور بھی عدد ابوبکر، عمر، عثمان کے ہیں، یہ کیا بات ہے؟

اس کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

رفاعض الشیخ الاسلام اللہ تعالیٰ کی بتائے مذہب الیہ صریح ادا ہوا ہے سو وہ پادہ ہوا
پرسہ۔

اولاً: یہاں جو طلب کے عدد اسماء اختیار کئے مطابقت کر سکتے ہیں اور
دوسرے یہاں کے عدد اسماء کفار سے کہ اسماء میں دوست و سید ہے۔
ثانیاً: اس میں رضی علی کرم اللہ وجہہ لکھن جو صحابہ و اہل بیت کے نام الیہ کرم
عثمان میں رافضی نے آیت کو اصرار پھر ۹ نامی اور پھر پڑے گا اور دونوں
ملعون ہیں۔

ثالثاً: رافضی نے احاد و غلط بتائے۔ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام
پاک میں الف نہیں لکھا ہوا، تو عدد بارہ ایک ہیں نہ کہ دو۔
ہاں اور رافضی! بارہ سو دو عدد ہیں کا ہے کہ؟ ابن سہرا فضہ (۱۲۰۲)
کے۔

ہاں اور رافضی! بارہ سو دو عدد ہیں اُن کے۔

ابلیس یزید ابن زیاد شیطان الطاق کلینی

ابن مہاجر بن قیس طوسی حلی (۱۲۰۲)

ہاں اور رافضی! اللہ عزوجل فرماتا ہے،

ان الذین فرقوا دینہم وکانوا شیعالست

منہم فی شیئ

”میشک جنہوں نے اپنا دین ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور شیعہ ہو گئے کئے نبی!
تہیں ان سے کچھ علاقہ نہیں“

اس آیت کریمہ کے عدد ۲۸ ۲۸ ہیں اور یہی عدد ہیں۔

رفاعض الشیخ الاسلام شیطنیہ اسمعیلیہ کے (۲۸ ۲۸)

ہاں اور انہی! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

لَعَنَ اللَّهُ نَجَاحًا وَلَهُمْ سَوْءُ الدَّارِ

اُن کے لئے لعنت ہے اور اُن کے لیے ہے بُلا

اُس کے مدد میں ۶۴۴ اور یہی مدد میں ۱

شیطان الطاق طوسی حلی کے (۶۴۴) نے

اس کے بعد متعدد آیات بیان فرمائیں جن میں اجر و ثواب کا ذکر ہے اور ان کے اعداد

معاہدہ کرام کے اسماء مبارکہ کے اعداد کے برابر ہیں۔ کیا کوئی شیعہ ایسا جواب دے سکتا ہے؟

یقیناً نہیں تو پھر یہ کہنے کیجئے کہ اہل سنت کے ایسے امام کو کوئی خارجی ہی الزام دے سکتا ہے

الزام ملاً: انہوں نے بعض قصائد میں ائمہ شیعہ کی مدح و ثنبتیں

مبالغہ کیا ہے۔

اس کے لیے کسی صغیر نمبر کا حوالہ نہیں دیا، صرف مدائنی بکفش کا نام لکھ دیا ہے،

کیونکہ اگر صغیر نمبر لکھ دیا جاتا تو معلوم ہو جاتا کہ جن حضرات کی منقبت ہے وہ اہل سنت ہی کے

مسلم پیشوا و مقتدوں میں ایسا کہ اس سے پہلے شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے

حوالہ سے بیان کیا جا چکا ہے۔

اہل حدیث کا خود شیعہ ہونے کا اقرار

امام احمد رضا بریلوی پر شیعہ ہونے کے الزامات بلکہ اتہامات کا تجزیہ و غرضتہ منہات میں

پیش کیا جا چکا ہے۔ الزام دیتے ہوئے کہا گیا ہے کہ ان کا سلسلہ بیعت ائمہ شیعہ کے ذریعے

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ انہوں نے ائمہ شیعہ کی تعریف کی ہے۔ ان

نے عظیم الدین بریلوی، حیات اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۹-۱۰

نے تحریر، السبیل، ص ۲۴

الزامات کی حقیقت اس سے پہلے مکشف ہو چکی ہے۔ اس طرز استدلال کے مطابق اہل حدیث کے مشہور شیوخ و ابواب صدیق حسن خاں بھوپالی کو بھی شیعہ قرار دینا چاہیے کہ ان کا سلسلہ نسب ہی اُن ائمہ سے وابستہ ہے۔ جنہیں ائمہ شیعہ کہا گیا ہے۔

نواب صاحب اپنے والد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

و نسبہ الاقصیٰ یمتھی الیٰ سیدنا زین العابدین العابدین
علی اصغر بن حسین الشہید بکر بلا رضی اللہ
تعالیٰ عنہ۔

”ان کا بالائی سلسلہ نسب سیدنا زین العابدین علی اصغر ابن حسین
شہید کریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔“

میاں نذیر حسین دہلوی جو غیر مقلدین کے شیخ الملک ہیں اور جن کے بارے میں کہا جاتا ہے،
من سلالۃ الرسول الشریف نذیر حسین الدہلوی
”خاندانِ رسول میں سے سید نذیر حسین دہلوی۔“

ان کا شجرہ نسب حضرت حسن عسکری سے ملتا ہے اور ان کے سلسلہ نسب میں
وہ تمام حضرات موجود ہیں جنہیں شیعہ کے بارہ امام کہا گیا ہے۔
اس سے بھی بڑھ کر نواب و حید الزمان کا اعتراف ہے، جو کتب حدیث کے مترجم
اور اہل حدیث ہیں، لکھتے ہیں،

اہل الحدیث ہم شیعۃ علی یحبون اہل بیت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ویتولونہم ویحفظون فیہم وصیتہ
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذکر کما اللہ فی اہل بیعتی

ج ۳، ص ۲۹۷

ابجد العلوم

۱۔ صدیق حسن خاں نواب

ص ۱۶۳

البرہۃ

۲۔ تلمیذ

الحیۃ بعد الممۃ (مکتبہ شب کراچی) ص ۱۱-۱۰

۳۔ فضل حسین بہاری

وإني تأمرك فيكما الثقلين كتاب الله وعترتي أهل بيتي
 ويقدمون قول أهل البيت في المسائل القياسية على أقوال
 الآخرين وأهل البيت على والحسن والحسين فاطمة
 وأولاد فاطمة وأولاد أولادهم إلى يوم القيامة
 اہل حدیث شیعہ علی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل بیت سے
 محبت و محاللات رکھتے ہیں اور ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
 اس وصیت کا پاس رکھتے ہیں کہ میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ
 کی یاد دلاتا ہوں اور میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے ہوں۔
 ۱۔ کتاب اللہ (۲) میری عترت اور اہل بیت۔ اور اہل حدیث قیاسی مسائل
 میں اہل بیت کے اقوال کو دوسروں کے اقوال پر مقدم رکھتے ہیں سب اہل بیت
 یہ ہیں، حضرت علی، حسن و حسین، فاطمہ، اولاد فاطمہ اور قیامت تک ہونے
 والی ان کی اولاد۔

ان میں وہ تمام حضرات ہیں جنہیں شیعہ کے بارہ امام کہا گیا ہے۔ اب بتایا جائے
 کہ اقراری شیعہ کون ہے؟ امام احمد رضا بریلوی اور ان کے ہم مسلک یا ثواب و حید الزمان اور
 ان کے ہم خیال غیر متقدمین؟

ج۔ تمدنی لاکھ پہ بھاری ہے گلابی تیری

خود غیر صاحب کو ان کے ایک غیر متقدم بھائی منطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں،
 ۱۰ اسی طرح اشیہ و دانشتہ لکھنے کے باوجود، شیعہ علماء کے لیے عرب ممالک
 کے دیزے کے لیے کوششیں کرنے کو بھی موضع بہارنا لپیچہ
 شیعہ علماء کو دیزے تلانے کی کوشش ربط منوی کے بغیر تو نہیں ہو سکتی۔

دنیا سے بے نیازی اور سخاوت

امام احمد رضا بریلوی خانہ دانی رئیس تھے، ان کے آباء اجداد نادور شاہ کے ساتھ قندھار سے آکر دہلی میں بلند مناصب پر فائز رہے۔

ڈاکٹر مختار الدین آزاد (علی گڑھ) لکھتے ہیں،

”آپ نے امور دنیا سے کبھی تعلق نہ رکھا، آپ کے آباء اجداد سلاطین دہلی کے دربار میں اچھے منصبوں پر فائز تھے۔ جب آپ نے اچھے کھولی تو گودو پیش امارت و ثروت کی فضا پائی۔ خود زمیندار تھے، لیکن ساری جائیداد کا کام دوسرے عزیزوں کے سپرد تھا، انہیں کتابوں کی خریداری، ساداسطکی مہمان نوازی اور گھر کے اخراجات کے لیے ملانہ ایک رقم مل جاتی تھی، چرکہ داد و ہش کے علاوہ تھے، اس لیے کبھی ایسا سما کہ قلمدان میں ۳۰۰ روپے زیادہ موجود نہیں رہے، لیکن انہوں نے کبھی نہیں پوچھا کہ گادوں کی آمدنی کتنی آئی اور مجھے کتنی ملی رہے۔“

ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری فرماتے ہیں،

”کاشانہ اقدس کے کسی کوئی ساکل خالی نہ پھرتا۔ اس کے علاوہ بیوگان کی امداد و ضرورت مندوں کی حاجت روائی، ناداروں کے توکل علی اللہ

۱۳-۱۴	حیات اعلیٰ حضرت	لے ظفر الدین بہاری، مولانا،
۳۶۰	انوارِ دہنا	لے مختار الدین آزاد، ڈاکٹر

ہیچے مقرر تھے اور یہ امانت فقط مقامی رہتی، بلکہ بیرون مہات میں بذریعہ
مئی آرڈر رقم ادا اور عائد فرمایا کرتے تھے۔ لہ
استثناء نفس کا یہ عالم تھا کہ کبھی کسی سے طلب نہ فرماتے۔ ایک کتبہ میں لکھتے ہیں:
”گاؤں سے رقم آئی نہیں تھی اور ضروریات کے لیے کسی سے طلب نہیں
کرتا ہوں۔“

ان کی اسی ادا کو مخالف کس نظر سے دیکھتے ہیں، آپ بھی دیکھیں اور دلزدگی لگتا ہے:
”بعض اوقات سالانہ ملنے والی رقم کافی نہ ہوتی اور وہ دوسروں سے
قرض لینے پر مجبور ہو جاتے، کیونکہ ان کے پاس ڈاک کے ٹکٹ خریدنے کے لیے
رقم موجود نہ ہوتی تھی۔“

حالانکہ حیات اعلیٰ حضرت کے اسی صوفیہ امام احمد رضا بریلوی کے یہ الفاظ موجود ہیں
کہ ضروریات کے لیے کسی سے طلب نہیں کرتا ہوں، قرض لینے کا کیا معنی؟ کئی دفعہ لکھا ہوتا
ہے کہ انسان کے پاس خرچ کے لیے کچھ نہیں ہوتا، اس کے باوجود کسی سے طلب نہیں کرتا۔
یہ اعتراض بھی دیدہ حیرت سے دیکھنے کے قابل ہے لکھتے ہیں:

”ایک طرف تو یہ تنگ دستی کہ ٹکٹ کے لیے پیسے نہیں، دوسری طرف
یہ کہ انہیں دست غیب سے بکثرت مال و دولت ملتا تھا۔ بہاری بخوی
(مولانا غفر اللہ عنہما) راوی ہیں کہ بریلوی کے پاس ایک معلق مندرجہ
تھی جسے وہ بوقت ضرورت ہی کھولتے تھے اور جب اسے کھولتے تو کٹن
ٹوڑ پر نہیں کھولتے تھے، اس میں ہاتھ ڈالتے اور مال، زیور اور کپڑے برہا جتے
نکال لیتے تھے۔“

ص ۵۲

حیات اعلیٰ حضرت

لے غفر اللہ عنہما، مولانا

ص ۵۸

”

لے العشاء

ص ۲۵

البریلوی

لے عمیرہ

وكان يخرج منها ما شاء من المال والحلى والثياب
 یہ واقعہ مولانا نسیم ہستوی کی کتاب اعلیٰ حضرت بریلوی کے حوالہ سے بیان کیا پھر
 حیات اعلیٰ حضرت ص ۷۷ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں،
 بریلوی کے صاحبزادے بیان کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت اپنے احباب اور
 دوسرے لوگوں میں کثیر زیورات تقسیم کیا کرتے تھے،
 (كان يوزع على الناس) ثلث
 اس جگہ چند امور لائق توجہ ہیں:

- (۱) حیات اعلیٰ حضرت اور اعلیٰ حضرت بریلوی دونوں کتابوں میں ایک ہی واقعہ جبل پور
 کا بیان کیا گیا ہے۔ نیز راوی بھی ایک ہیں سید یاقوب علی رضوی، لیکن تاثر یہ دیا جا رہا ہے کہ
 یہ دو واقعے ہیں، بلکہ کان یخرج اور کان یوزع کے الفاظ سے تو یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ
 یہ واقعہ عام طور پر پیش آتا رہتا تھا حالانکہ دونوں کتابوں میں ایسا کوئی اشارہ نہیں ہے۔
 - (۲) حیات اعلیٰ حضرت میں اسی واقعہ کے دوسرے راوی مولانا حسنین رضا خاں
 امام احمد رضا خاں بریلوی کے حشیہ ہیں، انہیں بیٹا قرار دینا تسامح سے خالی نہیں
 - (۳) ممکن ہے یہ چیزیں پہلے سے صندوقی میں رکھی ہوئی ہوں، بیان کرنے والے کا یہ تاثر
 ہے کہ یہ کرامت تھی اور کرامت کا انکار معتزلہ کا شیوہ ہے۔
- حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں،

وخالقهم المعتزلة حيث لم يشاهدوا فيما
 بينهم هذه المنزلة

۱۔ ظہیر ص ۲۵-۲۴ السبریلویہ

۲۔ ایضاً ص ۲۵ " "

۳۔ علی بن سلطان محمد الشاذلی علامہ، شرح فقہ اکبر (مطبعی البابي مصر)، ص ۷۹

مستتر نہ ہونے اس مسئلہ میں اہل سنت سے اختلاف کیا ہے کیونکہ انہیں اپنے افراد میں
یہ مرتبہ ذکر امت و مکانی نہیں دیا۔

(۴) اللہ تعالیٰ ہر طور کرامت کسی کے ہاتھ پر ظاہر فرما دے۔ یہ الگ چیز ہے اور دستِ غیب
ایک الگ چیز ہے کہ مثلاً ہر روز چمکے کے نیچے سے مخصوص رقم ملتی رہے۔

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں،

دستِ غیب کے لیے دُعا کرنا محالِ عادی کے لیے دُعا کرنا ہے جو مثلِ محال
عقلی و ذاتی کے حرام ہے۔

ایک بے سرو پا الزام یہ بھی لگاتے ہیں،

”اُن کے مخالفین یہ قہمت لگاتے ہیں کہ دستِ غیب کا منہ فقیہی و غیر فقیہی
کوئی تعلق نہ تھا۔ یہ انگریزی استعمار کا ہاتھ تھا جو انہیں اپنے اعزاز و
مقاصد میں استعمال کرنے کے لیے لہا دو دیتا تھا۔“

یہ تو آئندہ کسی منہم پر تفصیل سے بیان کیا جائے گا کہ انگریزی اعداؤ کے ملکی حتیٰ ہاں منہم
پر تو صرف اتنا اشارہ کافی ہے کہ اس الزام کو مخالفین کی تہمت تسلیم کیا گیا ہے اور اہل طریقت
کے ص ۲۶ پر خود اس الزام کی تردید کر دی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ ان کی آمدنی کا ذریعہ
مردم کے مختلف ادبامات کی تجاویز تھی۔ باقی سب باتیں میں گھڑت ہیں۔ اصل مہارت بیگ
ان ما ذکرناہ و اثبتناہ آخر احوال اصح فی دخلہ و معاشہ
والباقی کلاما مختلفات۔

”اُن کی آمدنی اور ذریعہ معاش کے سلسلے میں صحیح ترین بات وہی جو ہم نے آخر میں
بیان کی، باقی سب دُھوکے ہیں۔“

امام احمد رضا بریلوی، احکام شریعت (مجموعہ بیسٹنگ کراچی) ص ۲۰۰

ص ۲۵ ص ۲۶

السہروردی

ص ۲۵

ص ۲۶

تقربین کرام خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایسے الزام کی حقیقت دھکوسلے سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے؟ براہیک صفحے پر مخالفین کی تہمت کے طور پر بیان کیا گیا ہوا دماغی صفحہ پر خود ہی اس کی تردید کر دی گئی ہو۔

امام احمد رضا بریلوی کی آمدن اور ذریعہ معاش کے بارے میں اس طرح خیالی افواہ کی گئی ہے:

”ان کی آمدنی کا بڑا حصہ مریدین کی نذر وں اور تحائف پر مشتمل تھا۔ پھر مسجد کی تنخواہ پر گزر بسر ہوتی تھی، کیونکہ یہ ثابت نہیں کہ بریلوی کے والد یا دادا احرامات صناعت یا تجارت و معرفت میں مصروف رہے ہوں، یہی حالت بریلوی کی اپنی تھی۔“ (مختصاً)۔

علمی دنیا میں اس قسم کے استدلال کی کیا قدر و قیمت ہو سکتی ہے؟ اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ امام احمد رضا بریلوی، خاندانی درس اور زمیندار تھے۔ زمینوں کی دیکھ بھال اور کاشت و دسیرے لوگوں کے سپرد تھی۔ وہاں سے ہونے والی آمدنی بھی آپ کے عزیزوں کے سپرد تھی، جس میں سے وہ کتابوں کی خریداری، سادات کرام کی خدمت اور گھر پر اخراجات کے لیے رقم پیش کر دیا کرتے تھے۔

جناب سید الطاف علی بریلوی جنہوں نے انہیں میں امام احمد رضا بریلوی کی ثنات کی تھی مندرجہ ذیل:

”مولانا مالی اعتبار سے بہت ذی حیثیت تھے، معقول زمینداری تھی مگر اتمامِ اثر نظام اُن کے چھوٹے بھائی مولوی محمد رضا خاں صاحب کرتے تھے۔ مولانا اور اُن کے اہل خاندان کے محلہ سوداگران میں بڑے بڑے مکانات تھے، بلکہ پورا محلہ ایک طرح سے ان کا تھا۔“

”یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان اور اس خاندان کے بستے بھی حضرات تھے سب پرانے خاندانی زمیندار تھے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بہت بڑے اہل خانہ تھے۔ شہر یحییٰ میں بہت سی دکانیں اور محلوں میں بہت سے مکانات تھے جن کا کرایہ آتا تھا، مگر محمد کوکرایہ وصول کرنے والوں سے معلوم ہوا کہ غریبوں، یراقوں سے کرایہ نہیں لیتے تھے۔“

مولوی عبدالعزیز خان بریلوی لکھتے ہیں،

اُس خانقاہ سے ملے، وہاں زمینداری سے امیرانہ بسر ہوتی تھی۔
 امام احمد رضا بریلوی کی ثبوت کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے ہزاروں فتوے تحریر کیے
 مگر کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ انہوں نے کسی فتوے پر فرس لی ہو، انما زہ خود چڑھاتے تھے،
 لیکن یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ انہوں نے کبھی تنخواہ لی ہو، ان کے طب و دوزین متین او
 آنتہ سلمہ کی فی سبیل اللہ خدمت اور رہنمائی میں صرف ہوتے تھے، باقی رہے تحفے و تحائف
 تو ان کا احباب اور صالحین کو پیش کرنا اور قبول کرنا سنت سے ثابت ہے۔ بزرگوں کو پیش
 کیے جانے والے تحائف، عرفی نذر ہیں جس کا معنی ہدیہ اور تحفہ ہے، شرعی نذر نہیں کہ وہ
 صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔

ایک شخص نے امام احمد رضا بریلویؒ کی خدمت میں مٹھائی لاکھویش کی آپ نے فرمایا: یہ ملکیت کیوں کی؟ اُس نے کہا: یہ تحفہ ہے احمد بیس! کچھ دیر بعد اس نے ایک تعویذ طلب کیا۔ آپ نے فرمایا: میں عموماً تعویذ بخیر نہیں لکھا کرتا، البتہ میرے عزیز و محلوں

۱۵۲	جہانگیر	۱۵۲
۱۵۳	تاریخ درویش کتبہ میں تاریخ درویش کی درجہ اولیٰ	۱۵۳

”میں نے سرکار میں عرض کیا کہ حضور ہی میں بھیجنا ہیں، عطا فرماتے جائیں
کہ بابر سے حسنین رضا خاں، اعلیٰ حضرت کے سنیجے، نے آواز دی کہ سید المرید
بکلی سے ملنے آئے ہیں۔ میں بابر آیا اور ملاقات کی، چلتے وقت کیا دن رہنے
انہوں نے دیئے، حالانکہ ضرورت پچاس روپے کی تھی۔ یہ کیا دن یوں تھے
کہ ایک روپیہ فیس مئی آرڈر کا بھی تو رہتا پڑتا، عرض صبح کو قرابی مئی آرڈر کروا دیا
یہ تھی اہل مدینہ کے ساتھ ان کی محبت اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے کی برکت۔

پان اور حقہ

روزہ رمضان کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ گیارہ مہینے ہمارے لوگ کھانے پینے والے
کھانے پینے پر شرعی پابندی کو قبول کرتے ہوئے دن میں کچھ کھانے پینے نہیں۔ افطاری کئے
بعد بھی اس قدر پیٹ بھر کر نہ کھاتے کہ دن بھر کی خوراک شام کو کھالے۔ امام احمد رضا کی
قناعت پسندی اور روزے کے مقاصد کا اس قدر پاس تھا کہ
۳ افطار کے بعد صرف پان پر اکتفا فرماتے تھے۔

بعض لوگوں کو ان کی یہ فضیلت بھی کھٹکتی ہے اور پان کھانا بھی وجہ اعتراض نظر آتا
ہے۔ حالانکہ کبھی دیکھنے سننے میں نہیں آیا کہ کسی عالم نے پان کھانے کو بھی قابل اعتراض قرار
دیا ہو۔ اسی طرح امام احمد رضا بریلوی کے بعض افقات تشہیہ پر بھی اعتراض کیا گیا ہے
لکھا ہے،

عجیب ترین بات یہ ہے کہ جو شخص دوسروں کی تکفیر کرتا ہے وہ معمولی اشیا

۱۔ امام احمد رضا بریلوی	احکام شریعت (مطبوعہ کراچی) ص ۲۳۰-۱
۲۔ عبدالباقی نعمانی، مولا	افطار رضا ص ۲۵۶
۳۔ ظہیر	البریلویہ ص ۲۶

کی بناء پر دوسروں پر فسق و فجور کا حکم لگاتا ہے، وہ حقیقہ کے پتہ ہے؟ حالانکہ بہت سے علماء و متقدمین اور متاخرین نے اس کی حرمت کا فتویٰ دیا ہے، کم از کم مکروہ تو ضرور قرار دیا ہے۔“ لے

امام احمد رضا بریلوی حُفَّہ کے بارے میں فرماتے ہیں،

”حق یہ ہے کہ معمولی حُفَّہ جس طرح تمام دنیا کے عامہ بلاد کے عوام و خواص یہاں تک کہ علماء و خطائے حرمینِ محترمین زاد ہما اللہ شرفاً و مکرماً میں رائج ہے، شرعاً مباح و جائز ہے جس کی مانعت پر شرح مطہرے اصلاً دلیل نہیں“

اس کے بعد علامہ سید احمد حموی، علامہ نابلسی، علامہ علاء الدین دمشقی، علامہ طوطاوی اور شامی کے ارشادات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں،

”الحاصل معمولی حُفَّہ کے حق میں تحقیق یہی ہے کہ وہ جائز و مباح و صرف مکروہ تنزیہی ہے، یعنی جو نہیں پیئے، بہت اچھا کرتے ہیں جو پیئے میں کچھ بُرا نہیں کرتے۔۔۔۔۔“

البتہ وہ حُفَّہ جو بعض جہاں بعض بلادِ ہند، ماہِ رمضانِ مبارک شریف میں وقتِ افطار پیئے اور دم لگاتے اور حواس و معاش میں فتور لاتے اور دیکھو دل کی عجیب حالت بناتے ہیں، بے شک منوع و ناجائز و گناہ ہے اور وہ بھی معاذ اللہ ماہِ مبارک میں۔ تے
علامہ عبدالغنی نابلسی فرماتے ہیں،

و بهذا یظہر ان شرب التبن لیس بحرام کما یزعمہ

لے ظہیر،	البرطیوتہ (حاشیہ)	ص ۲۶
تے احمد رضا بریلوی،	احکام شریعت (مطبوعہ کراچی)	ص ۲۵۶
تے اینسا،	” ” ”	ص ۲۶۵

بعضہم بالقیاس علی اکل الشومر وجماع الخبث وهو
بعد تسلیم الخبث فیہ والقیاس تبطل حرمتہ بطلان
حرمتہ اکل الشومر فان كانت رائحة التبن
کریہۃ عند قوم مجتمعین فی المسجد او غیرہ لا تكون
کرائحة الشومر والبصل وان لم تکن کریہۃ فلا وتشد
اجمع الناس الیوم علی استعمال التبن فی غالب
المجالس بین العلماء والعوام من غیر استکراہ لرائحة
وانما یستکرها القلیل الذین لا یشربونہ فلا یكون
کالبصل والشومر لان المعتبر فی المقیس علیہما
ما یتکرها غالب الناس وهذا لا یتکرها غالب
الناس الیوم فلیس حر من قبیل ذالک .

”اس تحریر کا سر ہو گیا کہ تمباکو نوشی حرام نہیں ہے جیسا کہ بعض علما نے خبث
کو علت مشترکہ قرار دیتے ہوئے بسن پر قیاس کر کے کہا ہے (اول تو خبث
اور قیاس مسلم ہی نہیں ہے) اور اگر تسلیم بھی کر لیں تو جب کہ بسن کا کھانا حرام
نہیں ہے تو تمباکو نوشی بھی حرام نہ ہوگی۔ اگر مسجد وغیرہ میں مجتمع افراد کو تمباکو
کی بو پسند نہ ہو تو یہ بو، بسن اور پیاز کی بو کی طرح ہوگی اور اگر انہیں ناپسند
ہو تو یہ بو، بسن اور پیاز کی بو کی طرح بھی نہ ہوگی۔ آج لوگوں کی اکثریت علما
و عوام کی مجالس میں عموماً تمباکو نوشی کرتی ہے اور اس کی بو کو ناپسند نہیں کیا جاتا
ہاں بہت کم لوگ اس بو کو ناپسند کرتے ہیں جو خود تمباکو استعمال نہیں کرتے لہذا
تمباکو، پیاز اور بسن کی طرح نہ ہوگا کیونکہ پیاز اور بسن کی بو کو اکثر لوگ ناپسند

عنه ايضاً،

اور بے غلطی میں دشمنان کو بھوکا ہی مارتا ہوں، یہاں تک کہ پاؤں کھاتے وقت
بسم اللہ اور چھالیے منہ میں ڈالی تو بسم اللہ شریف — ہاں حقہ پیتے وقت
نہیں پڑتا۔ لمٹادی میں اس سے ممانعت لگتی ہے — وہ غیث اگر
اس میں شریک ہوتا ہو تو ضرر ہی پاتا ہو گا کہ محرم کا بھوکا پیاسا اس پر دعویٰ سے
کلیجہ چلنا — بھوک پیاس میں حقہ بہت بڑا معلوم ہوتا ہے۔ لے
اس عبارت کا ایک ایک جملہ شیطان کی دشمنی اور عداوت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔
تعجب ہے اسی واقعہ کو اس انداز میں بیان کیا جاتا ہے جیسے شیطان کے ساتھ دوستا نہ ہو،
ملاحظہ ہو،

نقص یہ ہے کہ وہ خود کہتے ہیں کہ حقہ پینے میں شیطان ان کا ساتھی ہوتا ہے،
وہ اور شیطان باری باری پیٹتے ہیں۔“ لے (روکہ)
چونکہ شیطان کی دشمنی کو دوستی کے روپ میں پیش کرتے ہوئے دل میں چور چھپا ہوا تھا
اس لیے اس واقعے کا حوالہ دیتے ہوئے صرف مغفولات بریلوی لکھنے پر اکتفا کیا گیا، منہ زہر
نہیں کھتا، تا کہ اصل کی طرف رجوع کرنے سے حقیقت فوراً ہی نہ کھل جاتے۔

ہاتھ اور پاؤں کا چومنا

کسی بزرگ شخصیت کی درنی حکمت و جلال کے پیش نظر ہاتھ اور پاؤں کا بچھنا بابر
ہے، بشرطیکہ اس میں ریاکاری یا اور کوئی غرض فاسد شامل نہ ہو۔

حضرت ذہار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر گاہ و رسالت میں حاضر ہونے والے وفد عبد القیس
میں شامل تھے، وہ فرماتے ہیں،

لما قدمنا المدينة فجعلنا ننتبذ من سواحلنا
فنقبل يد رسول الله صلى الله عليه وسلم وسرجله
رواه ابو داؤد - ٤

عجب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو اپنی سواریلوں سے جلدی جلدی اتر کر رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست اقدس اور پائے مبارک کو بوسہ دینے لگے۔
یہ حدیث امام ابو داؤد نے روایت کی ہے۔

حضرت صفوان بن محرز رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ دو یہودی بارگاہ رسالت میں
حاضر ہوئے، انہوں نے آیاتِ نبیات کے بارے میں حوال کیا تو آپ نے بیان فرمائیں،

فقبلایہ ورجلیہ وقال اشهد انک نبی

رواه الترمذی و ابو داؤد والنسائی - ٥

تو انہوں نے آپ کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دیا اور کہا کہ ہم گواہی دیتے
ہیں کہ آپ نبی ہیں۔ اس حدیث کو امام ترمذی، ابو داؤد اور نسائی نے
روایت کیا ہے۔

امام حاکم راوی ہیں کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھ جیسی چیز
دکھائیں جس سے میرا یقین زیادہ قوی ہو جائے۔ آپ نے فرمایا کہ اس دورِ غیبت کے لوگوں کو کہیں
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا فرما رہے ہیں۔ اُس شخص نے ایسا ہی کہا، درخت نے بارگاہ
اقدس میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور آپ کے فرمانے پر واپس چلا گیا۔

علامہ ابن عابدین شامی نے یہ روایت نقل فرمائی ہے اور اس کے آخر میں ہے،

ثم اذن له فقبل رأسه ورجلیه

مشکوٰۃ شریف، باب المعافاة والمصالحة، فصل ثانی، ص ۴۲

لے ولی الدین المصلیٰ شیخ

مشکوٰۃ، باب الکبان و ملائحتہ اتفاق الذیج، باب معیہ کراچی، ص ۱۷

لے ایضاً

روا مختار (احیاء التراث العربی، بیروت)، ج ۸، ص ۴۵، ۴۶

لے ابن عابدین، شامی، علامہ

تَنْوِیْرُ الْاَبْصَارِ اور اس کی تشریح و ترمیم میں ہے :

من قدمه ليقبله اجابه وقيل لا

تاکہ اسے پورے دے سکے تو اس کی درخواست پوری کر دے بعض حضرات نے

کہا نہیں۔

امام احمد رضا بریلوی کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت کا اعتراف اپنی بیگانوں سب ہی کو ہے، اسی تعلق خاطر کی بنا پر وہ میرا شخص اور میرا چیز کا احترام کرتے تھے، جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہو چنانچہ سادات کرام اور خصوصاً اہل علم و تقویٰ حضرات کی تعظیم و تکریم دل و جان سے کرتے تھے اور صحیح العقیدہ صحابہ کرام کی پذیرائی جس انداز میں کرتے، وہ انہی کا حصہ تھی۔

حضرت شاہ علی حسین اشرفی

آپ ۲۲ ربیع الثانی ۱۲۶۶ھ / ۱۸۵۰ء کو کچھوچھو شریف (ضلع فیض آباد، اٹلیا) میں پیدا ہوئے اور ۱۲ ربیع المرجب ۱۲۵۵ھ / ۱۹۳۶ء میں آپ کا وصال ہوا۔ علم و فضل تقویٰ و مہارت اور تبلیغ اسلام میں اپنی مثال آپ تھے۔ خاندانی اعتبار سے سید تھے اور شکل صورت کے لحاظ سے شبیہ سیدنا حضرت اعظم میلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ ہزاروں علماء آپ کے حلقہ ارادت سے وابستہ تھے۔ امام احمد رضا بریلوی آپ کا بہت ہی احترام کرتے تھے۔ یہاں تک کہ کہا جاتا ہے کہ آپ کے پلوں کو برسرہ دیکھتے تھے۔

اسی طرح یہ بھی کہا گیا ہے :

عجب کوئی حج بیت اللہ شریف سے واپس آتا، آپ اس سے دریافت فرماتے کہ حضور سرور کائنات (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بارگاہ میں حاضری دی؟ وہ ہاں کہہ دیتا تو فوراً اُس کے قدم چوم لیتے۔

یہ محبت رسول کی معراج تھی، کیونکہ معلم و فضل کا ہمالہ، عبقری فقیہ اور بہاروں انوار کا شہر، طریقت ہونے کے باوجود حج کعبہ اور زیارت روضہ رسول کا شرف حاصل کرنے والے کے پاؤں چوم لینا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کامل محبت کے بغیر مادامگاہ ممکن ہے۔
مدینہ طیبہ کی حاضری کے بارے میں سوال اس لیے کرتے کہ جو شخص حج کر کے مدینہ طیبہ میں آئے دیئے بغیر واپس آجائے، اُس کا عقیدہ اور اُس کی محبت، شک و شبہ سے خالی نہیں اور ایسا شخص کسی عاشق رسول کے نزدیک تعظیم و تکریم کا مستحق نہیں ہو سکتا۔

شدت کا الزام

امام احمد رضا بریلوی کی بڑی خوبی جو مخالفین کی نظر میں خامی کہلاتی ہے یہ تھی کہ وہ صحیح العقیدہ مسلمانوں کے لیے رحمت و شفقت اور بے دینوں و بد مذہبوں کے لیے عتاب و عقاب تھے، جس شخص کو صراطِ مستقیم اور مسلکِ اہل سنت سے منحرف پاتے، اُسے محبت سے نرمی سے سمجھاتے، وہ سمجھ جائے تو فہما، ورنہ اس کی کچھ روی اور بے راہ روی کے مطابق زبردستی سختی کرتے جس کی بے اعتدالی متین شدید ہوتی، اتنی ہی شدت کے ساتھ اسے ڈانٹ ڈپٹ فرماتے۔ کسی بھی صحیح ڈاکٹر اور سرجن کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ مریض تندرست ہو جائے اور اس کا مرض جاتا رہے، لیکن جب کوئی چارہ کار نہیں رہتا تو وہ مریض کا جسم چیر بھاڑ کر رکھ دیتا ہے تاکہ ٹانگا اور نقصان دہ اعضاء کو کاٹ کر صحت یاب دیتا ہے تاکہ مرض اور نہ پھیلے۔ امام احمد رضا بریلوی

نے بھی ملت اسلامیہ کے لیے ایک بہادر و ادب منعم و اکثر اور سرچن کا کردار ادا کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو لوگ ان کے فتنہ کی زد میں آئے، انہیں سخت دل، رحمت و رافت سے نا آشنا، اعتدالی صند سے تباہ کرنے والے اور نہ جانے کیا کیا القاب دیتے رہیں گے۔

۲۵ اگست ۱۸۸۹ء کو مولوی محمد حسن نے احکام نظام الملک میں ایک بیان دیا،
”چوری، شراب خوری، جہل، ظلم سے معاف نہ کہم فی، یہ کلیہ ہے کہ جو مقدر العبد
ہے، مقدر اللہ ہے۔“

ظاہر ہے مختصر سی بات ہے، لیکن اس کا احاطہ اتنا ہی وسیع ہے، جتنا کہ انسانی وجود کا ہے۔ امام احمد رضا بریلوی نے اس بیان پر رد کرتے ہوئے متعدد انسانی عیوب گنوائے ہیں کہ
”قول اللہ تعالیٰ ان تمام عیوب سے متصف ہو سکتا ہے، ان میں سے ایک عیب یہ بیان کیا
امام احمد رضا بریلوی نے فرمایا:

”معمورت قادر ہے کہ نہ کرائے، تو تمہارے امام اور تمہارے پدر تعلیم کے کلیہ
سے قطعاً واجب کہ تمہارا خدا بھی نہ کر سکے، وہ نہ دیوبند میں چکر والی فاشات
اس پر قیقبہ اڑائیں گی کہ لکھو تو تمہارے برابر بھی نہ ہو سکا، پھر کہ ہے پر خدائی کا دم
ماتا ہے، اب آپ کے خدا میں فرق بھی ہوئی، وہ نہ نہا کا ہے میں کر اسکے گلام
امام احمد رضا بریلوی نے تقدیس الوہیت کے تحفظ کی خاطر مخالفین کو یہ الزام دیا ہے کہ
تم جو کہتے ہو کہ جو چیز نہ ہے کی قدرت میں ہے، اللہ تعالیٰ کی قدرت میں بھی ہے، تو اس سے لازم
آئے گا کہ جو بڑا کام بندہ کر سکتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی کر سکے، صرف یہی نہیں، بلکہ بڑے کاموں کے
لازم بھی اس کے لیے ثابت کرنے پڑیں گے۔ خدا غور تو کر دو کہ ایک چھوٹی سی بات پر کتنے بڑے
بڑے مفاسد لازم آ رہے ہیں۔“

امام احمد رضا بریلوی کی یہ ساری تقریر عظمت الہی کی حفاظت کے لیے تھی، لیکن مخالفین کو ان کی یہ ادا بھی پسند نہیں آئی اور اس طرح اپنے نقطہ نظر کا اظہار کیا،
 وہ تمام اخلاقی حدود سے تجاوز کر گئے، یہاں تک جرأت کی کہ اللہ تعالیٰ کو
 ایسے اوصاف سے موصوف کیا کہ کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کو ان اوصاف سے موصوف
 نہیں کر سکتا، اگرچہ وہ کہتے ہیں کہ وہ دیوبندیوں کا خدا ہے۔ نہ

قارئین خود انصاف کر سکتے ہیں کہ کیا امام احمد رضا بریلوی نے اللہ تعالیٰ کو ناشائستہ اوصاف
 سے موصوف کیا ہے؟ ہرگز نہیں، وہ تو ان لوگوں پر گرفت فرما رہے ہیں جو کہتے ہیں کہ جو بڑا کام بندہ
 کر سکتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ بھی کر سکتا ہے اور انہیں حنبلیہ کہہ رہے ہیں کہ تمہارے اس قول پر کیا کیا
 قباحتیں لازم آئیں گی۔ امام احمد رضا بریلوی کی عبارت پر نکتہ چینی کا مطلب یہ ہوا کہ عظمت الہی
 کو خدا کر کے ملے پتے ہیں اور مجرم ہیں تو امام احمد رضا، جو عقیدے الہیت کے پاسبان ہیں۔
 امام احمد رضا بریلوی کی شدت کے حوالے سے یہ واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے،

شیر بلوی ہندوستان کے ایک مشہور عالم کے پاس پڑھنے کے لیے گئے، انہوں نے
 پوچھا آپ کی مصروفیات کیا ہیں؟ آپ نے جواب دیا میں دو کام کر رہا ہوں
 اور ان کی گمراہی اور ان کا کفر بیان کرتا ہوں۔ اس پر شیخ نے کہا ایسا نہیں
 چاہیے، چنانچہ وہ وہاں سے لوٹ آئے اور ایسے شخص سے پڑھنے سے انکار کر دیا
 جو موعظین کی افسیق اور تکفیر سے منع کرتا ہو۔ (ترجمہ مفسر)

یہ واقعہ علامہ عبدالحق شیر آبادی کی ملاقات کا ہے، جس کا ذکر مولانا ظفر اللہ صاحب دہلوی نے
 حیات اعلیٰ حضرت کے صفحہ ۳۲ - ۱۳۶ - ۱۷۶ پر کیا ہے، اس واقعہ کی تفصیل اس سے پہلے
 گزر چکی ہے، اس جگہ چند اشعار کیے جاتے ہیں جن سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ بیانیہ حقیقت سے

کسی قدر دُر ہے۔

۱۔ امام احمد رضاؒ انوارِ مہمور کے طلب کرتے پر ان سے ملاقات کے لیے گئے تھے، ملازم

خیر آبادی سے پڑھنے نہیں گئے تھے۔

۲۔ اتفاقاً ملازم خیر آبادی بھی وہیں آگئے۔ دورانِ گفتگو انہوں نے شافل کے بارے میں

پوچھا آپ نے فرمایا: تدریس، اقامہ اور تصنیف انہوں نے پوچھا کس فن میں؟ فرمایا: مسائلِ
درمئیہ اور رد و ہایہ لیکن یہ صاحب اپنے پاس سے تنقیر کی کچھ لگا رہے ہیں!

وَابِیْن ضَلَالِہُمْ وَ کَفْرِہُمْ

جبکہ اس جگہ لکھا ذکر نہیں ہے، اسی طرح یہ بھی اپنی طرف سے اضافہ ہے کہ ایسے شخص
سے پڑھنے سے انکار کرو یا جو محدثین کی تنقیر اور تکفیر سے منع کرتا ہو، حالانکہ اس جگہ بھی تکفیر کا
ذکر نہیں ہے۔

۳۔ لطیفہ یہ کہ اس سے پہلے خود کہہ چکے ہیں کہ ملازم خیر آبادی انہیں پڑھانے پر رضی نہ ہوئے

وَلَمْ یَكُنْ لَہُمْ یَرْضٰ بِتَعْلِیْمِہٖ اِیَّآہُ

اور اس جگہ یہ کہا بار بار ہے کہ بریلوی نے ایسے شخص سے پڑھنے سے انکار کر دیا۔

وَ اِیْنِ اِنْ یَتَعْلَمُ مِنْ مِثْلِ هٰذَا الشَّخْصِ

اصل بات یہ ہے کہ زبیر داستان کے لیے غلط بیانی کو بہت اہمیت ہی باقی ہے
اور یہ گمان کیا ہاتھ کے کہ متعلق میں حسن اور دلکشی کہاں!

علمی شکوہ اور قدرتِ کلام

امام احمد رضا بریلوی چودھویں صدی کی وہ عظیم ترین شخصیت ہیں جن کے علمی ہنر و مہارت و معیت نظر، قوت استدلال اور قدرتِ کلام کا ایک جہان معرض ہے، ان کے نظریات و عقائد سے کئی لوگوں کو اختلاف ہوگا، لیکن ان کے جذباتِ عشقِ رسول اور ان کے کلام کے سوز و گداز سے کوئی صاحبِ علم اختلاف نہیں کر سکتا۔ ذیل میں چند معروف اصحابِ علم و فکر کے تاثرات پیش کیے جاتے ہیں جن سے امام احمد رضا بریلوی کے مقام کو سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے۔

علامہ اقبال کی رائے یہ تھی،

”وہ بے حد ذہین اور باریک بین عالم تھے، فقہی بصیرت میں ان کا مقام بلند تھا، ان کے فتاویٰ کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور اور پاک و سبند کے کیسے تالہ روزگارِ فقیہ تھے، مہندستان کے اس دورِ مستغربین میں ان جیسا طمع اور ذہین فقیہ مشکل ملے گا۔ وہ ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں،

مولانا احمد رضا خاں کے علم و فضل کا میرے دل میں بڑا احترام ہے، فی الواقع وہ علومِ دینی پر بڑی وسیع نظر رکھتے تھے اور ان کی فضیلت کا اعتراف ان لوگوں کو بھی ہے جو ان سے اختلاف رکھتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد الدین الوائلی اہل حدیث، جامعہ اذہر و مصر لکھتے ہیں،

”پرانا مقولہ ہے کہ فرد واحد میں دو چیزیں جمع نہیں ہو سکتیں، تحقیقاتِ علمیہ اور نازک خیالی۔ لیکن مولانا احمد رضا خاں نے اس تعلیدی نظریہ کے برعکس

تہمت کر کے دکھا دیا۔ آپ عالم معنی ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین نازک خیال
شاعر بھی تھے۔ منہ دربرہ مرلی

ڈاکٹر مراد علی خاں، ایم اے پی۔ ایچ ڈی، ریڈر شعبہ عربی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ (انڈیا)
لکھتے ہیں:

امام احمد رضا نہایت بلند مرتبہ صاحب قلم تھے اور بے شک و شبہ اپنے
عہد کے لسانی صاحب تصنیف و تالیف تھے۔ آپ کی زود فوری برہت
تحریر اور تصنیفی استعداد کی اعلیٰ صلاحیت یہ تھی کہ آپ نے برسوں کا کام دونوں
میں اور مہینوں کا کام گھنٹوں میں یہ اسلوب آسن انجام دے کر فضائل وقت
کو انکشت بدندان کر دیا۔ تے

جناب شفیق بریلوی (کراچی) لکھتے ہیں:

تہ ایک جید عالم دین اور بڑے نکتہ رس فقیہ ہونے کے علاوہ ایک بلند پایہ
نعت گو شاعر بھی تھے۔ ان کو فن اور زبان پر پوری قدرت حاصل تھی۔ وہ مانتی بول
(مسیح علیہ السلام) تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی فطرت قرآن و حدیث کی تفسیر و ترجمہ میں
..... ان کا قرآن مجید کا ترجمہ بھی بہت مشہور و مقبول ہے۔ قرآن مجید کے اس
ترجمہ میں زبان و بیان کی شگفتگی موجود ہے اور عام فہم بھی ہے۔ اس میں اعلیٰ حضرت
کے شاعرانہ ذوق، عالمانہ بصیرت، ایمان کی پختگی، محبت رسول اور ادب کے
جو بر نمایاں ہیں۔ تے

پروفیسر علی عباس جلالپوری، ایم اے فلسفہ (کولمبیا یونیورسٹی) لکھتے ہیں:

”حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی نے فارسی اور اردو میں بیشال
نعتیں لکھی ہیں، جن کے بغیر دود و سلام کی کوئی محفل گر مافی نہیں جاسکتی۔ ان کا
ایک ایک نغظ عشق رسول میں بسا ہوا ہے اور انہیں محسن کرامتین کے دل
عشق رسول سے سرشار ہو جاتے ہیں۔

ادبی لحاظ سے بھی یہ نعتیں محسن بیان کے اچھوتے نمونے ہیں۔ ایک دن داغ
دہلوی کے سامنے کسی شخص نے حضرت شاہ احمد رضا خاں کی ایک نعت کا شعر پڑھا

وہ سوتے لالہ زار پھرتے ہیں

تیرے دن لے پیار پھرتے ہیں

مرزا داغ پھر مک اٹھے اور کہا،

ہیں ایک مولوی اور ایسا شعر ادا! وا!

آپ کی اکثر نعتیں ہماری علمی و ادبی میراث کا بیش قیمت حصہ بن چکی ہیں، ملے

جناب اسفر حسین خاں نقوی لدھیانوی فرماتے ہیں،

”مولانا کو شیریں زبانی کے اعتبار سے ادبی زبان پر سبقت حاصل ہے اور بیان

میں ندرت ہے۔ اس دور میں داغ و امیر، عالی، اکبر و قاری و امیر قلاتی کی زبان

ملاست سادگی اور محاورہ کے اعتبار سے مسلم حتیٰ مولانا کی زبان، شگفتگی اور

روانی میں ان اساتذہ کی زبان سے کسی طرح بھی کم نہیں۔“

جناب رئیس امر و ہوی (کرچی) رقمطراز ہیں،

ان کی تصانیف نثر اور ان کی شاعری کیفیت و سہولت سے کبریا ہے جس سے

محب طرح کا انشراح صدر ہو تا ہے، رُوح پر امتیازی کیفیت طاری ہوتی ہے

۱۹۱

وہ اک صوفی ہا صفا اور عالمِ جلیل تھے۔ ایسی کیا ب شخصیتیں تاریخ ساز بھی ہوتی ہیں
حمد آفریں بھی!

ستہ شانِ الحقِ معنی لکھتے ہیں:

مہترج تخلیقات وہی ہیں جو زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لیے روحانی سرور اور
اخلاقی بصیرت کا ذخیرہ ہوں، میر سے نزدیک مولانا کا نعتیہ کلام ادبی تنقید سے بڑا
ہے۔ اس پر کسی ادبی تنقید کی ضرورت نہیں، اس کی مقبولیت اور دل پذیری ہی
اس کا سب سے بڑا ادبی کمال ہے اور مولانا کے شاعرانہ مرتبہ پر دال ہے۔

میں تاثیر کو صودت سے نہ معنی سے غرض
شعروہ ہے کہ لگے بھوم کے گانے کوئی!

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں سابق صدر شعبہ اُردو، سندھ یونیورسٹی لکھتے ہیں:

میرا خیال یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب غالباً فاضلِ علم دین ہیں
جنہوں نے اُردو نظم و نثر دونوں میں اُردو کے بے شمار محاورات استعمال کیے ہیں
اصاپنی علمیت سے اُردو شاعری میں پار پائل لگا دیتے ہیں۔

یہ تاثرات مختلف مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے اہل علم و دانش کے ہیں جنہوں نے دل کھول
امام احمد رضا کی مختلف منیہ با حقیقتوں پر اظہارِ خیال کیا ہے، لیکن اگر میں نہ مانوں کہ یہ ایسی پیش نظر
ہو تو اس قسم کے تبصرے بھی کیے جاسکتے ہیں:

ان کی زبان مغلق اور مبہم ہے، بہت کم ان کا کلام سمجھا جاتا ہے، کیونکہ ان کی
مبارات گنگنک اور اندازِ بیان مبہم ہے اور بعض اوقات وہ قصداً ایسا کرتے
تھے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ زبردست عالم اور گہری تحریر کے مالک ہیں۔

مذکورہ بالا تاثرات ایک بار پھر ملاحظہ فرمائیں، آپ کو خود احساس ہو جائے گا کہ تعصب بے باحتیاقی کے کس قدر دھڑلے جاتا ہے۔ یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ جب گفتگو عام سطح معیار سے گزر کر تحقیق و تدریق اور علمی و فنی اصطلاحات تک پہنچ جائے، تو سمجھ اس کا سمجھنا عام آدمی کے بس میں نہیں رہتا، جب تک ان اصطلاحات سے واقفیت اور اس کی گہرائی تک پہنچنے کی اہلیہ نہ ہو حضرت شاہ ولی اللہ محدث و طبری کی تعینات فیوض الحویلی، بہجات اور تعویضات الہیہ کا ایک نظر مطالعہ کیجئے، یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔

تقریر و خطابت

عام طور پر دیکھنے میں آیا ہے کہ کسی بھی عالم کو تحریر و تقریر میں سے کسی ایک فن میں ہی کمال حاصل ہوتا ہے، لیکن امام احمد رضا بریلوی، دونوں میدانوں کے بے مثال شہسوار تھے اگرچہ آپ تحریر کو تقریر پر ترجیح دیتے تھے، کیونکہ تقریر ایک وقتی چیز ہے، جبکہ تحریر اللہ تعالیٰ کو منظور ہو تو دیر تک رہ سکتی ہے اور دور تک پہنچ سکتی ہے۔

ایک دفعہ بدایونی کی جامع مسجد شمس میں مولانا عبدالقیوم بدایونی (والدہ ماجدہ مولانا عبدالعالم بدایونی) نے اعلان کر دیا کہ جمعہ کے بعد مولانا احمد رضا خاں کی تقریر ہوگی، آپ نے بہت مصفحت کی کہ میں غلط نہیں کیا کرتا۔ نیز یہ فرمایا کہ مجھے پہلے سے اطلاع نہیں دی، مگر وہ نہیں مانے۔ آپ نے مسلسل دو گھنٹے تقریر فرمائی۔ تقریر کے بعد مولانا عبدالقیوم بدایونی نے جمعہ بھی بلند پایہ عالم اور خطیب تھے، فرمایا:

”کوئی عالم، کتب درجہ کرانے کے بعد بھی ایسے پُرار معلومات، پراثر بیان سے حاضرین کو محفوظ نہیں کر سکتا، یہ وسعت معلومات جناب ہی کا حصہ ہے۔“

۱۳۱۸ھ کا واقعہ ہے کہ پٹنہ میں ندوہ کے رو میں ایک جلسہ کیا گیا جس میں ملائے اہل سنت

بکثرت موجود تھے۔ رات کو جب امام احمد رضا بریلوی کی تقریر شروع ہوئی تو مولانا عبدالعقاد بریلوی نے سید اسحاق حسین میاں مارہروی کو نیند سے بیدار کیا اور فرمایا:

مولانا احمد رضا خاں صاحب کا بیان ہو رہا ہے اور سنا ہے کہ نندوں کے سرخند بھی آنے لگے ہیں۔ اس وقت ہمارے پٹھان کے وار دیکھنے کے قابل ہیں۔

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ بڑے بڑے اصحاب فضل و کمال کس شوق سے امام احمد رضا کی تقریر سنا کرتے تھے۔

ایک دفعہ بایرول میں حضرت مولانا عبدالعقاد بریلوی کے عرس مبارک کے موقع پر جب صبح سے تین بجے تک چھ گھنٹے تقریر فرمائی اور سورۃ والعنقی کی تفسیر بیان کی اور آخر میں فرمایا کہ اسی سورۃ مبارکہ کی چند آیات مبارکہ کی تفسیر میں اسی جُز لکھے تھے، پھر آگے دیکھ سکا اتنا وقت کہاں سے ملاؤں کہ پورے کلام پاک کی تفسیر لکھوں۔

جناب سیدنا یوسف علی رضوی فرماتے ہیں:

ذکر میلاد مبارک میں ابتداء سے انتہاء تک ادباً و ذوقاً و فکر سے، یونیس میں

فرماتے، پیار پانچ گھنٹے کامل دوزانو ہی منبر شریف پر رہتے۔

ماہِ رجب ۱۳۱۸ھ میں مجلس علماء اہل سنت و جماعت، پٹنہ کے سالانہ اجلاس میں پیار گئے تقریر فرمائی۔

ڈاکٹر سید محمد اسد، ایم۔ اے۔ ڈی۔ لٹ، پٹنہ میں شعبہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ

پنجاب یونیورسٹی، لاہور لکھتے ہیں:

۱۔ حضرت امین بھاری مدظلہ، صاحب اعلیٰ حضرت

۲۔ ارشاد

عالم اپنی قوم کا ذہن اور اس کی زبان بوتا ہے اور وہ عالم جس کی فکر و نظر کا محور قرآن حکیم اور حدیث نبویؐ ہو وہ ترجمانِ علم و حکمت، نقیبِ حق و صداقت اور محسنِ انصافیت ہوتا ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ حضرت مولانا مفتی شاہ احمد رضا خان بریلوی بھی ایسے ہی عالمِ دین تھے، تو یہ مبالغہ نہ ہوگا، بلکہ حقیقت کا اعتراف ہوگا۔ وہ بلاشبہ جلیلِ عالم، متبحرِ محکم، مبقرِ فقیہ، صاحبِ نظر مفسرِ قرآن، عظیم محدث اور مہربان خطیب تھے۔

لیکن جو لوگ حقائق سے واقف نہیں یا واقف نہیں ہونا چاہتے، ان کا تاثر یہ ہے،
وہ کلام میں فصیح نہ تھے، نہ تحریر میں نہ تقریر میں، انہیں خود بھی اس کا احساس تھا، اسی لیے وہ جمعہ اور عیدین کے مواقع پر تقریر نہیں کرتے تھے البتہ عسری عیدِ جبران کی اور ان کے ہمنواؤں کی خود ساختہ بدعت ہے جسے وہ عیدِ میلاد النبیؐ کہتے ہیں اور اپنے شیخ شاہِ آلِ رسولؐ کے یومِ وفات پر جسے وہ عرس کہتے ہیں تقریر کرتے تھے۔

اس جگہ چند امور کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں،

(۱) جس شخصیت کو اپنے غیر فصیح ہونے کا احساس تھا اور اسی احساس کے پیشِ نظر وہ (بقولِ کسے) جمعہ اور عیدین کے مواقع پر تقریر نہیں کرتے تھے تو وہ مذکورہ بالا دو موقعاں پر کس طرح تقریر کر لیتے تھے۔ جو تقریر کر بھی دے سکتا ہو، اسے تو کسی موقع پر بھی یہ جرات نہ کرنی چاہیئے، خصوصاً دو اہم مواقع پر۔

(۲) اس کا کیا ثبوت ہے کہ وہ جمعہ و عیدین کے مواقع پر تقریر نہیں کرتے تھے؟

جناب ڈاکٹر عابد احمد علی، سالی، مہتممِ بیت القرآن، پنجاب پبلک لائبریری لاہور اپنے چشمِ دید واقعات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

”والد نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے بریلی کی جامع مسجد نو محلہ میں تشریف لے جاتے اور میں بھی اکثر آپ کے ساتھ ہوتا، اکثر و بیشتر ہمیں دوسری عیسوی سن میں بیٹھے کا موقع مل جاتا۔ اسی مسجد میں حضرت مولانا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا کرتے۔ منبر پر ان کے بیٹھنے اور ان کے علیہ مبارک کا منظر ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے۔ حضرت والا بلند قامت، خوب رو اور سرخ و سفید رنگ کے مالک تھے۔ ڈاڑھی اس وقت سفید ہو چکی تھی مگر نہایت خوبصورت تھی۔

آٹھ از حد شریں اور گداز تھی۔ آپ کا وعظ نہایت مؤثر ہوتا تھا۔ میں اگرچہ بچہ تھا مگر اس کے باوجود آپ کے مواعظ میں میرے لیے کوئی کشش نہ ہوتی تھی۔ اکثر محراب پر انہماک سامانی ہو جاتا اور حاضرین کی کیفیت تو اس سے بڑھ کر ہوتی تھی۔ مجھے یہ بھی محسوس ہوتا کہ طبیعت کے اعتبار سے آپ کا وعظ نا صاف طویل اور مفصل ہوتا ہوگا، مگر وہاں خطبہ جمعہ حاضرین کی سہولت کے لیے اکثر مختصر فرمادیتے۔ ڈاکٹر صاحب امام احمد رضا بریلوی کے انداز تقریر کے بارے میں لکھتے ہیں، ”وعظ میں دلچسپی پیدا کرنے کے لیے آپ حکایات، ماثورہ بھی بیان فرماتے، مگر آپ کے مواعظ کی اصل بنیاد آیات اور احادیث پر قائم ہوتی تھی۔“

(۳) صرف دو وقعوں پر تقریر کرنے کا حوالہ مصنفہ نمبر کی نشان دہی کے بغیر حیات اہل حضرت کا دیا گیا ہے، حالانکہ اس کتاب میں صراحت لکھا ہے کہ دو نہیں بلکہ زہدست تقریریں ہوتی تھیں ان کے علاوہ اہل شہر (بریلی) کی درخواست پر دیگر محافل میں بھی تقریر فرمادیتے تھے۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو،

”اعلیٰ حضرت کا معمول تھا کہ سال میں تین وعظ بہت زبردست فرمایا کرتے تھے۔ ایک سالانہ جلسہ دستار بندی طلبائے فارغ التحصیل مدرّس اہل سنت و جماعت مسجد نبوی جی محلہ بہاری پور میں دوسرا بربع الاول شریف کو دونوں وقت صبح آٹھ بجے اور شب کو بعد نماز عشا..... بس میں شہر بھر کے عمائد و معززین مطلوبہ دعوت نامے کے ذریعے مدعو ہوتے اور اس مجلس کا اہتمام اور وعظ کی اہمیت شہر میں ایسی تھی کہ اس تاریخ کو کسی دوسری جگہ اجتماع و نظام کے ساتھ مجلس نہیں ہوتی تھی..... تیسرا وعظ ۱۸ ذی الحجۃ المحرم عرس سراپا قدس..... جناب سید شاہ آل رسول صاحب مدہری قدس سرہ کے موقع پر..... ان کے علاوہ کبھی کبھی اہل شہر کی دعوت اور غرض وقتاً پر بھی شہر کے بعض مجلس میلاد میں بیان فرمادیا کرتے تھے۔“

تصانیف امام احمد رضا

امام احمد رضا بریلوی ۱۴ شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ کو پرنے چودہ سال کی عمر میں علوم کی تحصیل سے فارغ ہوئے اور سند و دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔ اسی دن رضاعت کے ایک مسئلہ کا جواب لکھ کر والد ماجد کی خدمت میں پیش کیا جو بالکل صحیح تھا۔ اسی دن سے فتویٰ نوی کا کام آپ کے سپرد کر دیا گیا۔ اس دن سے آخر عمر تک آپ مسلسل لکھتے رہے اور اپنی تصنیفات کا عظیم ابداد گراں قدر سرمایہ امت مسلمہ کو دے گئے۔ آج جب کہ آپ کے وصال کو ساٹھ سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے، ابھی تک آپ کی تمام تصانیف چھپ کر منظر عام پر آسکیں۔ ان کے قلم کی برق رفتاری اور اہل سنت کی غفلت کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ اہل سنت و جماعت اپنی تمام تر کثرت کے باوجود فرد واحد کی نگارشات کو شائع کرنے سے قاصر رہے، جس نے ہماری انجمن کا کام سہرا بنایا۔

پھر یہ بھی نہیں ہے کہ ان کی تصانیف کی قدر و منزلت نہیں کی جاتی، بلکہ جس صاحبِ علم کے پاس ان کی تصانیف موجود ہوں، وہ انہیں قیمتی مساجح سمجھ کر اپنے پاس محفوظ رکھتا ہے۔ اس جگہ اس امر کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ جمعہ کے روز ادارہ کل، لاہور میں چیلن پرائی کتبوں کے شامل رنگائے جاتے ہیں، بہت سی کتبیں بالکل نئی حالت میں، نصف یا اس سے بھی کم قیمت پر مل جاتی ہیں۔ سائبر ٹویو نامی کتاب بھی چار پانچ روپے میں مل جاتی ہے لیکن امام احمد رضا کی اخباری کاغذ پر لیتھو کی چھپی ہوئی تصانیف میں سے کوئی رسالہ یا کتاب شاید ہی وہاں مل سکے۔ اشدقہ ۲۱/۱۱، سنت و حماحت کو توفیق دے کہ وہ اس ادارہ کی فکر کر، حوامام احمد رضا رضوی

کی تمام تصانیف کو جدید انداز میں ایڈٹ کر کے شائع کیے۔ اس سلسلہ میں جامع نظامیہ ضمیمہ لاہور میں کام کا آغاز ہو چکا ہے، جس کے شعبہ تصنیف و تالیف و تحقیق کے رکن اعلیٰ ائمہ ہزاروی، امام احمد رضا کے متعدد رسائل پر تحقیقی کام کر چکے ہیں۔ جامعہ اشرفیہ مبارکپور (انڈیا) اور مرکزی مجلس رضا لاہور میں اس سلسلے کا قابل قدر کام ہو رہا ہے۔

تعداد تصانیف

الدولۃ المکیۃ بتالیف ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۶ء میں خود امام احمد رضا نے اپنی تصانیف کی تعداد دوسو سے زائد بیان کی ہے آپ کے صاحبزادے حمزہ الاسلام مولانا محمد رضا بریلوی نے مکتبہ میں وضاحت فرمائی:

”یعنی وہابیہ کے رد میں اور نہ محمد اللہ تعالیٰ پر اسوے زائد ہیں۔“

۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء میں مولانا فخر الدین بہاری نے ایک فہرست الجمل العبد لتالیفات المحمود ترتیب دی جس میں ۲۵۰ تصانیف کا اجمالی تذکرہ کیا اور ساتھ ہی یہ تصریح فرمادی: ”میں نہیں کہتا کہ سب اسی قدر ہیں، بلکہ یہ صرف وہ ہیں جو اس وقت کے استقراء میں میرے پیش نظر ہیں۔ فضل خدا سے امید واثق کہ اگر نقص نام اور تمام قدیم و جدید استوں پر نظر عام کی جائے، تو کم و بیش پچاس رسالے اور نکلیں گے۔“

۱۹۳۸ء میں مولانا فخر الدین بہاری نے حیات اعلیٰ حضرت کلمی میں وہ فرماتے ہیں، ”اعلیٰ حضرت کی تصانیف چھ سو سے زائد ہیں۔“

لے احمد رضا بریلوی، امام، الدولۃ المکیۃ (مکتبہ رضویہ، کراچی) ص ۱۱

بعد میں تیار کی جانے والی فہرست کے مطابق ۵ تصانیف ہیں۔
مفتی اعجاز دلی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ جو امام احمد رضا بریلوی کے قریبی رشتہ دار اور متحر عالم
تھے، انہوں نے یہ تعداد ایک ہزار بیان کی۔

حقیقت حال سے ناواقف ان بیانات سے الجھن میں مبتلا ہو سکتا ہے، اسی لیے
لکھا گیا ہے:

قبائلیہ اور غلوں لوگوں کے رگ و پے میں رچا ہوا ہے، یہ سچی بات سے
سیر نہیں جھٹکتے، مجبوراً جھوٹ بولتے ہیں، اسی لیے اس موضوع پر ان کے اقوال
مختلف ہیں، چنانچہ تصانیف کی تعداد دو سو، تین سو پچاس، چار سو، پانچ سو
سے زیادہ، چھ سو سے زیادہ اور ایک ہزار بلکہ اس سے زیادہ بیان کی ہے (ذکر)
ایک ایسا اشکال ہے جسے ایک دفعہ بیان کرنے سے قسلی نہیں ہوتی، بلکہ ص ۲۹-۳۱
۲۳ پر شکار کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

حالانکہ یہ کوئی لایعنی اشکال نہیں ہے۔ ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۶ء میں امام احمد رضا بریلوی
نے فرمایا کہ اس وقت تک تصانیف دو سو سے زائد ہیں جس کا ترجمہ البریلویہ میں دو سو
کے قریب کیا گیا ہے۔ اصل اور ترجمہ میں کتنا فرق ہے؟ اسی جگہ مولانا ساجد رضا خاں نے
مشیہ لکھا کہ یہ ان تصانیف کی تعداد ہے جو قزوینیہ میں ہیں، ورنہ کل تصانیف چار سو سے
زائد ہیں۔ ۱۳۲۷ھ / ۱۹۰۹ء میں مولانا خضر الدین بہاری نے فہرست تیار کی اور ان کی تعداد
تین سو پچاس بیان کی اور ساتھ ہی تصریح کر دی کہ یہ تعداد حتمی نہیں ہے، مزید تجویج کی جائے
تو پچاس پچاس رسائی مزید مل جائیں گے۔ مفتی اعجاز دلی خاں نے تعداد ایک ہزار بیان

کجی سے ماہنامہ المیزان نے چھ سو صفحات پر مشتمل دقیق اور خوبصورت امام احمد رضاؒ
نکالا، تو اس میں جن کتب و رسائل کی فہرست دی گئی، ان کی تعداد پانچ سو اڑتالیس ہے۔ یہ بھی آخری
فہرست نہیں ہے، مہلانیس اختر مصباحی لکھتے ہیں،

فاضل بریلوی کی تصانیف کی تفصیل فہرست پہلی تحقیق اور تلاش و جستجو کے بعد مولانا عبدالعزیز نعمانی صاحب نے مرتب فرمائی ہے جو عنقریب الجمع الاضوی کے ذریعہ اہتمام منظر عام پر آئے گی۔

جناب سید ریاست ملی قادی نکلتے ہیں،

میرہ فیض و ذکر محمد مسعود احمد صاحب، پرنسپل گورنمنٹ ڈگری سائنس کالج
محکمہ (سند) نے اپنی تعینیت حیات مولانا احمد رضا خاں بریلویؒ میں ۱۹۲۱ء
کتب و حواشی کا تذکرہ کیا ہے، موصوف "بلوگرافیکل انسائیکلو پیڈیا آف امام
احمد رضا خاں" ترتیب دے رہے ہیں، جو تکمیل کے آخری مراحل میں ہے۔
مجھے یہ کہنے میں ہلک نہیں ہے کہ اہل سنت و جماعت نے تعینیت و اشاعت کے بارے
میں جس قدر بے اعتنائی سے کام لیا ہے، کسی فرقے نے نہیں کیا۔ اس غفلت شعار قوم سے آج
تک نہ تو امام احمد رضا کی تصانیف کی اشاعت کا اہتمام ہو سکا اور نہ ہی وہ گراں قدر
ذخیرہ کتب پروری طرح محفوظ رہ سکا، اس لیے کوئی محقق کتنی ہی محنت کیوں نہ کرے، جامع اور
مکمل فہرست تیار نہیں کر سکتا۔

ان حالات میں ہم دعوے سے بھی کورہکتے ہیں کہ امام احمد رضا کی تصنیفات و رسائل کی تعداد آٹھ سو چالیس ہٹے تاؤتیکہ اس سے زیادہ نگارشات کی فہرست سامنے نہ آہے

بعض حضرات نے جو تعداد ایک ہزار بتائی ہے تو ممکن ہے وہ ظن و تخمین پر مبنی ہو۔

فتاویٰ رضویہ

امام احمد رضا بریلوی کی تصانیف میں سیر فرست فتاویٰ رضویہ ہے اس کا پورا
العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ المرصویۃ ہے۔ اس فتاویٰ کی اہمیت کا اندازہ لگانے
کے لیے وسیع ذیل چند تاثرات کافی ہیں۔

ڈاکٹر مابد احمد علی سابق اہم بیت القرآن، پنجاب پبلک لائبریری، لاہور علی گڑھ
کی ایک مجلس کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ایک بار استاد محترم مولانا سلیمان اشرف نے اقبال کو کھانے پر مدعو کیا اور
وہاں محفل میں حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا ذکر چرچا گیا۔ اقبال نے مولانا
کے بارے میں یہ رائے ظاہر کی کہ وہ بے حد ذہین اور باریک بین عالم دین تھے
فقہی بصیرت میں ان کا مقام بہت بلند تھا۔ ان کے فتاویٰ کے مطالعے سے
اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور اور پاک و
ہند کے کیسے نابینہ روزگار فقیہ تھے۔ ہندوستان کے اس وہم و ستارہ فرین میں ان
جیسا طبائع اور ذہین فقیہ مشکل ملے گا۔ اس کے ساتھ ہی اقبال مرحوم نے مولانا
کی طبیعت کی شدت اور بعض علماء کے بارے میں ان کی طرف منسوب سخت گیر
رویئے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اگرچہ انھیں درمیان میں نہ آجڑی تو ان کا
وقت اور علم و فضل، ملت کے دیگر مسائل کے لیے زیادہ مفید طریقے سے صرف ہوتا
اور یقیناً وہ اس وعدہ کے اہل ہوندا کہل سکتے تھے۔

ابراہیم حسن علی ندوی لکھتے ہیں:

یہ تاثرات امام احمد رضا بریلوی کے حلقہ معتقدین کے نہیں، بلکہ علامہ اقبال کے علاوہ باقی اہل علم مسلمانوں سے متفق نہیں ہیں، اس لیے کوئی جبر نہیں کر ان تاثرات کو عقلاً اور مبالغہ پر معمول کیا جائے۔

اس وقت (۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵ء) تک فتاویٰ کی بارہ جلدوں میں سے ساڑھے سات جلدیں شائع ہوئی ہیں۔ ہندوستان سے شائع ہونے والی نیا ۶ جلدیں بڑے سائز میں چھپی ہیں جبکہ پہلی پانچ جلدیں پاکستان میں شائع ہوئی ہیں۔ پاکستانی ایڈیشن میں سائز چھوٹا کر دیا گیا ہے لیکن اس میں قباحت یہ پیدا ہو گئی کہ خط انتہا ریک کر دیا گیا کہ پڑھنا مشکل ہے۔ ہندوستانی ایڈیشن میں سائز اور خط مناسب ہے، اگر فتاویٰ کو جدید انداز میں مرتب کیا جائے، پیرامندی کی بجائے عربی مہارت کا اردو ترجمہ شامل کر دیا جائے اور عوامی میں حوالوں کی تخریج کر دی جائے تو اس کی کم از کم تیس جلدیں تیار ہو جائیں گی۔

ذیل میں فتاویٰ رضویہ کی آٹھ جلدوں کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے:

جلد اول: مطبوعہ مشرق غلام علی ایٹھ سنز لاہور۔ جہازی سائز تقطیع (۹ × ۱۲) صفحات ۸۸۰

اس جلد میں ایک سو چودہ فتوے اور اٹھائیس رسائل ہیں۔

جلد دوم: مطبوعہ مکتب خانہ سنائی، میرٹھ (انڈیا) سال طباعت (۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۷ء) تقطیع (۹ × ۱۲) صفحات ۵۱۲

اس جلد میں ۲۸۸ فتوے اور سات رسائل ہیں

جلد سوم: مطبوعہ مکتب دارالاشاعت، مبارکپور، اعظم گڑھ (انڈیا)

سال طباعت ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۷ء تقطیع (۸ × ۱۱) صفحات ۸۱۵

اس جلد میں چار سو بیالیس رسائل ہیں اور پندرہ رسائل ہیں۔

جلد چہارم: مطبوعہ مکتب دارالاشاعت، مبارکپور، اعظم گڑھ (انڈیا)

سالِ طباعت (۱۳۸۷ھ / ۱۹۶۷ء) تقطیع (۸ × ۸) صفحہ ۷۲۴

اس جلد میں چار سو بیالیس مسائل اور ستائیس رسائل ہیں۔

جلد پنجم: سنی دارالاشاعت، مبارکپور، اعظم گڑھ (انڈیا)

سالِ طباعت (۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء) تقطیع (۸ × ۸) صفحہ ۷۹۹

اس جلد میں نو سو پچاس فتاویٰ اور نو سو سولہ رسائل ہیں۔

جلد ششم: سنی دارالاشاعت، مبارکپور، اعظم گڑھ (انڈیا)

سالِ طباعت (۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء) تقطیع (۸ × ۸) صفحہ ۵۲۶

اس جلد میں چار سو ستاونے مسائل اور آٹھ رسائل ہیں۔

جلد دہم: (نصف) مطبوعہ مکتبہ رضا، بیسپور، پبلی بحیثیت (انڈیا) صفحہ ۲۶۴

سالِ طباعت (نقدار) تقطیع (۹ × ۱۲)

جلد یازدہم: مطبوعہ ادارہ اشاعت تصنیفات رضا، بریلی (انڈیا)

سالِ طباعت (۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء) تقطیع (۹ × ۱۲) صفحہ ۳۷۵

اس جلد میں ایک سو ستاون مسائل اور چار رسائل ہیں۔

یہ آٹھ جلدیں چار ہزار آٹھ سو پچاس صفحات پر مشتمل ہیں اور اگر جدید انداز میں مرتب کر کے شائع کی جائیں تو دو تین گنا زیادہ ہو جائیں۔

اعتراضات

امام احمد رضا کی تصانیف کے بارے میں چند شکوک و شبہات اٹھائے گئے ہیں جن کی ذیل

سطور میں ان کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے :

۱۔ تصانیف کی تعداد کے بیان میں اختلاف شدید پایا جاتا ہے اور اپنے امام کی عظمت

کو جھوٹا سہارا دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

۱۔ احقر ارض مختلف مسغرات میں تین بار ذکر کیا گیا ہے، گویا ایک بار ذکر کرنے سے تسبیح نہیں ہوتی، اس کا جواب گردشہ مسغرات میں دیا جا چکا ہے۔

۲۔ بریلوی نے کوئی کتاب نہیں لکھی، صرف استغارات کے جواب میں فتوے لکھتے ہیں اس کے لیے بھی متعدد تنخواہ دار ملازم رکھے ہوئے تھے۔ بعض استغارات دوسرے شہروں میں بھی دیئے جاتے تھے، ان کے معاونین جواب تحریر کرتے۔ یہ جوابات سوال کرنے والوں کو ارسال کر دیتے جاتے۔ بعض معاونین مختلف کتابوں سے عبارات نقل کر کے بھیج دیتے، جنہیں تحقیق و تفتیش کے بعد اپنی عبارت میں درج کر دیتے، یہی وجہ ہے کہ ان کے فتووں میں شدید ایہام پایا جاتا ہے (ترجمہ ملفضا)

دلائل کے بغیر آدمی جو چاہے کہہ سکتا ہے، لیکن اہل علم کے ہاں اس کی کچھ قدر قیمت نہ ہوگی۔ امام احمد رضا کے پاس علماء کا جگہ نشا نگار بت تھا۔ کچھ حضرات والاعلم منظر اسلام کے مدرس ہوتے تھے۔ ملاقات کے لیے آنے والوں کی بھی کمی نہیں تھی۔ ان میں سے چند حضرات کو تربیت کے لیے مختلف کتابوں سے حوالے تلاش کرنے پر مامور فرما دیتے، تو اس سے کہاں ثبات ہوتا ہے کہ انہوں نے فتویٰ نویسی کے لیے ملازم رکھے ہوئے تھے۔ ایک طرف تو یہ کہا جاتا ہے کہ ان کی گزربسرامت کی تنخواہ اور خزانوں پر تھی۔ دوسری طرف، یہ کہ متعدد ملازم فتویٰ نویسی کے لیے رکھے ہوئے تھے، ان میں سے کس بات میں صداقت ہے؟ ہمارے نزدیک کسی میں بھی نہیں۔ بعض اوقات علامہ مفضل الدین بہاری کو کسی موضوع پر عبارت تلاش کرنے پر مامور فرما دیتے، یہ بھی ان کی تربیت کا حصہ تھا۔

اس جگہ حافظ عبدالرحمن مدنی دایں حدیث کا بیان دلچسپی سے غالی نہ ہوگا، لکھتے ہیں:

میرے گاہ میرے اپنے شکر دیں، بخود احسان الہی علیہم کے لیے عربی لڑے

میں کتابیں لکھتے ہیں اور پھر احسان الہی تمہیران کا نام دیتے بغیر اپنے نام سے

یکت میں شائع کر کے اپنی شہرت کا ڈھنڈو دلا دیتا ہے۔ کیا دنیا اس پر تعجب نہ کرے گی کہ جو شخص انگریزی زبان نہ بول سکتا ہو، نہ پڑھا اور سمجھ سکتا ہو، اُس کی مستقل کتابیں انگریزی زبان میں اُس کے نام سے شائع ہوں؟

امام احمد رضا بریلوی کی فقہی بصیرت، ثروت نگاہی اور وسعت معلومات کے بیگانے بھی قائل ہیں۔ ابوالحسن علی ندوی اور شاہ معین الدین کے اقتباسات اس سے پہلے پیش کیے جا چکے ہیں۔ امام احمد رضا اس بات سے مستغنی تھے کہ کسی سے کتاب لکھوا کر اپنے نام سے شائع کر دیں۔

یہ تو اہل علم ہی جان سکتے ہیں کہ امام احمد رضا جو فتوے دیتے ہیں، وہ فیصلہ کن انداز میں دیتے ہیں اس میں نہ تو ابہام ہوتا ہے، نہ تعقید، بلکہ قدرت نے انہیں ایسا حکم عطا فرمایا تھا کہ وہ مختلف اقوال و عبارات کو ان کے صحیح محل پر محمول فرماتے اور احادیث مختلفہ میں اس طرح تطبیق دیتے کہ کوئی اشکال ہی باقی نہ رہتا۔

۴۰۔ بریلویوں کا یہ کہنا کہ ان کی تصانیف ایک ہزار سے زائد ہیں بریل سے ثابت نہیں، کیونکہ کتاب صرف فتاویٰ رضویہ کو کہا جاسکتا ہے جو چھوٹے بڑے حجم میں آٹھ جلدوں میں چھپا ہے۔ باقی چھوٹے چھوٹے رسائل ہیں جنہیں کتاب نہیں کہا جاسکتا۔

گویا کتاب اسی تصنیف کو کہا جاسکتا ہے جو بارہ ضخیم جلدوں میں اور ہزاروں صفحات پر مشتمل ہو، ذیل میں چند کتابوں کے نام دیتے جاتے ہیں جو صرف چند صفحات پر مشتمل ہیں،
الفقہ الکبیر، امام اعظم ابوحنیفہ کی اہم تصنیف ہمارے سامنے ہے۔ مدرسہ نصرت العلم کو جو النوال کا مطبوعہ نسخہ ہے جس میں عربی عبارت چھوٹے سائز کے کچھ نئی صفحات سے زائد نہیں ہے

۱۔ عبدالرشید عراقی، ایلم نودی اودان کی تصنیفات، ترجمان الحدیث لاسور (شمارہ جون ۱۹۹۱ء) ص ۴۵

الکریم کو الگ بھی شمار کیا گیا ہے۔ لہ

۵۔ بعض رسائل چند صفحات پر مشتمل ہیں، مثلاً تنویر العقائد، بعض سات صفحات پر
مثلاً بیان الاسماء اور بعض آٹھ صفحات پر مثلاً لیس الاحکام۔ یہ رسائل بھی ان کی تالیفات میں
شمار کیے گئے ہیں۔ لہ

غالباً یہ خیال نہیں رہا کہ یہ صفحات جہازی سائز کے ہیں۔ یہ رسائل عام کتابی سائز پر شائع
کیے جائیں تو صفحات ہمیں پار گنا پڑے جاتیں گئے، اس سے قبل متعدد رسائل کی نشان دہی کی جا چکی
ہے جو صرف چند صفحات پر مشتمل ہیں۔ اس کے باوجود تصانیف میں شمار کیے جاتے ہیں۔

۶۔ مطبوعہ ہے کہ کتب جہازی، فضائی، التقریب وغیرہ کتب جو بریل کی کتب خانہ
میں موجود تھیں اور وہ ان کا مطالعہ کرتے رہتے تھے (ادراک دو صفحات پر
کبھی حاشیہ بھی لکھ دیا۔ ان تمام حواشی کو بھی اپنے عقیدہ کی تصنیف میں شمار کر دیا
حالانکہ ان حواشی میں سے بڑی کتاب تو کجا، پھول کتاب بھی نہیں ہے) (ترجمہ مختصراً)
یہ درست ہے کہ ان کتابوں پر امام احمد رضا بریلوی نے مستقل حواشی نہیں لکھے، لیکن اکثر و
بیشتر کتابوں پر لکھے ہوئے علمی اور تحقیقی نوٹس اتنی مقدار میں ہیں کہ انہیں الگ کتاب اور کتابچے
کی صورت میں شائع کیا جاسکتا ہے۔

۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء میں مطبوعہ علی الدعا لخدمہ پر امام احمد رضا کے حواشی تطبیقات رضا
کے نام سے مرکزی مجلس رضا، لاہور نے شائع کیے تھے۔ تحقیق و درجہ کا کام علما و محققین
بڑا ہی نے انجام دیا۔ یہ تعلیقات ۲۴۲ پر مشتمل ہیں، جن میں صرف عربی حواشی پیماسی صفحات پر
پہیلے ہوتے ہیں۔

۱۲۵-۹ ص

ابجد معلوم

لے تحقیق حسن خان سیوہالی

۲۱ ص

البریلویہ

۲۱ ص

۲۲-۲۳ ص

البریلویہ

۲۱ ص

اسی طرح اسی سال میں معالم القنزل پر امام احمد رضا کے حاشیہ مولانا محمد صدیق بریلوی کے ترجمہ کے ساتھ چھپے ہیں، جو چالیس صفحات پر مشتمل ہیں۔

البریلویہ نامی کتاب ۲۳ مارچ ۱۹۸۳ء کے بعد چھپی اس لیے کوئی دہر نہیں کہ تعلیقات رضا کے دو فنل جیسے ان کی نظر سے نہ گزرے ہوں۔

جد الممتار حاشیہ شامی

تلفت یکہ ۱۹۸۲ء ہی میں شامی پر امام احمد رضا بریلوی کے مبسوط حاشیہ کی پہلی جلد حیدرآباد دکن سے چھپ گئی تھی جو ۲۲۴ صفحات پر مشتمل اور نفیس عربی نائپ پر چھپی ہے غالباً یہ جلد بھی نظر سے نہیں گزری ہوگی۔ یہ حاشیہ پانچ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔

۱۔ اس گروہ کا صریح جھوٹ یہ کہنا ہے کہ فتاویٰ رضویہ بارہ جلدوں پر مشتمل ہے حالانکہ اب تک اس کی صرف آٹھ جلدیں ہی چھپی ہیں۔ نیز ان آٹھ جلدوں میں سے صرف ایک جلد بڑے سائز پر چھپی ہے۔ باقی تمام جلدیں چھوٹے سائز پر چھپی ہیں۔ لہ

ایک طفل کتب بھی جانتا ہے کہ ہر کتاب کا چھپا ہوا ہونا ضروری نہیں ہے۔ بے شمار کتابیں ایسی ہیں کہ جن کی ایک جلد بھی نہیں چھپی، تو کیا یہ کہا جائے گا کہ اس کتاب کی ایک جلد بھی نہیں ہے کیونکہ کوئی جلد بھی ہو نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ فتاویٰ رضویہ کی بارہ جلدیں لکھی گئی تھیں جن میں سے سات جلدیں مکمل اور دسویں جلد نصف چھپ چکی ہے۔

اسی طرح اگر آپ نے تاج محل نہیں دیکھا، تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ موجود ہی نہیں ہے، ہمارے پاس فتاویٰ رضویہ کی دوسری جلد کے علاوہ باقی تمام جلدیں بڑے سائز پر انڈیا کی چھپی ہوئی موجود ہیں، جو چاہے دیکھ سکتا ہے۔

۸۔ بڑے سائز پر چھپی ہوئی جلد اول ۲۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔
 ممکن ہے یہ طباعت کی غلطی ہو اور نہ پاکستانی ایڈیشن میں پہلی جلد آٹھ سو اسی صفحات پر
 مشتمل اور چاندی سائز پر چھپی ہوئی ہے۔

حاشیہ فوائیح الرحموت

مسلم الشہرت تصنیف علامہ محب الشہیدی اصول فقہ کی دقیق ترین کتاب ہے۔
 حضرت علامہ بحر العلوم کفعمولی نے اس پر فوائیح الرحموت کے نام سے شرح لکھی۔ بحر العلوم
 کا دقیق انداز تحریر کسی صاحب علم پر مخفی نہیں ہے۔ امام احمد رضا بریلوی کفراس پر حاشیہ تحریر
 فرمایا جو چار سو اشعار صفحات پر مشتمل ہے اور راقم کے پاس محفوظ ہے۔

محمود پاک دہند کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مسلمانوں کا وجود ہندوؤں کے لیے کبھی قابلِ برداشت نہیں رہا ان کی سوجھ بوجھ ہمیشہ یہ رہی ہے کہ اسلام سرزمینِ عرب سے آیا ہوا غیر ملکی مذہب ہے، لہذا یہاں کے باشندوں کو پھر سے اپنے آبائی مذہب کو اختیار کر لینا چاہیے، کبھی یہ پروپیگنڈہ کیا گیا کہ ہندوستان کے تمام باشندے ایک قوم ہیں، سلاطینِ مغلیہ میں سے اکبر کے دربار میں ان لوگوں کا اثر و نفوذ حد سے زیادہ بڑھ گیا، یہاں تک کہ اس نے ایک نئے دین، دینِ الہی کی داغ بیل ڈالنا چاہی، جو ہندو مت ہی کا پرہیز تھا اس سے ہندوؤں کو تو کیا نقصان پہنچتا، مسلمان اپنے دین و ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

ایسے میں امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے مسلمانوں کے دین و ایمان کی حفاظت کا بیڑا اٹھایا۔ آپ کے ملفوظات اور مکتوبات نے وہ کام کیا کہ بڑے بڑے بادشاہ اور ان کے لشکر بھی نہ کر سکے۔ آپ کی مساعی جلیلہ لاویثیت اور الحاد کے سامنے سدِ سکندری ثابت ہوئیں اور ملتِ اسلامیہ کی کشتی گنہگار اور بھناکے منہدمکار میں غرق ہونے سے محفوظ رہ گئی۔

اسی دور میں شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے اپنی تصانیف کے ذریعے دینِ متین کی تعلیمات کو فروغ دیا اور کفر کے منہ زور سیلاب کا رخ موڑ دیا۔

ان کے بعد علمی و فکری قیادت شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ہاتھ آئی اور ان حضرات نے کمالِ حسن و خوبی سے اہمیت مسلمہ کی راہنمائی فرمائی۔ ان کے بعد علامہ فضل الرحمن صاحبِ کتب، فضل رسول دہلوی

شاہ احمد سعید مجددی اور مولانا شاد حسین رامپوری وغیرہم اسلامی عقائد اور روایات کی حقیقت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

انیسویں صدی عیسوی میں اللہ تعالیٰ نے ہندوستان میں ایک ایسی شخصیت کو پیدا فرمایا جو غیرت اسلامی اور ملت اسلامیہ کی ہمدردی اور خیر خواہی کا پسیر اور ان حضرات کی صیح ہائیں تھی جسے دنیا شاہ احمد رضا خاں بریلوی کے نام سے جانتی ہے۔

تحریک ترک موالات

پہلی جنگ عظیم کے بعد تقریباً ۱۹۱۹ء میں ترکوں پر انگریزوں کے مظالم کے خلاف ہندوستان میں تحریک خلافت کا آغاز ہوا۔ یہ تحریک طوفان کی طرح پورے ملک میں پھیل گئی اور پختہ پختہ انگریز حکمرانوں کے خلاف نفرت و عداوت کا شعلہ ہوا۔ یہ گیا اس ہمہ گیر نفرت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسٹر گاندھی نے ۱۹۲۰ء میں کانگریس کی طرف سے نان کواپریشن یعنی ترک موالات کا اعلان کر دیا۔

موالات کا معنی ہے دوستی اور محبت، ترک موالات کا معنی ہوا کہ محبت اور دوستی چھوڑ دی جائے، کس سے؟ اسلامی تعلیمات کے مطابق ایک مسلمان کے دل میں کسی کافر کی محبت نہیں سما سکتی، خواہ وہ انگریز ہو یا ہندو، البتہ معاملہ یعنی لین دین، خرید و فروخت، مرتد کے علاوہ کسی بھی کافر سے کیا جاسکتا ہے۔ قرآن و حدیث اور ائمہ فقہاء کے ارشادات کی روشنی میں دیکھا جائے، تو موالات اور معاملہ دو الگ الگ چیزیں دکھائی دیں گی۔ کسی تحریک کی روجب پل نکلتی ہے، تو عوام و خواص، بھوش و خروش اور غمروں کی گونج میں جذبات کی اس مدت پہنچ جاتے ہیں کہ عقل و دانائی کی باتیں سننے کے بھی روادار نہیں رہتے اور جو انہیں بھلائی اور خیر خواہی کا مشورہ دے، اُسے بھی شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہی کچھ اس تحریک میں بھی ہوا۔

اسلامی تشخص تک قربان

کسی قوم کے زندہ رہنے کے لیے اس کے قومی تشخص کا باقی رہنا از بس ضروری ہوتا ہے۔ ہندوؤں کے لیڈر مشرگانہ جی نے مسلمانوں کو ایسا پکڑ دیا کہ عوام تو عوام تعلیم یافتہ لوگ بھی اس کے گردیدہ ہو گئے یہاں تک کہ اسلامی تشخص بھی قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے امام احمد رضا بریلوی اس قومی خودکشی کی لہرہ خیز صورت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(آیت کریمہ) لَا يَشْكُرُكُمْ نے کچھ نیک برتاؤ، مالی مراسات ہی کی تو رخصت دی

یابہ فرمایا کہ انہیں اپنا انصار بناؤ۔۔۔۔۔ ان کے گہرے یادگار ہو جاؤ۔

ان کے طاغوت (گاندھی) کو اپنے دین کا امام ٹھہراؤ۔۔۔۔۔ ان کی بجے

پکارو۔۔۔۔۔ ان کی محمد کے نعرے مارو۔۔۔۔۔ انہیں مساجد میں

بادب و تعظیم پہنچا کر۔۔۔۔۔ مستند مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بے جا کر۔

مسلمانوں سے اونچا اٹھا کر واعظ و ابدی مسلمان بناؤ۔۔۔۔۔ ان کا رواجینہ

اٹھاؤ۔۔۔۔۔ کٹھن پر ٹھکی (دینیت) زبان پر بجے یوں مرگٹ میں پھینچاؤ۔

مساجد کو ان کا ماتم گاہ بناؤ۔۔۔۔۔ ان کے لیے دعائے مغفرت و

نجات جہانہ کے اعلان کراؤ۔۔۔۔۔ ان کی موت پر بازار بند کر دو سوگ

مناء۔۔۔۔۔ ان سے اپنے ماتھے پر نقشے (جیک) لگواؤ۔۔۔۔۔ ان کی

خوشی کو شہاۃ اسلام (گائے کی قربانی) بند کراؤ۔۔۔۔۔ گائے کا گوشت

کھانا نہ ٹھہرو۔۔۔۔۔ کھانے والوں کو کینہ بتاؤ۔۔۔۔۔ اسے شل سڑ

کے گناؤ۔۔۔۔۔ خدا کی قسم کی جگہ رام دوہائی گاؤ۔۔۔۔۔ داندہ ہارے

اسرار میں الحاد دہچاؤ۔۔۔۔۔ اسے معاذ اللہ رام یعنی ہر چیز میں رام ہوا

ہر شے میں حلول کیے ہوئے ٹھہراؤ۔۔۔۔۔ قرآن مجید کو رامائن کے ساتھ

ایک ڈولے میں رکھ کر ہندو میں لے جاؤ۔ دو گلوں کی پوجا کرو۔
 ان کے سرخند (گاندھی) کو کہو کہ خدا نے ان کو تمہارے پاس مندر کرنا کر بھیجا ہے
 یوں معنی نبوت ہماؤ۔ اللہ عز و جل نے سیدنا نبیاری صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 سے بھی تو فرمایا، اِنَّمَا اَنْتَ مُكْرِمٌ۔ تم تو نہیں، مگر مذکر۔ اور
 خدا نے مذکر بنا کر بھیجا ہے۔ اس نے معنی رسالت کا پورا نقشہ کھینچ دیا۔
 ان لفظ پیا، اُسے ٹوں دکھایا، نبوت ختم نہ ہوئی، تو گاندھی جی ہی ہوئے۔
 اور امام و پیشوا و بھائے ہندی موجود تو صاف کہہ دیا۔ بلکہ اس کی
 مد میں یہاں تک اونچے اڑے کہ "خاموشی اڑھائے تو مد شنائے تست۔"
 صاف کہہ دیا کہ آج اگر تم نے ہندو بھائیوں کو راضی کر لیا، تو اپنے خدا کو
 راضی کرنا۔ صاف کہہ دیا کہ ہم ایسا فکر بنانے کی حکمت میں ہیں جو ہندو
 مسلم کا امتیاز اٹھا دے گا۔ صاف کہہ دیا کہ ایسا مذہب چاہتے
 ہیں جو سنگم و پر یاگ کو مقدس علامت ٹھہرائے گا۔ صاف کہہ دیا کہ
 "ہم قرآن و حدیث کی تمام عمریت پرستی پر شکر کر دی۔ کیا کریمہ
 لَا يَشْكُرُ فِيْهِ اَنْ مَلْعُوْنَ اَتِىَتْ اَعْبَادُ دِيْ حَقِيْ؟" لے

تحریریک ترک موالات اگر کامیابی سے ہنگامہ ہو جاتی تو سیدھے سارے مسلمانوں
 کا دین و ایمان تباہ ہو جاتا اور وہ ہندوؤں میں مدغم ہو کر رہ جاتے۔ اس کے علاوہ علمی اور
 معاشی طور پر مسلمانوں کا دیوالہ نکل جاتا۔ اس وقت ہندوؤں کی تعداد ۲۳ کروڑ اور
 مسلمانوں کی تعداد سات کروڑ تھی، اس لیے ضروری تھا کہ ایک مسلمان کے مقابل تین
 ہندو ملازمت چھوڑتے، جبکہ وہ ایسا نہیں کرتے تھے۔ پھر ہندوؤں کے مقابل مسلمان
 گورنمنٹ کے عہدوں پر پانچ فیصد تھے، مسلمانوں کے ملازمت چھوڑنے کی صورت میں ان

ہندو ہندو بھی ہندو آجاتے اور مسلمان اقتصاد ہی لحاظ سے مزید کمزور پڑ جاتے۔ نہ گاندھی اور اس کے ہم خیال علماء نے اسلام پر کاٹ کاٹ لاہو اور علی گڑھ کاٹ کو تباہ کرنے میں کوئی دقیقہ فراموش نہ کیا، جبکہ ڈی۔ اے۔ وی کاٹ لاہو ہندو ہندو پڑ پڑ پڑ پڑ نہ ہوا۔ دراصل کچھ ہندو لیڈر خود اس تحریک کے خلاف تھے، ان کی یہاں یہ تھی کہ مسلمانوں کے کاٹ تباہ ہو جائیں، ان کے عہدے ختم ہو جائیں، ہمارے کاٹ بھی بدستور چلتے رہیں اور عہدے بھی بحال رہیں۔ ان کی کامیابی کی صورت میں مسلمانوں کا معاشی اور علمی لحاظ سے جو نقصان ہوتا اس کی کبھی تلافی نہ ہو سکتی۔

پنڈت مدن مالوی اس بات کے سخت خلاف تھے کہ طالب علم حکومت کی امداد سے چلنے والے کالجوں کا بایکٹ کریں، جبکہ مسٹر گاندھی اس بایکٹ کے زبردست حامی اور محرک تھے۔ اس کے باوجود بنارس ہندو یونیورسٹی کے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے مسٹر گاندھی نے کہا: ”میں پنڈت مدن مالوی کا ہم خیال ہوں کہ طالب علموں کو اپنے خیمہ کے مطابق کارروائی کرنی چاہیے۔ میں آپ لوگوں سے بڑے زور کے ساتھ کہتا ہوں کہ اگر آپ میری ویلیوں سے قائل نہ ہوں تو ہرگز ہرگز قطعاً تعلق کی گنجائش نہیں ہے۔“

مقام خربہ کہ گاندھی نے اس قطعاً صیلا لٹھال لٹھال اختیار کیا؟ اس لیے کہ طلبہ ہندو طلبہ تھے اور اگر مسلمان طلبہ مخاطب ہوتے تو انہیں پُر زور اہواز میں بایکٹ کی تلقین کی جاتی، تاکہ مسلمان بچوں کا علمی مستقبل تباہ ہو جائے اور ہندو طلبہ بدستور علمی لحاظ سے ترقی کرتے رہیں۔

قلند اعظم اور ترک موالات

یہ ایک حقیقت ہے کہ تحریک ترک موالات طوفان کی طرح پورے ملک پر چھا گئی تھی۔

مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی دل و جان سے اس تحریک میں شریک تھے۔ انہوں نے نہ صرف گاندھی کی قیادت قبول کر لی تھی، بلکہ اُسے باپو تک کہتے تھے، لیکن قوم کے غیر جذباتی اور دُور رس نگاہ رکھنے والے لیڈر اس تحریک کے حق میں نہیں تھے۔

رئیس احمد جعفری لکھتے ہیں:

”آخر یہ کیا بات تھی، جناح کے کیمپ میں خاموشی کیوں تھی؟ سناٹا کیوں چھایا ہوا تھا؟ پہل پہل اور گہا گہی اور ہنگامہ آرائی کیوں ناپید تھی؟ کیا ان کے قوتِ عمل ختم ہو گئے تھے؟ کیا ان کی زبان گنگ ہو گئی تھی؟ کیا ان کا دماغ ناکارہ ہو گیا تھا؟ نہیں یہ بات نہیں تھی، جناح کی نظریں حال کے آئینہ میں مستقبل کا جلوہ دیکھ رہی تھیں، وہ ہندوستان کے طوفان میں بیٹنے کا عادی نہیں تھا۔ طوفان کا رخ موڑ دینا اس کی عادت تھی۔“

محمد علی جناح نے بمبئی میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

”میں یہ کہنے سے بھی باز نہیں رہ سکتا کہ گاندھی جی نے — جن کی میں عزت کرتا ہوں — جو پروگرام اختیار کیا ہے، وہ قوم کو غلط راستے پر لیے جا رہا ہے۔ ۱۰۰۰۰۰ ان کا پروگرام قوم کو مرادِ مستقیم کے بجائے ایک گڑھے کی طرف لے جا رہا ہے۔“

علامہ اقبال اور دو قومی نظریہ

علامہ اقبال نے ۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ء میں مسلم لیگ الہ آباد کے اجلاس کی صدارت کی اور اپنے صدارتی خطبہ میں نظریہ پاکستان پیش کیا۔ اُس وقت اُن کی منشی

حیات محمد علی جناح، کتب خانہ ملیک آفیس، بمبئی، اس ۱۰۱

لے رئیس احمد جعفری

اس ۱۰۲-۱۰۳

لے ایضاً

اقبال اور علی گڑھ، پاکستان دہلی (اقبال نامی لاہور) اس ۸۱

لے انجمن الحق قادیان

اڑائی گئی، ان کی باتوں کو مجذوب کی طرح کہا گیا، لیکن علامہ نہ صرف اپنے نظریے پر قائم رہے، بلکہ دوسروں کو بھی اس کے لیے جہاد کرتے رہے۔ ۲۱ جون ۱۹۳۷ء کو قائد اعظم کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

لکھنؤ کے صدر نے غیر مبہم الفاظ میں مسلمانوں کے (جہاد گاہ) سیاسی وجود ہی سے انکار کر دیا ہے۔ ہندوؤں کی دوسری سیاسی جماعت یعنی مہا سمانے جسے میں ہندو عوام کی حقیقی نمائندہ سمجھتا ہوں بار بار اعلان کیا ہے کہ ہندوستان میں ایک متحدہ ہندو مسلم قوم کا وجود ناممکن ہے ان حالات کے پیش نظر میری عمل یہ ہے کہ ہندوستان میں قیام امن کیلئے ملک کی از سر نو تقسیم کی جائے جس کی بنیاد نسلی، مذہبی اور لسانی اشتراک پر ہو۔ بہت سے بھارتی مدیرین بھی ایسا ہی محسوس کرتے ہیں۔۔۔۔۔ مجھے یاد ہے کہ انگلستان سے روانگی سے قبل لارڈ لوٹھیان نے مجھ سے کہا تھا کہ میری ایکسپریس ہندوستان کے مصائب کا واحد حل ممکن ہے۔

مسلمان اور ہندو دو الگ الگ قومیں ہیں۔ یہ اعلان امام ربانی مہند الف ثانی قدس سرہ نے اپنے دلد میں پوری قوت سے کیا۔ یہی نفرو حق امام احمد رضا بریلوی نے ۱۹۲۰ء میں اتنی قوت سے بلند کیا کہ ہندو مسلم اتحاد کا پردہ پاک ہو گیا۔ یہی وہ دو قومی نظریہ تھا جو ۱۹۳۰ء میں علامہ اقبال کے خطبہ الہ آباد کی بنیاد بنا اور جسے ۱۹۳۸ء میں قائد اعظم نے قبول کیا۔ قائد اعظم کی طرح علامہ اقبال بھی تحریک خلافت کے حق میں نہیں تھے۔

میاں عبدالرشید، کالم نگار نور بعیرت، نوائے وقت لکھتے ہیں:

”علامہ اقبال تحریک خلافت کے مخالف تھے، چنانچہ انہوں نے یہ ایشیا لکھنے:

نہیں تجھ کو تارِ یخ سے آگہی کیا؟

خلافت کی کرنے لگا تو گدائی

خریدیں نہ وہ جس کو اپنے ہونے

مسلمان کو بے رنگ وہ پادشائی

مراکز شکست چٹناں مارنا یہ

کہ از دیگراں خواستن مومیا نی (ہانگ در)

قائد اعظم بھی اس تحریک اور اس کی ضمنی تحریکوں کو مسلمانوں کے لیے سخت نقصان سمجھتے تھے، مگر ان دنوں کسی نے ان کی ایک نہ سنی۔ چنانچہ وہ اس آندھی کے دوران مہمانِ سیاست سے ہٹ آئے اور ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے۔ جن لوگوں نے میدان میں آکر خلافت، ہجرت اور ترکِ ممالک جیسی نقصان دہ تحریکوں کی مخالفت کی اور ان کے حامیوں اور لیڈروں کا زور توڑا، وہ حضرت امیرِ خاں اور ان کے احباب، رفقاء اور عقیدت مند ہی تھے۔

بجز قیس احمد کوئی نہ آیا بروئے کار نہ

مشر جاوید اقبال لکھتے ہیں،

اقبال مسئلہ تحفظِ خلافت پر مسلمانوں کے ہندوؤں کے ساتھ مل کر دمِ تعلق کی تحریک میں شرکت کے خلاف تھے، کیونکہ کسی قابلِ قبول ہندو مسلم معاہدے کے بغیر محض اھریزِ دشمنی کی بنیاد پر قومیت متحدہ کی تعمیر ممکن نہ تھی، علاوہ اس کے انہیں خدشہ تھا کہ کہیں ایسے اشتراک اور مسلمانوں کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھا کر قومیت متحدہ کے داعی ان کی علیحدہ ملی حیثیت کو ختم نہ کر دیں جس کے سبب بعد میں انہیں پشیمان ہونا پڑے، انہی اختلافات کی بنیاد پر اقبال نے صوبائی خلافت کمیٹی سے استعفا دے دیا۔^{۱۷}

خود علامہ اقبال کا بیان ہے،

”خلافت کمیٹیوں کے بعض ممبر پرہیزگار قابلِ اعتماد نہیں ہوتے وہ بظاہر جو شیئے

مسلمان معلوم ہوتے ہیں، لیکن دباطن اخوان الشیاطین ہیں، اسی وجہ سے میں نے خلافت کیٹی کی سیکرٹری شپ سے استعفا دے دیا تھا۔
ابتداءً علامہ اقبال بھی متحدہ قومیت کے قائل تھے، لیکن گہرے غور و فکر نے ان کی رائے تبدیل کر دی۔ ۱۴ نومبر ۱۹۲۲ء کو سید محمد سعید الدین جعفری کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں،

”ابتداءً میں میں بھی قومیت پر اعتقاد رکھتا تھا اور ہندوستان کی متحدہ قومیت کا خواب شاید سب سے پہلے میں نے دیکھا تھا، لیکن تجربہ اور خیالات کی وسعت نے میرے خیال میں تبدیلی کر دی اور اب قومیت میرے نزدیک محض ایک ماضی نظام ہے، جس کو ہم ایک ناگزیر زنجیر سمجھ کر گودا کرتے ہیں۔“
سید سلیمان ندوی کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں،

”اسلام کا ہندوؤں کے ہاتھ بک جانا گوارا نہیں ہو سکتا، افسوس اہل خلافت اپنی اصل راہ سے بہت دور جا پڑے، وہ ہم کو ایک ایسی قومیت کی راہ دکھا رہے ہیں جس کو کوئی شخص ایک منٹ کے لیے بھی قبول نہیں کر سکتا۔“
اسی لیے کہنا کسی طرح بھی صحیح نہیں کہ

”مترکب ممالات میں بربروں کے علاوہ مسلمانوں کے تمام گروہ“
ان کے زعماء، قائدین اور علماء شامل تھے۔“

اگر مسلمانوں کے تمام گروہ مترکب ممالات کے دور میں ہندو مسلم اتحاد کا شکار ہو گئے ہوتے تو پاکستان کی حمایت میں مسلمانوں کی غالب ترین اکثریت کبھی ووٹ نہ دیتی اور پاکستان بھی معرض

۲۴۹	من	۲۵	زندہ دودر شیعہ غلام علی لاجپور،	۱۴	لے ہاورد اقبال، ڈاکٹر
۲۴۳	من	۲۵	” ” ” ”	۱۴	لے ایضاً
۳۴۳	من	۲۵	” ” ” ”	۱۴	لے ایضاً
۳۲	من	۲۵	” ” ” ”	۱۴	لے ظہیر

وجود میں نہ آتا۔ یہ امر باعث حیرت ہے کہ ایک طبقہ پاکستان میں رہتے ہوئے بھی پاکستان کی بنیادوں کو محفوظ کرنے والوں کے خلاف زبان طعن دواؤں کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا۔

امام احمد رضا بریلوی اور ترک موالات

تحریک ترک موالات ایک طوفان کی طرح پورے متحدہ پاک و ہند پر چھا چکی تھی، اس کے خلاف آواز اٹھانا، اپنے آپ کو طعن و تشنیع کا ہدف بنانے کے مترادف تھا۔ ملت اسلامیہ کا دشمن اور انگریز کا ایکٹنٹ قرار دینا عام سی بات تھی۔

رئیس احمد جعفری لکھتے ہیں،

”اس تحریک کی جس نے مخالفت کی، اس کا رخ جس نے موڑنا چاہا، اس کی پچھلی سلامت نہ رہ سکی۔۔۔۔۔۔ اکابر علماء و صلحاء، اخبار و ابرار میں سے جس نے بھی اس تحریک کی مخالفت کی، اسے مسلمانوں کے قومی پلیٹ فارم سے ہٹ ہانا پڑا۔“

ایسے عالم میں امام احمد رضا بریلوی نے کسی مخالفت اور الزام کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے بصیرت ایمانی کا فیصلہ صادر فرمایا اور طوفانوں کی زد پر دین و ایمان کا چراغ فروزاں رکھا۔ تاریخ شاہد ہے اور مورخین اس اعتراف پر مجبور ہیں کہ زمانے کا بڑے سے بڑا طوفان ان کے پائے استقلال میں لغزش نہ لاسکا، بلکہ ان کی ایمانی جرات و استقامت نے طوفانوں کا رخ موڑ دیا۔ اس وقت ان پر طرح طرح کے الزامات عائد کیے گئے، لیکن طوفانی دور گزر جانے کے بعد دیانت دار مورخین ان کی ایمانی بعیدیت کی داد دیتے بغیر نہیں رہ سکتے۔

گائے کی قربانی

مغلیہ سلطنت کے خاتمہ کے بعد ہی ہندوؤں کی کوشش تھی کہ مسلمانوں سے لگائے کی

قربانی نہ کروادی جائے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے ہر حربہ استعمال کیا کہیں تو جبر و تشدد سے اس اسلامی شعار کو بند کرنے کی کوشش کی اور کہیں دہل و فریب سے۔

”علاقہ بہار میں ہندوؤں نے محض قربانی گاؤں کو روکنے، یعنی مسلمانوں کے ایک مذہبی اور دینی شعار کو قطعاً بند کرنے کے لیے ہزار ہا کی تعداد میں اور لشکروں کی صورت میں مجتمع ہو کر اور ہر طرح کے اسلحہ جات سے مسلح ہو کر اور گھوڑوں اور ہاتھیوں پر سوار ہو کر ہزار ہا مسلمانوں کو زخمی اور قتل کیا۔ ایک نہیں، دو نہیں، مسلمانوں کے ایک سو چالیس گاؤں اور دو ہزار سات سو گائے اس بے دردی کے ساتھ لوٹے کہ جن کی تفصیل سے کیجہ مرزا کو آتا ہے۔ مسلمانوں کے مکانات کا لوٹا ہوا مال ظالم ہندو ہاتھیوں پر لاد کر لے گئے۔ آپ کے ہندو دوستوں نے لاتعداد مسلمان عورتوں اور لڑکیوں کی عصمت دری کی۔ آپ کے ہندو دوستوں نے مسلمانوں کی پانچ عالی شان مسجدیں شہید کر دیں۔ آپ کے ہندو دوستوں نے مسلمانوں کے قرآن مجید پھاڑ پھاڑ کر ایسے پڑنے لگے کہ مسلمانوں کے پاس پڑھنے کے لیے قرآن مجید کا ایک نسخہ بھی نہ رہا۔“

کبھی اس مقصد کے لیے فریب کا سہارا لیا اور زید و عمر کے نام سے علماء کے پاس آتے جیسے کہ گائے کی قربانی اسلام میں واجب نہیں ہے، البتہ اس سے فتنہ و فساد کا خطرہ ہوتا ہے۔ اگر مسلمان گائے کی قربانی نہ کریں، تو اس میں کیا حرج ہے؟ بعض جتہ علماء کی اس طرف توجہ نہ ہو سکی، انہوں نے فتویٰ دے دیا کہ کوئی حرج نہیں ہے۔

۱۲۶۸ھ / ۱۸۸۱ء میں اسی قسم کا ایک استفتاء امام احمد رضا بریلوی کی خدمت میں پیش ہوا۔ آپ نے پہلی نظر میں ہی سوال کا چھپا ہوا مقصد معلوم کر لیا اور جواباً تحریر فرمایا کہ

شریعت مبارکہ میں بعض چیزیں نفس ذات کے لحاظ سے واجب یا حرام ہوتی ہیں اور بعض اشیاء امور خارجہ اور عوارض کی بنا پر واجب یا حرام ہوتی ہیں۔ گناہ کی قربانی اپنی ذات کے اعتبار سے واجب نہیں ہے، لیکن اگر اسے جبراً بند کرنے کی کوشش کی جائے تو اس کا جباری رکنا واجب ہوگا۔

”ہم ہر مذہب و ملت کے عقائد سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر کسی شہر میں بزدل و غافلین کا کشتی قطعاً بند کر دی جائے اور بلحاظ تاریخی ہندو اس فعل کو کہ ہماری شرح مطہرہ گزرا اس سے باز رہنے کا حکم نہیں دیتی، ایک قلم موقوف کیا جائے، تو کیا اس میں ذلت اسلام متصور نہ ہوگی؟

_____ کیا اس میں خواری و مغلوبی مسلمان نہ سمجھی جائے گی؟

_____ کیا اس وجہ سے ہندو کو ہم پر گروہیں دراز کرنے اور اپنی پیروہ دستی پر اصلی درجہ کی خوشی ظاہر کر کے ہمارے مذہب اور اہل مذہب کے ساتھ شہادت کا موقع ہاتھ نہ آئے گا؟

_____ کیا بلاوجہ وجہ اپنے لیے ایسی ذلت و ذلت اختیار کرنا اور

دوسروں کو دین کی مغلوبی سے اپنے اور ہنسوانا ہماری شرح مطہرہ جہنم فرماتی ہے؟

_____ حاشا و کلا ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔ _____ ہماری شرح مطہرہ

ہرگز ہماری ذلت نہیں چاہتی، نہ یہ متوقع کہ حکام وقت صرف ایک جانب

کی پاسداری کریں اور دوسری طرف کی توہین و تدلیل و عار رکھیں۔“ لے

۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء کو مسلم لیگ ضلع بریلی کے جاسٹ سیکرٹری سید عبدالودود

نے ایک استفتاء پیش کیا کہ آج کل ہندو گناہ کی قربانی موقوف کرانے کے لیے ذہرت کوشش کر رہے ہیں۔ انہوں نے حکومت کو پیش کرنے کے لیے ایک درخواست تیار کی ہے

جس پر کروڑوں افراد کے دستخط ہیں^۱ ایسے میں شرح شریف کا کیا حکم ہے امام احمد رضا بریلوی نے اس کا جواب تحریر فرمایا،

فی الواقع گاد کشی ہم مسلمانوں کا مذہبی کام ہے جس کا حکم ہماری پاک مبارک کتاب کلام مجید رب الارباب میں متحدہ و جگہ موجود ہے اس میں بندہ دلوں کی ادا اور اپنی مذہبی مصرت میں کوشش اور قانونی آزادی کی بندش نہ کرے گا مگر وہ جو مسلمانوں کا بدخل ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر احمد رضا قادری غفرلہ

امام احمد رضا بریلوی اور دیگر علماء اہل سنت کے فتاویٰ کا یہ افرج ہے کہ محمد تعالیٰ آج بھی ہندوستان کے سبھی مسلمان تمام تر بدبخت گردی کو برداشت کر کے گلے کی قوتی ایسے شعائر اسلام کو ہماری رکلتے ہوئے ہیں۔ اگر علماء اسلام بروقت اس سازش کا سدبند نہ کرتے تو آج ہندوستان میں اس شعار اسلام کا نام و نشان بچک مٹ چکا ہوتا۔

اسلامیہ کالج لاہور

ہندوستان میں مسلمان اقلیت میں تھے اور تعلیمی لحاظ سے پسماندہ اسی لیے وہ ملازمین اور مزدوروں میں بھی ہندوؤں سے خطرناک حد تک پیچھے تھے۔ مولانا سید سلیمان اشرف عیاری اپنی مشہور کتاب "الغیر" میں اعداد و شمار کی روشنی میں مسلمانوں کی زہوں مالی حالت لکھتے دیکھتے ہیں،

اس وقت ہندوستان میں مجموعی تعداد کالجوں کی ایک سو پچیس ہے۔ جن میں مسلمانوں کے (علی گڑھ، لاہور اور پشاور) اور ایک سو بائیس ہندوؤں کے۔ سارے کالجوں میں مجموعی تعداد ہندوستانی طلبہ کی

چھیالیس ہزار چار سو ستیس (۴۶۴۲۷) ہے، جن میں سے مسلمان چار ہزار
 آٹھ سو پچھتر (۴۸۷۵) ہیں، ہندو طلبہ کی تعداد اکتالیس ہزار پانچ سو باسٹھ
 (۴۱۵۶۲) ہے۔

جس قوم کی تعلیمی حالت یہ ہو کہ سات کروڑ میں سے صرف چار ہزار مشغول تعلیم
 ہوں، اس قوم کا یہ ادعاء اور منہ گامہ کہ اب ہمیں تعلیم کی حاجت نہیں، اگر ضبط و سودا
 نہیں تو اور کیا ہے؟

حکمریکہ ترک موالات کے میسٹر ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی
 وغیرہ گاندھی کے ایماء پر علی گڑھ کالج کو تباہی سے ہمکنار کر کے لاہور پہنچے اور ۱۹ اکتوبر ۱۹۴۷ء
 کو ایک جلسہ میں مطالبہ کیا گیا کہ اسلامیہ کالج، لاہور کو یونیورسٹی سے الحاق ختم کر دینا چاہیے
 اور حکومت کی طرف سے بصورت گرانٹ ملنے والی رقم تیس ہزار روپے سالانہ سے دو ہزار
 ہونا چاہیے۔

مستر گاندھی جو بنارس یونیورسٹی کے ہندو طلبہ کو اس انداز میں متفقین کرتے ہوئے نظر
 آتے ہیں،

میں پنڈت مالوی کاہن خیال ہوں کہ طالب علموں کو اپنے ضمیر کے مطابق
 کارروائی کرنی چاہیے۔ میں آپ لوگوں سے بڑے زور کے ساتھ کہتا ہوں کہ اگر
 آپ میری دلیلوں سے قائل نہ ہوں، تو ہرگز ہرگز قطع تعلق کی پالیسی اختیار نہ کریں۔
 وہی گاندھی جب مسلمان طلبہ سے خطاب کرتے ہیں، تو انہیں قطعاً مختلف ہے ابوالکلام آزاد
 کے کندھے پر ہندو کہ مسلمان طلبہ کو نشانہ کی ذہن لیتے ہوئے کہتے ہیں،

لے محمد صدیق پروفسر؛ پروفیسر مولوی ماکم علی (مکتبہ رضویہ، لاہور) ص ۱۱۳

لے ایضاً؛ " " " " ص ۹۹

لے تاج الدین احمد تاج، منشی؛ ہندوؤں سے ترک موالات ص ۲۰

”آپ میں سے بہت سے آدمی ہوں گے، جن کے کابلوں اور دھڑول میں بھگتے پڑتے ہیں۔ مولانا آزاد نے کہا ہے کہ ان کی تعلیم حرام ہے۔ مگر آپ چاہیں تو جس ہی سے لڑکوں کو دھڑول میں نہ بھجھو۔“

علامہ اقبالؒ: انجمن حمایت اسلام لاہور کے جنرل سیکرٹری تھے جس کے ماتحت اسلامیہ کالج کراچی، ہاتھکڑی، کلاں، وائس پرنسپل کالج ہنگامے کی نذر رہا، تو مولانا حاکم علی نے نے ایک استفادہ امام احمد رضا شاہ بریلوی کے پاس بھیجا اور دریافت کیا کہ یونیورسٹی کے ساتھ کالج کے الحاق کے برقرار رکھنے اور حکومت سے اعداد لینے کے بارے میں حکم شرعی کیا ہے؟ امام احمد رضا بریلوی نے تحریر فرمایا:

”وہ الحاق و اخذ اگر کسی امر خلاف اسلام و مخالفت شریعت سے مشروط نہ اس کی طرح منکر تو اس کے جواز میں کلام نہیں، ورنہ ضرور ناجائز اور حرام ہو گا۔ پھر مخالفین کے غلط رویے کی نشان دہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

”خود مانعین کا طرز عمل ان کے کذب و جھوٹی پرشاد، ریل، ڈاک ہمارے متفق کیا معاشرت نہیں؟ فرق یہ ہے کہ اخذ اعدا میں مال لینا ہے اور ان کے استعمال میں دینا، عجب کہ مقاطعت میں مال دینا حلال ہو اور لینا حرام اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ ریل، تار، ڈاک ہمارے ہی ملک ہیں۔ ہمارے ہی روپے سے بنے ہیں۔ سبحان اللہ! تعلیم کا دوسرہ کیا انگشتان سے آگے نہ بڑھ سکتا ہے تو حاصل وہی ٹھہر کہ مقاطعت میں اپنے مال سے نفع پہنچانا مشروع اور غرض نفع لینا منوع، اس اٹلی عقل کا کیا علاج؟“

پروفیسر حاکم علی، ص ۹۸ (بحوالہ مکتبہ زمیندان لاہور)

رسائی رضویہ (مکتبہ حامیہ، لاہور) ج ۲، ص ۸۵

ج ۲، ص ۸۵-۸۶

لے محمد صدیق، پروفیسر

لے احمد رضا بریلوی، امام

لے ایضاً

۱۲ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء کو سچو دھری عزیز الرحمن نے لاہور سے ایک دستخط
ارسال کیا جس کے لیے میں تلخی تھی، انہوں نے لکھا،

”کیا ایسے وقت میں اسلامی حمت و غیرت یہ چاہتی ہے کہ کوئی نہ کوئی ایسا
مسئلہ نکل آئے جس سے انگریز افسر خوش ہو جائیں اور مسلمان تباہ ہو جائیں؟
امام احمد رضا بریلوی نے بستر مرگ سے ڈیڑھ سو صفحات پر پھیلا ہوا تفصیلی جواب دیا
جس کی ایک ایک سطر سے ملت اسلامیہ کا درد چھوٹا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ یہ جواب
المجتمۃ المومنین فی آیتہ المستعینہ کے نام سے پہلے بریلی اور پھر لاہور سے چھپ چکا ہے۔ یہ
کتاب دو قومی نظریہ کے سمجھنے کے لیے اہم ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ جناب پروفیسر
محمد سجاد احمد پرنسپل گورنمنٹ کالج ٹھٹہ، سندھ نے ایک مقالہ فاضل بریلوی اور ترک مولا
میں اس کتاب کا تفصیلی اور جامع تعارف پیش کیا ہے، جو لائق مطالعہ ہے۔“

سر سید کے دور میں جب نہ صرف انگریزی دین و تقاضا اور تعلیم بلکہ انگریزی فکر کو بھی
بر طور فیض دینا یا جاری رکھنا تھا۔ امام احمد رضا بریلوی اور دیگر علماء اہل سنت نے ان پر
سخت تنقید کی تھی۔ پھر جب نثر بدلا اور انگریز کی بجائے ہندو کو اپنا مٹھا و ماؤں اور
امام بنایا جانے لگا تو علماء اہل سنت نے اس کا بھی سختی سے نوٹس لیا۔ دونوں زمانوں
میں ان کا مقصد وقارِ ماضی کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے
فرماتے ہیں،

”مسلمان کو خدا لگتی کہنی چاہیے، ہندوؤں کی غلامی سے چھڑانے کو جو فتویٰ
اہل سنت نے دیئے کلامِ الہی و احکامِ الہی بیان کیے تو یہ ان دلیڈوں کے
دھرم میں انگریزوں کو خوش کرنے کو لئے وہ جو ہر نیچر کے ددر میں نصرانیت کی
غلامی لہجہ تھی جسے اب آدھی صدی کے بعد لیڈر روئے بیٹھے ہیں کیا اس کا

رد عملائے اہل سنت نے نہ کیا، وہ کس کے خوش گوئے کو تھا؟
پھر اگر نفازی کے الزام کا لڑا کرتے ہوئے فرماتے ہیں،
بات یہ ہے کہ

عَلَى الْمَرْءِ يَقْيِسُ عَلَى نَفْسِهِ

(آدمی اپنے ہی احوال پر کرتا ہے قیاس)

لیڈروں اور اُن کی پارٹی نے سچ تک نصرا بیت کی تقلید و غلامی، خوشنودی غلامی
کوئی اب کہ اُن سے بڑی ان سے پیدا ہوا کر خوشنودی بنو گویا کی غلامی۔
سمجھتے ہیں کہ معاذ اللہ خادمانِ شرع بھی ایسا ہی کرتے ہوں گے سالانہ
اللہ و رسول جانتے ہیں کہ اُنہیں مسائل سے غلامانِ شرع کا مقصود کسی حقوق کی نفی
نہیں ہوتا، صرف اللہ عزوجل کی رضا ادا اس کے بندوں کو اس کے احکام
پہنچانا، واللہ اعلم

سنیے! ہم کہیں حاکم قہار اور اس کے رسولوں اور صحابہ سب کی ہزار
ہزار لعنتیں جس نے انگریزوں کے خوش گوئے کو تباہیِ مسلمین کا سر نہکھا ہو
نہیں نہیں بلکہ اس پر بھی جس نے دکنی، حق مسکد، رضائے خدا و رسول، تہذیب
آگاہی، مسلمین کے لیے جتایا بلکہ اُس سے خوشنودی نصرائی اس کا مقصد و غایت
اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ لیجئے کہ اللہ قہار اور اس کے رسولوں اور صحابہ
آدمیوں سب کی ہزار ہزار لعنتیں ان پر جنہوں نے خوشنودی شریکین (مہود)
کے لیے تہابئی اسلام کے مسائل دل سے نکالے، اللہ عزوجل کے کلام و احکام
تحریف و تغیر سے کواپٹ کر ڈالے، شعائر اسلام بند کیے، شعائر کفر پسند کیے،
مشرکوں کو امام و ہادی بنایا، ان سے وفادہ و اٹھو مٹایا اور اس پر سب لیڈر مل کر کہیں

بالآخر ۱۹۷۲ء کو علامہ اقبال کی ذاتی کوششوں سے اسلامیہ کالج دوبارہ کھل گیا۔
اور اس طرح طلبہ بہت بڑے تعلیمی نقصان سے بچ گئے۔

تحریک ہجرت

تحریک ترک ممالک کے نام سے اس میں ایک تحریک یہ بھی اٹھی کہ مسلمانوں کو ہندوستان سے
ہجرت کر جانا چاہیے۔ علمائے اہل سنت نے اس کی سختی سے مخالفت کی جو لوگ ہندوؤں
کی چال کو نہ سمجھ سکے، ان پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔

امام احمد رضا بریلوی نے فرمایا:

”یہ دارالاسلام، اس سے ہجرت عامہ حرام ہے کہ اس میں مسابک ویرانی،
دبے عورتی، قبور مسلمین کی بربادی، عورتوں، بچوں اور ضعیفوں کی تباہی ہوگی۔
ہندوؤں کی مہلک سازشوں کا تجزیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

”دشمن اپنے دشمن کے لیے تین باتیں چاہتا ہے:

اول، اس کی موت کہ جھگڑا ہی ختم ہو۔

دوم، یہ نہ ہو تو اس کی جلا وطنی کہ اپنے پاس نہ رہے۔

سوم، یہ بھی نہ ہو سکے، تو اخیر درجہ اس کی بے پری کہ عاجز بن کر رہے۔

مخالفت ہندو، نے یہ تینوں درجے ان پر طے کر دیئے اور ان کی آنکھیں نہیں
کھلتیں بغیر خواہی کچھ جاتے ہیں۔

اولاً، جہاد کے اشارے ہوئے، اس کا کھلا نتیجہ ہندوستان کے مسلمانوں

کا فنا ہونا تھا (کیونکہ ان میں طاقت نہ تھی ۱۲ قادری)

ثانیاً، جب یہ بنی ہجرت کا جھڑا (فریب) دیا کہ کسی طرح یہ دفع ہوں ملک
ہماری کبتیاں کھیلنے کو رہ جائے، یہ لہجہ جانداروں کو دلوں کے مول پھین یا توں
یہ چھوڑ جائیں، بہر حال ہمارے ہاتھ آئیں، ان کی مساجد و مزارات ادا لیا
ہماری پامالی کو رہ جائیں۔

ثالثاً، جب یہ بھی نہ سمجھی تو ترک ممالک کا جھوٹا حیلہ کر کے ترک معاشرت
اُجھار لے کر نوکریاں چھوڑ دو، کسی کو تسلی کمیٹی میں داخل نہ ہو، مال گزاری،
ٹیکس کچھ نہ دو، خطابات واپس کر دو۔ امر اخیر تو صرف اس لیے ہے کہ ظاہری
نام کا دیوبند اعزاز بھی کسی مسلمان کے لیے نہ رہے اور پہلے تین اس لیے
کہ ہر میٹھا، ہر عجمہ میں صرف، خود رہ جائیں۔ جہاں ہنود کا غلبہ ہوتا ہے۔
حقوق اسلام پر چڑھتی ہے، ظاہر ہے، جب تنہا دیوبند رہ جائیں گے تو اس
وقت کا اندازہ کیا جوسکتا ہے۔

ہجرت کر کے جانے والوں کا جو حشر ہوا اس کا ہلکا سا نقشہ رئیس احمد جعفری کی تحریر
میں دیکھا جاسکتا ہے،

”پھر ہجرت کی تحریک ابھی ۱۸ ہزار مسلمان اپنا گھر بار، جائیداد، اسباب
قرینہ منقولہ ادا کرنے پہنچ کر خیریت والے زیادہ تر یہودی تھے
افغانستان ہجرت کر گئے، وہاں بگڑ نہ ملی، واپس کئے گئے، کچھ مر کھپ گئے،
جو واپس آئے تباہ حال، غصہ، دھندہ، مفلس، فلکاش، جہی دست بے نوا،
بے یار و مددگار، اگر اسے ہلاکت نہیں کہتے ہیں، تو کیا کہتے ہیں؟ اور اگر جناح
نے اسے ہلاکت خیز کہا تھا تو کیا غلط کہا تھا؟“

لے احمد رضا بریلوی، ۱۴۱۳ھ، رسالہ رضویہ

لے رئیس احمد جعفری، حیات محمد علی جناح

۲۰۳ ص ۲۵

۱۰۸ ص

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ امام احمد رضا بریلوی کی دُور رس نگاہوں نے جو کچھ
محسوس کیا تھا وہ کس قدر صحیح اور بروقت تھا۔

جہاد

اسلامی فرائض میں جہاد اہم ترین فریضہ ہے، لیکن یہ اُسی وقت فرض ہوگا، جب اس کی
شرائط پائی جائیں، اس کی اہم شرائط میں سے سلطانِ اسلام اور قوت کا موجود ہونا ہے، اسی لیے
امام احمد رضا بریلوی نے فرمایا تھا:

”منفس پر اعانت مال نہیں سبے دست و پا پر اعانت اعمال نہیں، ولہذا
مسلمانانِ ہند پر حکم جہاد و قتال نہیں۔“ لے

ایک دوسری جگہ قوت و طاقت کے شرط ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں،
”سلطانِ اسلام جس پر قیامت جہاد فرض ہے، اُسے بھی کافروں سے پہلے
حرام ہے جبکہ ان کے مقابلہ کے قابل نہ ہو۔ مجتبیٰ و شرح نقایہ رد المحتار کی
عبارت گزشتہ:

”هذا اذا غلب على ظننا انه يكا فشهم والا فلا يباح قتالهم
(یہ اس وقت صحیح جب گمان غالب ہو کہ ان کے مقابلہ کے قابل ہے، ورنہ ان سے لڑنا
حلال نہیں ہے)“

ظاہر ہے کہ اس وقت ہندوستان میں نہ تو سلطانِ اسلام موجود تھا اور نہ ہی طاقت،
پھر صا د کس ہتے پر کیا جاتا؟

امام احمد رضا بریلوی کے ان فتاویٰ کی بنا پر کہا جاتا ہے:

اسی لیے مسلمانوں میں مشہور ہو گیا کہ وہ اٹھریز کے ایجنٹ ہیں اور ان کے

لیے کام کر رہے ہیں۔ (ترجمہ) نہ

امام احمد رضا بریلوی نے ایک حکم شرعی بیان کیا تھا، جس میں نہ تو اٹھریز کی طرف ذاری مقصود تھی اور نہ ہی چالوسی اور خوشامد، جبکہ علماء اہل حدیث نے نہ صرف حرمت جہاد کا فتویٰ دیا، بلکہ خوشامد اور تعلق کے تمام درجے طے کر گئے، تفصیل کے لیے اسی کتاب کا دوسرا باب ملاحظہ کیا جائے، اس رحمت صرف ایک حوالہ پیش کیا جاتا ہے۔

مولوی محمد حسین بٹالوی، اہل حدیث کے وکیل اور صف اول کے راہنما تھے، انہوں نے ۱۸۷۶ء میں ایک رسالہ الاقتصاد لکھا، جس کا مقصد ایک طرف تو مسلمانوں سے جہاد کے جذبے کو ختم کرنا تھا اور دوسری طرف برٹش گورنمنٹ کو اپنی وفاداری کا یقین دلانا تھا، یہ ان کی انفرادی ملنے نہ تھی، بلکہ لائبریر سے عظیم آباد، پٹنہ تک سفر کر کے بڑے بڑے علماء کو یہ رسالہ حرف بحرف سنایا اور ان کی تائید حاصل کی۔ ہندوستان اور پنجاب کے جن مشہور و نامک وہ نہ پہنچ سکے، وہاں اس رسالہ کی کاپیاں سمجھو اگر علماء کی تصدیق حاصل کی۔ پھر ۱۸۷۹ء میں اس رسالہ کے اصل اصول مسائل کو اپنے رسالہ اشاعت السنۃ کی جلد ۲، نمبر ۱ کے ضمیمہ میں شائع کیا، جس پر عدد ۱۱ حواص و خواص اہل حدیث نے ان مسائل پر اتفاق کا اظہار کیا۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ یہ رسالہ علماء اہل حدیث کا متفقہ فیصلہ تھا۔

اس رسالہ میں بٹالوی صاحب نے تصریح کر دی ہے کہ اس وقت دنیا بھر میں جہاد کی کوئی صورت ہی نہیں ہے، وہ لکھتے ہیں،

”ان دو تجویزوں سے ایک اور نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں بھی شرعی جہاد کی کوئی صورت نہیں ہے۔ ہم جب کبھی بعض اخبارات میں یہ خبر

لیہ ظہیر السبروطی ص ۲۳

امام محمد حسین بٹالوی، الاقتصاد فی مسائل الجہاد و ذکرہ پر پریس، لاہور، ۲-۳

دیکھتے ہیں کہ سلطنتِ روم یا ریاستِ افغانستان وغیرہ بلادِ اسلام سے جہاد کا
اشتہار دیگیا ہے، تو ہم کو سخت تعجب ہوتا ہے اور اس خبر کا یقین نہیں آتا کہ اس
وقت روئے زمین پر امام کہاں ہیں، جس کی پناہ میں اور اس کے امر و اجازت
سے مسلمان جہاد کر سکیں..... یہ غوثِ فریقین کا اس وقت بجاتھا،
جبکہ جہادِ اسلام کا اصل فرض ہوتا اور تقررِ امام کے سوا مسلمانوں کا اسلام صحیح
یا کامل نہ ہوتا۔^۱

اس عبارت سے صراحت چند امور سامنے آتے ہیں:

- ۱۔ امام کا تقرر ضروری نہیں، اس کے بغیر کمالِ ایمان میں بھی فرق نہیں آتا۔
- ۲۔ چونکہ امام کے بغیر جہاد نہیں ہو سکتا، اس لیے ہندوستان میں نہ تو جہاد شرعی ضروری
ہے اور نہ ہی اس کا جواز ہے۔

۳۔ نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا کے کسی خطے پر بھی جہاد نہیں ہو سکتا۔

۴۔ جہادِ اسلام کا فرض اصلی نہیں ہے۔

اب اگر کوئی شخص مولوی محمد حسین بٹالوی اور ان کے ہم نوا علماء اہلِ حدیث کو انگریز
کے ساختہ ہر داغہ قرار دے، تو اسے قوی دلائل میرے آجائیں گے۔ امام احمد رضا بٹالوی کا موقف
یہ تھا کہ مسلمانانِ ہند کے پاس قوتِ جہاد نہیں ہے، اس لیے ان پر جہاد واجب نہیں ہے
یہ موقف ہرگز نہیں تھا کہ طاقت ہوتے ہوتے بھی جہاد فرض نہیں ہے اور نہ ہی ان کا یہ موقف
تھا کہ جہاد فرض اصلی نہیں ہے۔

تحریکِ خلافت و ترکِ موالیات

امام احمد رضا پر الزام لگایا جاتا ہے کہ ان کے نزدیک کافر اور غاصب

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں،

قرآنِ عظیم نے بکثرت آیتوں میں تمام کفار سے موات قطعاً حرام فرمائی، جنہوں
 ہوں، خواہ یہ وہ و نصاریٰ ہوں، خواہ بنو اور سب سے بدتر مرتدان، عنود اور یہ
 مدعیانِ ترکِ موات، مشرکین مرتدین سے یہ کچھ مواتِ برت رہے ہیں۔ پھر
 ترکِ موات کا دعویٰ ہے

مشہور ماہر تعلیم احمد بن الاتوامی سکالر ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی لکھتے ہیں،
 ”انہوں نے اپنے پیروکاروں پر اتنا گہرا اثر ڈالا کہ برصغیر کا ان کا کوئی سہم عصر ماہر
 الہیات اپنے پیروکاروں پر مرتبہ نہ کر سکا۔ تحریک خلافت کے آغوا میں
 عدم تعاون کے فتوے پر دستخط لینے کے لیے علی برادران ان کی خدمت میں حاضر

المجلد الثاني

آلہ احمد رضا بریلوی، امام، فتاویٰ رضویہ (مبارک پور) ج ۶، ص ۱۲

[illegible]

ہوتے، انہوں نے جواب دیا:

مولانا آپ کی اور میری سیاست میں فرق ہے، آپ ہندو مسلم اتحاد کے حامی ہیں اور میں مخالف۔

جب مولانا نے دیکھا کہ علی پروردان رنجیدہ ہو گئے ہیں تو انہوں نے کہا: مولانا! میں (مسلمانوں کی) سیاسی آزادی کا مخالف نہیں، میں تو ہندو مسلم اتحاد کا مخالف ہوں۔^۱

محمد حفر شاہ پھولاری ترک موالات کے زبردست حامی تھے، اسی حمایت کے سبب انگریزی تعلیم چھوڑ کر عربی شروع کر دی تھی۔ وہ لکھتے ہیں:

”ترک موالات کی تحریک جب تک زوروں پر رہی، مجھے فاضل بریلوی سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ ترک موالاتیوں نے ان کے متعلق یہ مشہور کر رکھا تھا کہ نعت پڑھاؤ وہ سرکار برطانیہ کے وظیفہ یاب ایجنٹ ہیں اور تحریک ترک موالات کی مخالفت پر مامور ہیں۔۔۔۔۔ تحریک ترک موالات کے جوش میں تحقیق کا جوش نہ تھا اس لیے ایسی افواہوں کو غلط سمجھنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی، لیکن جیسے جیسے شعور آ گیا، مذہبی تعصب اور تنگ دلی کا رنگ ہلکے سے ہلکا ہوتا چلا گیا۔“

۱۔ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیرنی

اعجاز الحق قدوسی لکھتے ہیں:

”مولانا احمد رضا خاں کو اگرچہ انگریزوں سے شدید نفرت تھی، لیکن ان کی دُور رس نگاہیں مستقبل میں اس تحریک کے انجام کو دیکھ رہی تھیں، وہ جانتے تھے کہ اس برصغیر میں مسلمان اقلیت میں ہیں اور وقتی طور پر یہ ایک قریب ہے“

۱۔ سید محمد ریاست علی قادری، مصارفِ رضا، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء، ص ۲۳۷

۲۔ محمد مرید احمد چشتی، جہانِ رضا، مجلسِ رضا لاہور، ص ۱۲۵

جو اکثریت اقلیت کو دے رہی ہے۔ نتیجہ اگر یہ تحریک کامیاب بھی ہو جائے
 تو ہندوؤں کی اکثریت ہر شعبہ زندگی میں اقلیت ہر افراد از ہوگی اور عجیب نہیں
 کہ یہ تحریک اکثریت میں اوجھل کی صورت اختیار کر لے۔ ۷

دارالاسلام

ہندوستان پر سات سو سال تک مسلمانوں کا اقتدار رہا۔ انگریز تاجمرین کو آتے
 اور اپنی فطری عیاری سے حکمران بن بیٹھے۔ اٹھارہویں صدی عیسوی کے آخر میں پنجاب
 کشمیر سرحد اور ملتان کے علاوہ تمام ہندوستان پر ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت قائم ہو گئی
 اب علماء میں اختلاف پیدا ہو گیا کہ ہندوستان دارالاسلام ہے یا دارالحرب؟
 حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فقہائے احناف کے تین اقوال بیان فرماتے ہیں کہ
 دارالاسلام دارالحرب کب ہوتا ہے؟ پھر تیسرے قول کو ترجیح دیتے ہوئے ہندوستان کو
 دارالحرب، قرار دیا۔ فرماتے ہیں:

”وہمیں قول ثالث را محققین ترجیح دادہ اند و بریں تقدیر معمولہ انگریزوں

و اشباہ ایشان لاشبہ دارالحرب است۔ ۸
 اور جب ہندوستان دارالحرب قرار پایا تو ان سے سود لینا بھی جائز ہے۔ البتہ جبراً
 مال نہیں چھین سکتا۔

وانما حرم تعرضہ لاموالہم لمانیہ من نقض
 العهد واذا بذلوا بالرضا فلا وجہ للحرمۃ۔ ۹
 مسلمان کے لیے حرمیوں کے مال سے تعرض کرنا حرام ہے کہ اس میں ہمد
 کی خلاف ورزی ہے اور اگر کچھ دین تو اس میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں۔ ۱۰

۸۔ اجماع الحق قدسی، اقبال احمد ملتے پاک دہند (اقبال لکچر لاہور) ص ۲۰۸

۹۔ البیضا، فتاویٰ حرمین (مطبع مجتہدی)، ۱۵۲ ص ۱۱۰
 ۱۰۔ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ، ۱۱۔ فتاویٰ حرمین (مطبع مجتہدی)، ۱۵۲ ص ۱۱۰

بعد کے علماء میں یہ مسئلہ شدید اضطراب کا باعث بنارہا۔ دیوبندی مکتب فکر کے مولانا رشید احمد گنگوہی کے اس موضوع پر مختلف فتاویٰ موجود ہیں۔ سعید احمد اکبر آبادی لکھتے ہیں،

”ان تینوں تحریروں کو سامنے رکھا جائے، تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مولانا گنگوہی نے ہندوستان کی نسبت فرمایا،
(الف) ہندو دارالحرب ہے۔

(ب) ہند کے متعلق ہندہ کو خوب تحقیق نہیں۔

(ج) ہندو دارالامان ہے۔

اب کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا؟

مولوی محمد قاسم نانوتوی کا فتویٰ بھی گوگو کی کیفیت پیش کرتا ہے، کہیں وہ کہتے ہیں کہ ہندوستان کے دارالحرب ہونے میں شبہ ہے اور میرے نزدیک راج یہ ہے کہ دارالحرب ہے کہیں کہتے ہیں کہ ہجرت کے معاملے میں دارالحرب اور سود کے معاملے میں دارالسلام قرار دینا چاہیے۔

مولوی محمود حسن کہتے ہیں کہ دونوں فرق صحیح کہتے ہیں۔

علامہ انور شاہ کشمیری، ہندوستان کو دارالامان قرار دیتے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کے لڑے شیخ سعید احمد اکبر آبادی دار کی چار قسمیں بیان کرتے ہیں، دارالاسلام، دارالحرب، دارالعمدہ دارالامان اور آخر میں کہتے ہیں،

لے سعید احمد اکبر آبادی، ہندوستان کی شرعی حیثیت (مجلد ۱) ص ۶-۲۵

لے محمد قاسم نانوتوی، قاسم العلوم بکریات (ناشران قرآن لاہور) ص ۲۷۱

لے ایضاً، ص ۳۶۲

لے حسین احمد مدنی، سفرنامہ شیخ الہند (مکتبہ محمودیہ لاہور) ص ۱۶۶

لے سعید احمد اکبر آبادی، ہندوستان کی شرعی حیثیت ص ۳۴

یہ ملک (ہندوستان) دار کی چاروں قسموں میں سے کوئی قسم نہیں ہے۔ لے

امام احمد رضا بریلوی کا فتویٰ یہ ہے کہ ہندوستان دارالاسلام ہے۔ اسلام الاعلام
باق ہندوستان دارالاسلام میں اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے، فرماتے ہیں:

دارالاسلام کے دارالحرب ہو جانے میں جو عین باتیں ہمارے امام اعظم امام الامام
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک درکار ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہاں احکام
شرک ملائیم جاری ہوں اور شریعت اسلام کے احکام و شعائر مطلقاً جاری
نہ ہوں پائیں اور صاحبین کے نزدیک اسی قدر کافی ہے، مگر یہ بات بحمد اللہ یہاں
قطعاً موجود نہیں۔ لے

دارالحرب قرار دینے والوں پر لطیف طنز کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”عجب ان سے جو تحلیل ربا (سود) کے لیے جس کی حرمت نص میں مطلقہ
قرآن سے ثابت اور کسی کسی صفت و عید پر اس پر وارد اس ملک کو دارالحرب
منظر آئیں اور باوجود قدرت و استطاعت ہجرت کا خیال بھی دل میں نہ لائیں
گویا یہ بلاد اسی دن کے لیے دارالحرب ہوئے تھے کہ مزے سے سود کے لطف
اڑائیے اور باقاعدہ تمام وطن مالوت میں بسر فرمائیے۔ لے

اب دیکھنا یہ ہے کہ امام احمد رضا اس فتوے میں منفر دہیں؟ تحقیق کی بجائے تو بہت سے
علماء کے نام گولائے جاسکتے ہیں۔ سر دست چند فتوے ملاحظہ ہوں:

مولانا کریم علی جوہری، ضیاء السیاح احمد بریلوی نے ۱۲ نومبر ۱۸۸۷ء کو لکشتہ کے
ایک مذاکرہ علمیہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

لے سعید احمد اکبر آبادی	ہندوستان کی شرعی حیثیت	ص ۱۶
لے احمد رضا بریلوی، امام	اعلام الاعلام (مسنی پریس بریلی)	ص ۲
لے ایضاً،	..	ص ۷

اہل حدیث کے پیشوا نواب صدیق حسن خاں جمہوریائی لکھتے ہیں:

علماء اسلام کا اسی مسئلہ میں اختلاف ہے کہ ملک ہند میں جب سے حکام
والا مقام فرنگ فرماں رعا ہیں، اس وقت سے یہ ملک دارالمرتبہ یا دارالاسلام
حنفیہ میں سے یہ ملک بھڑاڑ ہے، ان کے عاملوں اور مجتہدوں کا تو یہی فتویٰ

۹۱ اثرات علی مسلمانان: ترجمہ بر الاخوان (مختارہ مبسوط) ص ۹

”خدا کا شکر ہے کہ ہمارا پسند وستان باوجودیکہ نصاریٰ کی عملداری ہے،

۱۳۴

دارالحرب نہیں ہے (حاشیہ سورۃ نساء رکوع ۱۲) لے

امام احمد رضا پر بے اصل الزام لگایا جاتا ہے :

قد ہر تھریک آزادی کے مخالف تھے، انہوں نے حرمت جہاد کا فتویٰ دیا۔

دلیل یہ دی کہ ہند دارالحرب نہیں ہے اور اعلانیٰ جہاد دارالحرب ہی میں ہوتا

ہے، صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ دوسروں کو راضی کرنے کے لیے کہا کہ

ہند دارالاسلام ہے اور اس موضوع پر مستقل رسالہ لکھا۔ (ترجمہ طعنا) لے

مخالفت کا یہ انداز اور اتہام پروازی کا یہ اسلوب قطعاً محمود نہیں ہے۔ مولانا

کرامت علی جوہر ری ضیفہ سید صاحب، نواب بھوپالی، بنالوی صاحب، میاں نذیر حسین صاحب

ڈپٹی نذیر احمد، تنہا لوی صاحب اور مولانا عبدالحی لکھنوی سب ہی تو دارالحرب کی نفی کر رہے

ہیں۔ کیا ان سب ہی کو دشمنی آزادی قرار دیا جائے گا؟ نواب صاحب، بنالوی صاحب اور

مولانا جوہر ری تو دارالاسلام قرار دے رہے ہیں، کیا ان پر بھی اظہارِ کونو خوش کرنے کا الزام لگایا

جائے گا؟ اور اگر نہیں تو ترجمانِ رہابہ اور اشاعتِ السنۃ کی فائلوں کو دیکھ لیجئے، انگریزوں

کو راضی کرنے کے ایسے ایسے منظر سامنے آئیں گے کہ ہندہ طبع روشن ہو جائیں گے۔ پیش نظر

کتاب کے دوسرے باب کا مطالعہ بھی سو مند رہے گا۔

ہندوؤں کا تعصب

ہندوؤں کی تنگ نظری کا عالم آشکار ہے، مسلمانوں کی دشمنی تو ان کی گتھی میں پڑی

ہوتی تھی :

”ہندوؤں کے باہمی خانہ میں اگر کتا چلا جائے تو باورچی خانہ ناپاک نہیں

لے سعید احمد اکبر آبادی، ہندوستان کی شرعی حیثیت

۵۲ ص

لے ظہیر

۴۰ ص

المبہدویۃ

۲۔ احمد رضا بریلوی + امام :

تحریک خلافت کے دور میں انہیں اپنا ہم خیال بنانے کے لیے گاندھی نے ملاقات کا پروگرام بنایا۔ لیکن آپ نے صاف انکار کر دیا۔

ڈاکٹر مختار الدین آزاد، علی گڑھ لکھتے ہیں:

”ایک صاحب ایک دن بہت خوش خوش آئے اور گاندھی جی کا پیغام حضرت کے پاس لائے کہ وہ بریلی آکر آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ حضرت نے بہت مختصر جواب دیا: فرمایا:

گاندھی جی کسی دینی مسئلے کے متعلق مجھ سے باتیں کریں گے یا دنیوی معاملات پر گفتگو کریں گے؟ اور دنیوی معاملہ میں میں کیا حصہ لوں گا، جبکہ میں نے اپنی دنیا چھوڑ رکھی ہے اور دنیوی معاملات سے کبھی غرض نہیں رکھی تھی۔

یاد رہے کہ امام احمد رضا بریلی کے محسّس تھے، وہاں سب ہنڈ رستے تھے، مسلمانوں میں سے آپ کا خاندان رہتا تھا۔ اس کے باوجود آپ کے ہندوستانی کا یہ عالم تھا کہ بے غرض و خطر اسلامی تعلیمات کا پرچار کرتے تھے اور ان کے لیے کوئی نرم گوشہ نہیں رکھتے تھے۔

تحریک خلافت

اس سے پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے کہ ترکی ہماٹکریزوں کے مقابلہ کے خلاف ہندوستان کے مسلمانوں نے غم و غصہ کا اظہار اور احتجاج کرنے کے لیے تحریک ہلالی تھی مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی، مجلس خلافت کی رُوح رواں تھے۔ امن اور عدم تشدد کے حامی مسٹر گاندھی نے اس اشتعال سے فائدہ اٹھایا، وہ اپنی فسوں کاری سے اس تحریک کا لیڈر اور امام بن گیا۔ مسلم لیڈروں نے اس کے قریب میں آکر وہ وہ ناکردنی کام

کہے کہ اسلامی سوچ اور فکر رکھنے والے علماء تڑپ اٹھے۔ گاندھی جو کفر مندو تھا وہ اپنے مذہب و مقاصد کے حصول کے لیے مسلمانوں کے جذبات سے کھیل رہا تھا۔ وہ نے مسلمانوں کے مصائب اور مقاصد سے کیا سمجھ رہی ہو سکتی تھی؟

”وہ جو آج تمام ہندوؤں اور نہ صرف ہندوؤں، تم سب ہندو پرستوں کا امام ظاہر و بادشاہ باطن ہے، یعنی گاندھی صاف نہ کہہ چکا؟ کہ مسلمان اگر قربانی کا وہ نہ چھوڑیں گے، تو ہم تلوار سے چھڑا دیں گے۔“
 علماء اہل سنت نے گاندھی کا پس رویہ سے انکار کر دیا، اگرچہ وہ خلافت اور امامت کی حفاظت کا نام ہی کیوں نہ لیتا ہو، وہ کسی صورت میں بھی اسے امام بنانے پر تیار نہ ہوئے۔

ماہِ شوال ۱۳۲۸ھ / ۱۹۲۰ء کو عبداللہ فیاضی مولانا سید محمد نسیم الدین مراد آبادی نے استواءِ الاِعلم، مراد آباد میں خلافت کیلئے کی فتہ سالانیاں اور علماء اہل سنت کی کارگزاری کے عنوان سے ایک مقالہ تحریر کیا جس میں انہوں نے مسلمانوں کی عالمی ذہنوں میں بڑھتی ہوئی مسلمانوں کے برعکس اور جذبہ کو بیان کرتے ہوئے ان مفاسد کی نشان دہی کی ہے جن کا ارتکاب لینڈ کر رہے تھے۔ نیز وہ طریقے بھی تحریر کیے، جن سے ترک بھائیوں کی امداد کی جا سکتی تھی، نیز وہ فرماتے ہیں،

”قیامت نما نوازل (مصائب) بلا و اسلام یہ کوئی دہلا کر ڈالتے ہیں۔ مقامات مقدسہ کی وہ خاک پاک جو اہل اسلام کی چشمِ عقیدت کے لیے طوطیا سے بڑھ کر ہے۔ کفار کے قدموں سے روندی جاتی ہے۔ حرمینِ محترنین اور بلادِ طہر کی حیات ظاہری طور پر غلطو میں پڑ جاتی ہے۔ مسلمانوں کے دل کیوں پاشیں نہ ہو جائیں؟ اللہ کی آنکھیں کیا وجہ ہے کہ خون کے دریا نہ بہائیں؟ سلطنتِ اسلامیہ کی

اعانت و حمایت خادمہ الحوجہ کی مدد و نصرت مسلمانوں پر فرض ہے۔" لے
پھر مسلمانوں کی جدوجہد کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ہندوستان میں مسلمان برابر ملک کر کے پُر زور تفریروں میں جوش کا اظہار
کر رہے ہیں۔ سلطنتِ بریتیش سے ترکی اقتدار کے بقرا رکھنے کی درخواستیں کی
جاتی ہیں، ترکی مقبوضات واپس دینے کے مطالبے کیے جاتے ہیں، اسی
مقصد کے لیے مذکورہ روشن پاس ہوتے ہیں۔ وفد بھیجے جاتے ہیں۔ یہ نہیں کہا
جاسکتا کہ یہ تدبیریں کہاں تک کامیاب ہو سکتی ہیں؟ لے

اس تحریک میں ہندوؤں کو ساتھ ملا لیا گیا، علمائے اہل سنت اس تحریک میں شامل
نہ ہوئے اور علمائے اہل سنت کے اس تحریک میں شامل نہ ہونے پر روشنی ڈالتے ہوئے
تحریر فرماتے ہیں:

"اگرچہ مسلمانوں کی شان کے خلاف ہے۔

حقاً کہ باعقوبت و دوزخ برابر است

رفیق پائے مروی ہم سایہ در بہشت

لیکن مذہب کا فتویٰ اس (ہندوؤں کے شامل کرنے) کو ممنوع اور ناجائز قرار
نہیں دیتا..... لیکن صورتِ حالات کچھ اور ہے۔ اگر اتنا ہی ہوتا کہ مسلمان
مطالبہ کرتے اور ہندوان کے ساتھ متفق ہو کر بھاسہ اور درست ہے، پکار چ
مسلمان آگے ہوتے اور ہندوان کے ساتھ ہو کر ان کی موافقت کرتے تو
بے جا نہ تھا، لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہندو امام بنے ہوئے آگے آگے ہیں اور
مسلمان آہیں کہنے والے کی طرح ان کی ہر صدا کے ساتھ موافقت کر رہے ہیں۔

لے غلام معین الدین نعیمی، سیتا حیات مدنی انجمن امداد و ہمدردی (ضریعہ لاہور) ص ۹۹

پہلے مہاتما گاندھی کا حکم ہوتا ہے، اس کے پیچھے مولوی عبدالباری کا خونی مسئلہ کی طرح سر نیزا زخم کرنا چلا جاتا ہے۔ بندہ آگے بڑھتے ہیں اور مسلمان اُن کے پیچھے پیچھے اپنا دین و مذہب ان پر نثار کرتے چلے جاتے ہیں۔
 دین و مذہب کے نثار کرنے کی کیفیت گزشتہ صفحات میں کسی قدر پیش کی جا چکی ہے۔
 مولانا سید سلیمان اشرف بہاری، سابق صدر شعبہ علوم اسلامیہ علی گڑھ نے فرمایا تھا اور بالکل بجا فرمایا تھا،

”مسلمانوں کا حقیقی نصب العین، دین و مذہب، اللہ تعالیٰ نے قرار دیا ہے،
 دنیا اُن کے پاس دین کی روافی اور مذہب کی خدمت کے لیے ہے۔ جب دنیا
 مذہب ہی نہ رہا تو ملعون ہے، وہ سلطنت ہولناکی کے عوض ملے اور صد
 لعنت ہے اُس حکومت پر جو اسلام بچ کر خریدی جائے۔“

الائمتہ من قریب

تحریک خلافت سے اس کی فتنہ سالانہوں کے سبب، علماء اہل سنت کی بے تعلقی کا اجمالی پس منظر گزشتہ صفحات میں پیش کیا جا چکا ہے، اس لیے یہ کہنا کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا۔
 نمبر نویں نے ایک اور سالہ دوام العیش لکھا جس میں انہوں نے خلافت ترکی کی امداد کرنے والوں کے دعویٰ کو رد کیا اور دلیل یہ پیش کی کہ خلیفہ قریشی ہی ہو سکتا ہے۔ چونکہ ترکی کے عثمانی حکمران قریشی نہیں ہیں، اس لیے ان کی خلافت ثابت نہیں، اس لیے ہندوستان کے مسلمانوں پر ان کی نصرت واجبہ لازم اور خلافت کے لیے اگلیں سے جنگ رہا تو نہیں ہے اور اس سے بھی زیادہ یہ

تصریح کی کہ:

ترکوں کی حمایت، محض دھوکہ ہے، ورنہ خلافت کا نام لینے سے مقصد
ہندوستان کی اراضی کی آزادی ہے۔ ملے

ایک سوال کے جواب میں کہ سلطنت ترکیہ کی اعانت مسلمانوں پر لازم ہے یا نہیں؟
امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

”سلطنتِ عتیقہ عثمانیہ ایدہ اللہ تعالیٰ و صرف عثمانیہ بر سلطنتِ اسلام،
و صرف سلطنتِ اہر جماعتِ اسلام، نہ صرف جماعتِ اہر فردِ اسلام کی غیر خواہی
اہر مسلمان پر فرض ہے، اس میں قرشیت شرط نہ کیا معنی؛ دل سے خیر خواہی
مطلقات فرض میں ہے اور وقتِ حاجت و ما سے امداد و اعانت بھی اہر مسلمان کو
چاہیے کہ اس سے کوئی عاجز نہیں اور مال یا اہمال سے اعانت فرض کفایہ ہے۔
کیا اب بھی یہ کہنے کا مجاز رہ جاتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی سلاطینِ ترکیہ کی
امداد کو اس بنا پر بغیر ضروری قرار دیتے تھے۔

پھر غلط ترجمہ کے ذریعے یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ ان کے نزدیک تحریک کا
مقصد آزادی ہند تھا، جس کی انہوں نے مخالفت کی۔ اصل عبارت دیکھنے سے غلط بیانی کا
پروردہ پاک ہو جائے گا۔ امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

”ترکوں کی حمایت تو محض دھوکے کی ٹٹھی ہے۔ اصل مقصد و بظاہر ہندوؤں
سوراج کی چمکتی ہے، بڑے بڑے لیڈروں نے جس کی تصریح کر دی ہے،
بھاری بھر کم خلافت کا نام لیا، عوام پھریں، چندہ خوب ملے اور گنگا و جمنہ کی
مقدس زمینیں آزاد کرانے کا کام چلے۔“

اسے پس روئے مشرکاں بزم مزم نہ رسی!
کیں رو کہ تو می روی پر گنگ و جن است!

اس عبارت کا مطلب سوائے اس کے کیا ہے کہ لیڈر و مفادات کا نام محض مطلب پائی کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ اصل مقصد تو یہ ہے کہ آزادی حاصل کر کے سیکورڈر لاؤینی پٹیٹ قائم کی جائے جس میں قوت و اقتدار کا مشورہ ہندوؤں کے پاس ہو کیونکہ وہ اکثریت میں ہیں اور مسلمان ان کے محکوم و تابع محض ہوں۔ یہ وہ مقصد تھا جسے قبول کرنے سے امام احمد رضا نے انکار کیا تھا اور ہر صاحب بصیرت مومن کی اس سے انکار کرنا چاہیئے۔

تحرک خلافت کے لیڈر علامہ المسکین پر امام احمد رضا کے گہرے اثرات سے بخوبی واقف تھے، اسی لیے رخصت بدرائیں اپنے ساتھ شامل کرنا چاہتے تھے۔ گاندھی نے ملاقات کا یہ غلام صیحات، جواباً اپنے صاف انکار کر دیا۔ گوشہ صفحات میں ان دونوں واقعات کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ فرنگی محل سے مولانا عبدالہادی کے بار بار تقاضے آئے کہ آپ کی اس مسئلہ میں کیا رائے ہے؟ دارالافتاء بریلی سے جواب دیا گیا کہ ایسے مسائل دارالافتاء کے موضوع سے خارج ہیں۔ مقصد یہ تھا کہ شاید خلافت کے نام سے ترک جماعتوں کو کوئی فائدہ پہنچ جائے، لیکن وہ نہ مانے، بلکہ انہوں نے شائع کر دیا کہ دارالافتاء بریلی خلافت کا منکر ہے اور اسی موقع پر انہوں نے کہا کہ منکر خلافت کافر ہے۔ جب اُن سے پوچھا گیا کہ خلیفہ شرعی کے لیے قریشی ہونا ضروری ہے اور سلطان ترکی قوشی نہیں۔۔۔۔۔۔ تو انہوں نے کہا کہ خلافت شرعیہ کے لیے قوشی ہونا شرط نہیں ہے۔ اسی بات پر ابوالکلام آزاد نے ایک رسالہ مسئلہ خلافت جبر و عہد میں لکھی۔

کسی شخص نے مولانا فریحی مجلس کے خطبہ صداقت اور ابوالکلام آزاد کے رسالہ کا حوالہ دے کر

درامد العیش (مکتبہ رضویہ، لاہور) ص ۶۵

۱۔ احمد رضا بریلوی، امام،

تعمید و دام العیش
ص ۱- بم

۱۰ مصطفیٰ رضا خاں تاجاوی، مفتی اعظم ہند

استفتاء بھیجا کہ کیا خلافت شرعیہ کے لیے قریشی ہونا شرط ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں امام احمد رضا نے رسالہ دوام العیش تحریر فرمایا جو ایک مقدمہ اور تین فصول پر مشتمل تھا۔ تیسری فصل شروع کی تھی کہ دیگر منصوبہ کاموں کی طرف متوجہ ہو گئے اور اس خیال سے اس کی تکمیل نہ کی کہ ابھی اس کا وقت نہیں۔ وقت آنے کا تو تکمیل کر کے طبع کر دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ وصال کے ایک سال بعد آپ کے صاحبزادے مولانا مصطفیٰ عثمانی مفتی اعظم ہند نے یہ رسالہ شائع فرمایا۔

بعض لوگ یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ امام احمد رضا نے دو اسکے اعلام الاحلام اور دوام العیش انگریزوں کی حمایت میں لکھے تھے، یہ تاثر بزرگ منصفانہ نہیں ہے۔ یہ دونوں رسالے آپ کے وصال کے بعد چھپے ہیں اور معمولی مقلدوں انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ اگر انگریزوں کو خوش کرنا مقصود تھا تو یہ دونوں رسالے اپنی زندگی میں شائع کر دیتے جبکہ ایسا نہیں ہوا، اس لیے وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ الزام لگانے والے دیانت دارانہ بصیرت سے محروم ہیں۔

اس رسالہ میں امام احمد رضا نے حدیث، فقہ اور عقائد کی کتابوں سے تقریباً پچاس احادیث اور اجنبہ علماء و ائمہ کی بانوے عبارات پیش کی ہیں اور یہ ثابت کیا ہے کہ خلافت کے لیے قریشیت کے شرط ہونے پر احادیث حد تو اترو کو پہنچی ہوئی ہیں۔ نیز اس مسئلہ پر صحابہ تابعین اور اہل سنت کا اجماع ہے۔ یہ اور اس مسئلہ میں صرف خواج یا بعض متقدم مخالف ہیں۔ کہ

س ۳-۴

حمید دوام العیش

۱۔ مصطفیٰ رضا قادری، مفتی اعظم ہند

س ۷۵

دوام العیش

۲۔ احمد رضا بریلوی، امام

س ۶۶

۳۔ العیش

بریلی کی تاریخی کانفرنس

۱۹۲۱ء کا طوفانی زمانہ ہے۔ جمعیت العلماء ہند اور خلافت کی کھٹی کاٹھنی بول رہا ہے۔ متعدد قومیت اور ہندو مسلم اتحاد کی نڈ پوری قوت کے جلدی ماری ہے۔ مشہور لیڈر کاظم احمد رضا اور دیگر علمائے اہل سنت کو اپنے راستے کا سب سے زیادہ سنگ گراں سمجھتے ہیں اور عدالتِ اطمینان پر ان کے اثرات سے خائف ہیں۔ علی برادران، بریلی شریف جاکر تحریک میں قومیت کی دعوت دیتے ہیں۔ گاندھی خود ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ امام احمد رضا ملاقات سے انکار کر دیتے ہیں۔ جمعیت العلماء ہند کا سالانہ اجلاس ابوالکلام آزاد کی صدارت میں بریلی میں منعقد ہونا قرار پاتا ہے۔ کل ہند سطح پر اس کی کشمیر کی حمایتی ہے۔ متعدد اشتہار شائع کیے جاتے ہیں۔ ایک اشتہار کا عنوان ہے:

زنگی مستعار کی چند ساعتیں

کس میں ایک شوق یہ تھی،

مخالفین ترکیب ہوالات اور ذوالات نصاریٰ کے عملی ماحیول پر اقسام محبت کیا
ہوئے گا۔

دوسرے اشتہار کا عنوان تھا:

آفتاب صداقت کا طلوع

اس میں لکھا:

مفسرین و مؤلفین پر تمام بحث مسائل ماضی و الحال انقطاع فیصلہ خدای تعالیٰ
 پہنچانے کے لیے بریل میں جمعیت العلماء کا اجلاس ہونے والا ہے، سچائی خاطر
 ہوگئی اور محسوس ہوا کہ خلافتِ احمدیہ و قیادتِ احمدیہ کا یہ فرمان پورا ہو کر رہے گا۔

لے اراکیہ جماعت رشائی مصطفیٰ : دوامت الخیر (طوبہ حسن) پریمی : ص ۴
ٹھ الیفتا : "

۱۰۔ رجب ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء کو جماعتِ رضائے مصطفیٰ کے مقابلہ علمی کے صدر مولانا محمد علی اعظمی نے تمام محبتِ تائمتہ کے عنوان سے ستر سوالات پر مشتمل ایک اشتہار چھاپ کر مولانا عبدالحق بدایونی ناظم جمعیتہ العلماء کے پاس بھیج دیا تاکہ ان پر خوب قیمتی طرح خورد و خوراک کر لیا جائے اور اجلاس میں ان کا جواب دے کر تصفیہ کی راہ ہموار کی جائے۔

تبادلہ خیال اور مناظرہ کے لیے جماعتِ رضائے مصطفیٰ کے چار علماء کے نام پیش کیے گئے:

- | | |
|--|-----------|
| ۱۔ مولانا محمد امجد علی اعظمی | صدر |
| ۲۔ مولانا حسین رضا خان | ناظم علمی |
| ۳۔ مولانا قطب الدین بہاری | رکن |
| ۴۔ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی | رکن |

بعد میں علی گڑھ سے مولانا سید سلیمان اشرف بہاری بھی تشریف لے آئے اور ان کا نام بھی مناظرین کی فہرست میں شامل کر دیا گیا۔

ابوالکلام آزاد صدر جمعیتہ العلماء بریلی پیچھے اور جماعتِ رضائے مصطفیٰ کے ستر سوالات اور مناظرہ کے مقام اور وقت کے تعین کے مطالبہ پر مشتمل اشتہارات دیکھے اور مذکورہ بالا علماء کے ساتھ مناظرہ سے پہلو تہی کرتے ہوئے امام احمد رضا کو مخاطب کیا۔ یہ روایت کسی طور بھی مناسبت نہ تھا۔ اقل تو امام احمد رضا اس وقت علیل تھے، دوسرا یہ کہ اشتہارات میں علماء اہل سنت کو منکرین اور منافقین کے القاب دے کر ان پر اتمامِ محبت کا دعویٰ کیا گیا تھا۔ اب جب کہ امام احمد رضا بریلوی کے خلفاء اور اہل سنت کے ذمہ دار علماء اس چیلنج کو قبول کر چکے تھے، تو گریز کا کیا معنی؟

علماء اہل سنت کا تعاضد برصا، تو مولوی عبدودود ناظم استقبالیہ جمعیتہ العلماء ہند نہ جواباً تحریر کیا۔

تو وہ بُت پرست ہیں اور گاندھی اُن کا بُت ہے۔
 اُن کی تقریر کے بعد مولانا بریلوی الحق جبل پوری نے کہا کہ ناگپور کانفرنس کے ایک ماہ بعد
 زمیندار لاہور کے پرچے دیکھ لیجئے، اس میں دوسرے لیڈروں کے اقوال کے علاوہ یہ بھی
 لکھا ہے کہ آپ نے خطبہ جمعہ میں گاندھی کی تعریف کی، اس پر ابوالکلام نے کہا،
 "میں نے یہ پرچے نہیں دیکھے، اگر اس میں ایسا لکھا ہو تو کذب بحت و فاضل
 جھوٹ ہے، لعنة اللہ علی قاکہ۔"

مولانا بریلوی الحق نے فرمایا، آپ یہ تکذیب ہی شائع کر اسیجئے۔ نیز احمد نوری
 کے حوالے سے کہا کہ آپ نے گنگا و جمن کی سرزمین کو مقدس کہا۔ ابوالکلام انکار
 نے اس کا بھی انکار کیا اور کہا لعنة اللہ علی قاکہ (وہا کہنے والے پر خدا کی
 لعنت ہو)

غرض یہ کہ جن بلند بانگ و عاوی کے ساتھ جمعیت العلماء ہند نے بریلویں اجلاس
 رکھا تھا، ان پر اوس پڑ گئی۔ جماعت رضائے مصطفیٰ کے ستر سوالات کا بیہیم تعاقبوں کے
 باوجود جواب نہ دیا گیا۔ مولانا سید سلیمان اشرف بہاری کی تقریر کے جواب میں جان چھڑانے
 کا انداز نمایاں تھا۔ پھر یہ اقرار کرنے کے باوجود کہ ہر کافر سے ممالات (دعوتی) حرام ہے،
 غیر مسلم کو پیشوا بنانا حرام ہے، سابقہ رویتے میں کوئی تبدیلی نہ لگاتے۔

جمعت الاسلام مولانا محمد رضا خاں، فرزند اکبر امام احمد رضا خاں بریلوی نے اسی
 اجلاس میں فرمایا:

"حرمین شریفین و مقامات مقصدہ و ممالک اسلامیہ کی حفاظت و خدمت
 ہمارے نزدیک ہر مسلمان پر بقدر وسعت و طاقت فرض ہے، اس میں ہمیں

خلافتِ ختمیہ نہ تھا، اسی طرح سلطانِ اسلام جماعتِ اسلامی کی خبر خواہی میں ہمیں کچھ کلام نہ ہے، نہ تھا۔ تمام کفار و مشرکین و نصاریٰ و یہود و مرتدین و غیر ہم سے ترکِ مواصلات ہم ہمیشہ سے ضروری و فرض جانتے ہیں۔

ہمیں خلافتِ آپ حضرات کی ان خلافتِ شرع و خلافتِ اسلام حرکات سے ہے، جن میں سے کچھ مولوی سید سلیمان اشرف صاحب نے بیان کیں اور جن کے متعلق جماعت کے ستر سوال بنام اتمامِ حجتِ تاملِ آپ کو پہنچے ہوئے ہیں۔ ان کے جواب دیجئے، جب تک آپ ان تمام حرکات سے اپنی رجوع نہ شائع کر دیں گے اور ان سے عہدہ برآ نہ ہو لیں گے ہم آپ سے علیحدہ ہیں اور اس کے بعد خدمت و حفاظتِ حرمین شریفین و مقاماتِ مقدسہٴ ممالکِ اسلامیہ میں ہم آپ کے ساتھ مل کر جانز کو شخص کرنے کو تیار ہیں بلکہ اس عنوان پر تفصیلی مطالعے کے لیے ابوالکلام آزاد کی تاریخی شکستِ مرتبہ مولانا محمد سلال الدین قادری ملاحظہ کیجئے،

جماعتِ انصارِ الاسلام

بعض لوگ پرچتے ہیں کہ سلطنتِ ترک کی امداد کے سلسلے میں امام احمد رضا نے کیا کیا؟ اس کی تفصیل کی تو اس وقت گنجائش نہیں، تاہم چند اشارات کیے جاتے ہیں، امام احمد رضا نے ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء میں چار انتہائی سود مند تدبیریں تبصرِ فلاح و نجات و اصلاح کے نام سے شائع کیں، انہیں اپنایا جاتا تو پوری قوم کا دینی اور معاشی نقشہ ہی بدل جاتا۔

- ۱۔ سولان باقول کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہے، اپنے معاملات باہم فیصلہ کر لیں کہ کروڑوں روپے مقدمہ باز یوں میں نہ اڑائیں۔
 - ۲۔ مسلمان اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدیں کہ گھر کا نفع گھری میں رہے۔
 - ۳۔ بمبئی، ملکٹہ، رنگون، مدراس، حیدرآباد وغیرہ کے توغر مسلمان اپنے بھائیوں کے لیے بینک کھولیں، سود شرع نے حرام قطع فرمایا ہے، مگر اوسط طریقے نفع کے حلال فرماتے ہیں۔
 - ۴۔ سب سے اعظم دین کی ترویج و تحصیل لے
- پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی نے ان تجاویز کے پیش نظر ایک تحقیقی مقالہ بعنوان "فاضل بریلوی کے معاشی نکات" لکھا ہے جو مرکزی مجلسِ رضا لاہور نے شائع کر دیا ہے۔
- مولانا شاہ اعلیٰ دہلوی، مولانا محمد میاں قادری، امام احمد رضا کی مساعی کا ذکر کرتے ہوئے
- سندھ مانتے ہیں!

آج (۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء) سے برسوں پہلے جنگِ بھقان (۱۲-۱۹۱۱ء) کے موقع پر انہوں نے سلطنتِ اسلامی اور مظلومینِ مسلمین کی امانت و امداد کی مناسبت صحیح شرعی تدابیر لوگوں کو بتائیں، امام طبرہ پر شائع کیں، قولا و عملا ان کی تائید کی خود چندہ دے کر عوام کو اس طرف رغبت دلائی۔ اور اب بھی لوگوں کو صحیح مفید شرعی طریقے امانتِ اسلام و مسلمین کے جتاتے رہے۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب جو عملی کوششیں کر سکتے تھے، انہوں نے کیں خود چندہ دیا اور اپنے زیر اثر لوگوں سے دلویا مسلمانوں کو اسلامی سلطنت کی امداد امانت پر توجہ و رغبت دلائی، تحفظِ سلطنتِ اسلامی کی مفید و کارگر تدابیر بتائیں یہ عملی کوشش نہیں کر گیا ہے؟ اپنی جماعت انصارِ اسلام قائم کی۔

۱۔ اراکینِ جماعتِ رضا کے مصطفیٰ، دماغِ الحیر ص ۲۸

۲۔ اعلیٰ دہلوی، مولانا محمد میاں قادری، مولانا برکات ماریہ و مسلمان، بابوں، مطبع حسن بریلی، ص ۱۲-۱۱

تحریک شدھی

امام احمد رضا بریلوی، صد سالہ فاضل مولانا سید محمد نعیم اندرین، ادا جوی مولانا سلیمان اشرف بہاری اور دیگر علمائے اہل سنت کی مولانا بصیرت کی داد نہ دینا بے انصافی ہوگی۔ انہوں نے تحریک خلافت اور ترک ممالک کے دوران بار بار اس حقیقت کا اظہار کیا تھا کہ ہندو مسلمانوں کے دشمن ہیں اور مذکورہ تحریکوں میں ان کی شمولیت بھی ایک پال ہے۔

اس کا پلگاسا اعلانہ مولانا محمد علی جوہر کی ایک تقریر سے لگایا جاسکتا ہے جو انہوں نے ۲۵ دسمبر ۱۹۲۷ء کو پشاور کے ایک اجلاس میں کی :

ہندو رہنما ہاتھ لگانے والی ہمیشہ خلافت کے سروایہ سے دودھ کرتا رہا، ہماری قید کے بعد بھی ہاتھ لگایا ہے۔ دودھ کے مصارف خلافت کے سروایہ سے لیے، حتیٰ کہ کانگریس کے لیے ایک گروڈروپیری جمع کرنے کے لیے آپ کے دعوں کے مصارف بھی خلافت نے ادا کیے۔

اس سے بڑھ کر قوم مسلم کی بد قسمتی کیا ہوگی کہ ترکوں کی اعداد کے نام پر حاصل ہونے والا چندہ گاندھی کے دعوں کی بحیثیت پڑھتا رہا اور قوم یہ سوچ کر مطمئن رہی کہ ہم اپنے ترک بھائیوں کی امداد کر رہے ہیں۔

صرف یہی نہیں کہ ہندوؤں نے مسلمانوں کے مال پر ہاتھ صاف کیا، بلکہ ان کے زمین و ایمان پر ہاتھ صاف کرنے سے بھی نہیں بچے۔

۱۹۲۵ء میں آریہ سماج کے بانی دیانند کی صد سالہ تقریب کے موقع پر ایک جلسہ میں ہندو لیڈر، ہندوستانی کے گوشہ گوشہ سے جمع ہوئے اور مسلمانوں کو دین اسلام سے برگشتہ کرنے کی ایک خفیہ سازش تیار کی گئی کہ اپنی مذہبی تبلیغ تیز کر کے اسلام اور داعی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اور امیر مکتبہ سید پرچھات علی شاہ علی پوری نے انگریزوں میں مرکز قائم کر کے عرصہ تک وہاں قیام کیا۔

مجموعی طور پر ساڑھے چار لاکھ مرتد مسلمان ہوئے اور ڈیڑھ لاکھ ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔

شدھی تحریک کے بانی پنڈت دیانند سرسوتی (شرحہ حاند نے بدنام زمانہ کتاب ستیا رتھ پرکاش میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دین اسلام پر اعتراضات کیے اور نہایت سوچا نہ زبان استعمال کی مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نے اس کا مسکت جواب دیا جو احقاق حق کے نام سے چھپ چکا ہے۔

شدھی تحریک کے دور میں جب ہندو مسلم فسادات شروع ہوئے تو مسلمان لیڈر عامۃ المسلمین کو امن پسند رہنے کی تلقین کر رہے تھے، جبکہ ہندو لیڈروں کا رویہ اس کے برعکس تھا۔

”گاندھی جی نے کہا تو یہ کہ ہندو بڑے دل بڑی اور مسلمان دھڑکی انہوں نے اور ان کے ساتھیوں نے شرحہ حاند کے خلاف ایک حرف نہ کہا، مالوی جی کی امن سوزی اور اشتعال انگیزی پر پُچھ سا دھلی
امر تسر کے ایک جلسے میں مولانا ظفر علی خاں نے پنڈت مدن مالوی کی تفرقہ انگیزی اور فتنہ پروری کے خلاف کچھ کہہ دیا تو گاندھی جی جو صدر جلسہ تھے بگڑ گئے اور انہوں نے کہا، آپ نے مالوی جی پر نکتہ چینی کر کے میرے سینہ پر گھونٹہ مار دیا۔“

۱۲۰ ص	حیات صدرا لافاضل	۱۷ فلام معین الدین محمد نعیمی مستند
۱۲۸ ص	تحریک آزاد دی ہند	۱۷ محمد سعید احمد پرویسرا
۱۳۶ ص	” ”	۱۷ ایضاً
۱۵۹ ص	حیات محمد علی جناح (دبئی)	۱۷ رئیس احمد جعفری

ان حقائق کے پیش نظر بلا خوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ علامہ اہل سنت نے اس دور
بلا خیز میں جو کچھ فرمایا تھا وہ ع

قلندر بر سرچہ گوید دیدہ گوید

کا مصداق تھا اور آنے والے حالات نے اس کی حوت بحرف تصدیق کر دی تھی۔

فرانسس وینسن کی بے خبری

امام احمد رضا بریلوی اور دیگر علمائے اہل سنت نے ہندو مسلم اتحاد کے خلاف جو جہاد
کیا تھا وہ ہندو اور ہندو نواز علمائے کی برہمنی کا سبب تھا، پریس پر ہندو کا غلبہ تھا، اس لیے علمائے
اہل سنت کو بنام کرنے کی بھرپور مہم چلائی گئی۔

میاں عبدالرشید کالم نگار نور بعیرت "نوائے وقت" لکھتے ہیں :

"گاندھی کی آندھی نے جہانک اٹائی تھی، اس میں بڑوں بڑوں کے پاؤں
اکٹھرتے اور پٹائی رائل ہو گئی، مگر علامہ اقبال اور قائد اعظم کے علاوہ
تیسری بڑی شخصیت جو اس شور و غوغا اور لٹری بازی سے قطعاً متاثر نہ ہوئی
حضرت احمد رضا خاں تھے۔ آپ نے ان دنوں بھی اس بات پر زور دیا کہ
ہمیں اپنی دونوں آنکھیں کھلی رکھنی چاہیے۔ انگریز اور ہندو دونوں ہمارے
دشمن ہیں۔ کانگریسی مسلمانوں نے صرف اپنی ایک آنکھ کھلی رکھی تھی۔ وہ صرف
انگریز کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ ان دنوں چونکہ تقریباً سارے پریس پر ہندوؤں کا
قبضہ تھا اس لیے حضرت احمد رضا خاں بریلوی اور آپ کے ہم خیال لوگوں
کے خلاف سخت ہراس پکڑا گیا اور بنام کرنے کی مہم چلائی گئی۔

لیکن تاریخ نے انہی حضرات کے حق میں فیصلہ دے دیا اب باطل

پراپیگنڈے کا مظہر ٹوٹ رہا ہے اور حق کھل کر سامنے آ رہا ہے۔
 اسی ہم کی صدائے بازگشت، پروفیسر فرانسس روٹسن، پروفیسر فریڈرک ٹنڈن کی کتاب میں
 دیکھی جا سکتی ہے۔
 روٹسن لکھتا ہے:

احمد رضا خاں (۱۸۵۵ء — ۱۹۲۱ء)

ان کا طریق کار انگریزی حکومت کی حمایت تھا، انہوں نے پہلی عالمی جنگ
 میں حکومت کی تائید کی، حکومت کی تائید و حمایت کا یہ سلسلہ تحریک خلافت
 ۱۹۲۱ء تک جاری رہا۔ انہوں نے برلن میں ایک کانفرنس بلائی، جس میں ترک
 ممالک کے مخالف اور ان علماء کو جمع کیا، جن کا عائد مسلمین طلباء اور اساتذہ
 پر بڑا اثر تھا۔

علم اور تحقیق کا معیار اگر یہ ہے کہ انگریز مصنف نے اپنی انگریزی کتاب میں لکھ دیا
 ہو تو بلاشبہ مذکورہ بالا بیان تحقیق کا شاندار موقع ہے اور اگر تحقیق کی بنیاد حقائق پر ہے تو کہہ دیجئے
 کہ یہ بیان قطعی حقیقت ہے۔
 اس جگہ چند اور توجہ طلب ہیں:

۱۔ امام احمد رضا بریلوی کا سنی پیدائش ۱۸۵۶ء ہے، جبکہ روٹسن نے ۱۸۵۵ء لکھا ہے۔
 ۲۔ یہ قطعاً غلط ہے کہ ان کا طریق کار حکومت کی حمایت تھا، وہ ہندو اور انگریز دونوں
 سے انتہائی نفرت رکھتے تھے۔

- | | |
|------------------------|--|
| ۱۔ عبد الرشید، میاں | پاکستان کا پس منظر، پیش منظر (ادارہ تحقیقات پاکستان لاہور) ص ۱۲۰ |
| ۲۔ نعیمہ | السبیلویۃ، ص ۴۴ |
| ۳۔ فرانسس روٹسن | سپرٹرم اننگ انڈین مسلمز (کیمبرج یونیورسٹی پریس ۱۸۸۴ء) ص ۴۲ |
| ۴۔ افضل حق قریشی، قاضی | اقبال کے مدد و ح علماء (مکتبہ محمودیہ لاہور) ص ۱۸ |

مشہور نرسخ اور ماہر تعلیم ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی لکھتے ہیں،
 'انہوں نے ثابت کیا کہ ہندوؤں کے ساتھ معاملات بھی ایسے ہی حرام ہیں
 جیسے اٹھریوں کے ساتھ'۔

خود امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں،
 'اے ایمان والو! وہ جو تمہارے دین کو ہنسی کھیل ٹھہراتے ہیں، جی کو تم سے
 پہلے کتاب دی گئی (یہود و نصاریٰ) اور باقی سب کافران میں کسی سے تھا
 و داد (محبت، قادری) نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اگر تم ایمان رکھتے ہو۔
 (ترجمہ آیت) اب لو کسی منہری کے اس بچے کی گنجائش نہ رہی کہ یہ کم صرف ہو
 نصاریٰ کے لیے ہے۔'

۳۰- یہ بھی غلط ہے کہ انہوں نے پہلی عالمی جنگ میں اٹھریوں کی حکومت کی تائید کی، جس دور
 میں ان پر اٹھریوں کی حمایت کا بہتان باندھا جا رہا تھا، اس وقت بھی ان کے مخالفین تسلیم کرتے
 تھے کہ وہ گورنمنٹ کو فوجی امداد دینے کے قائل نہ تھے۔

تحریک ترک معاملات کے رہنما اور امام احمد رضا بریلوی کے سیاسی مخالف مولانا حسین الدین
 اجیری لکھتے ہیں،

'ترک معاملات کی ایک تجویز نمبر ۱۰ ایسی بھی ہے، جس کو دو قریبی بزرگوں (مولوی
 اشرف علی تھانوی اور مولانا احمد رضا خان بریلوی) نے تسلیم کیا ہے اور وہ یہ کہ
 گورنمنٹ برطانیہ کو فوجی امداد نہ دی جائے۔'

پہلی جنگ عظیم (۱۹۱۸ء) — ۱۹۱۳ء میں یہ کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ گورنمنٹ

۱۔ محمد یاسین علی قادری سید،	معاصرین اسلام و علوم (کراچی ۱۹۸۳ء) ص ۲۳۸
۲۔ احمد رضا بریلوی، امام،	قادیانی فتویٰ (مہارک پور، انڈیا) ج ۶، ص ۱۳۰
۳۔ رئیس احمد صفری	اندازِ کم گشتہ (مطبعہ ہند، ۱۹۶۸ء) ص ۵۶۶

کے حامی تھے۔ اگر کسی شخص کو اس پر اصرار ہے تو وہ اس کا ثبوت فراہم کرے۔

۴۔ گزشتہ صفحات میں گزچکا ہے کہ مارچ ۱۹۲۱ء میں جمعیت العلماء ہند نے بریلی میں کانفرنس بلائی تھی مذکورہ امام احمد رضا بریلوی نے، علماء اہل سنت نے تمام حجت کے طور جمعیت کے رہنماؤں کا بیعت قبول کیا تھا اور ان پر واضح کیا تھا کہ ہمارا اختلاف ہندو مسلم اتحاد اور اس کی بنیاد پر رکھنے جانے والے غیر شرعی افعال و اقوال سے ہے نہ کہ انگریز دشمنی سے۔

مولانا سید سلیمان اشرف بہاری نے اپنی تقریر میں فرمایا:

”موالات برنصلی و یہودی سے ہر حال میں حرام اور قطعی حرام“

یا ایھا الذین امنوا لاتتخذوا الیہود والنصارى الایة
نصرانی اور یہودی خواہ فریق محارب ہوں یا غیر محارب موالات ان سے حرام
اور مطلقاً حرام۔

ہر کافر سے موالات حرام، خواہ محارب ہو یا غیر محارب، لاتتخذ
المؤمنون الکافرین اولیاء، آپ حضرات انگریزوں سے تو موالات
حرام بتاتے ہیں اور کافروں (ہندوؤں) سے موالات نہ صرف جائز، بلکہ
میں حکم الہی کی تعمیل بتاتے ہیں۔ لے

۵۔ رفیق حسن نے لکھا ہے کہ مولانا عبدالباری فرنگی علی نے مسجد کانپور کے بارے میں حکومت
سے جو معاہدہ کیا تھا اس کی مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے مخالفت کی تھی۔ یہ بات خود
روبنسن کے بیان کے مخالف ہے، کیونکہ جس شخص کا طریق کار ہی حکومت کی حمایت ہو، وہ
حکومت کی پالیسی کی مخالفت کیوں کرے گا؟

ہوایہ کہ ۱۹۱۲ء میں پھلی بازار کانپور کی مسجد کا ایک حصہ برک کی تعمیر میں شامل کر لیا گیا
اس پر مسلمانوں نے شدید احتجاج کیا، گوئی پھلی اور متعدد مسلمان شہید ہو گئے۔ ۱۶ اگست ۱۹۱۳ء

لے اکیس جماعت رضائے مصطفیٰ، رد وادمنافرو زنادری پریس، امرتسار، ص ۷

کر مسلمانوں کا ایک وفد یونیٹ گورنر سے ملا جس میں مولانا عبدالہامی فریجی بھی شامل تھے۔
 ۱۲ اکتوبر ۱۹۱۲ء کو ان حضرات نے واسرائے ہند سے چند شرائط پر صلح کر لی۔ اس معاہدے
 کے بارے میں ایک استفتاء کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی نے ایک سالہ اجازت السنوی
 تحریر فرمائی جس میں اس معاہدہ پر سخت تنقید کی کیونکہ شریعت اسلامیہ میں وقف قابل اتعال نہیں
 اور اس سلسلے میں یونیٹ گورنر اور واسرائے ہند کی کوئی پروا نہ کی۔ لہ
 ۱۔ روئس نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان کا عامۃ المسلمین میں بڑا اثر و رسوخ تھا لیکن تعلیم یافتہ
 مسلمان انہیں پسند نہیں کرتے تھے۔

اہل علم کے نزدیک امام احمد رضا بریلوی کا مقام دیکھنا پتو پتو فیض محمد محمود احمد پریس
 گورنٹ سائنس کالج، ٹھٹھہ، سندھ کی تصانیف فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں اور
 امام احمد رضا اور عالم اسلام کا مطالعہ کیجئے۔ امام احمد رضا بن کو عرب و عجم کے علماء نے خراج
 تحسین و تحیت پیش کیا اور علامہ اقبال، ڈاکٹر ضیاء الدین داس پانسلم و نیورشی میڈیکل
 اور مولانا صی احمد محدث سہمی، جن کے قلم اور علم و فضل کے شیدائی ہیں، صدر الافاضل مولانا
 سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی، مصنف بہار شریعت ملک العلماء
 مولانا ظفر الدین بہاری (والدہ العابد ڈاکٹر مختار الدین آرزو، علی گڑھ) مولانا سید سلیمان اشرف بہاری
 صدر شعبہ و منیات مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، مبلغ اسلام شاہ عبدالعلیم صدیقی اور مفتی اعظم پاکستان
 ابوالبرکات ملتقا احمد قادری ایسے آسمان علم و فضل کے آفتاب و ماہتاب جن کے تلافیہ اور خلفاء
 ہوں ان کے بارے میں روئس کا تجزیہ کوئی معقولیت نہیں رکھتا۔

۷۔ روئس نے نہ تو تاریخی شواہد کا مطالعہ کیا اور نہ ہی امام احمد رضا بریلوی کی تصانیف
 ان کے پیش نظر ہیں۔ ان کی معلومات کا انحصار ۲۹ مئی ۱۹۶۸ء کے اس اثر و پور پر ہے جو انہوں
 نے مفتی رضا انصاری فریجی علی فرزند اکبر مولانا سلامت اللہ سے کیا۔ لہ

ہندو مسلم اتحاد کے خلاف امام احمد رضا نے جو جہاد کیا تھا، اس کی بند پر قرشی محل کے علماء بھی ناراض تھے، معلوم ہوتا ہے کہ اس ناراضی کے اثرات اب تک باقی ہیں، جن کی بنا پر اس انٹرویو میں امام احمد رضا بریلوی پر گورنمنٹ کی حمایت کا الزام لگایا گیا ہے۔ اب جب کہ اس بے بنیاد الزام کی حقیقت عالم آشکار ہو چکی ہے۔ ایسے میں مفتی رضا انصاری کے انٹرویو اور ردِ مفسن کے بیان میں کوئی وزن نہیں رہ جاتا۔

۸۔ ردِ مفسن کا یہ حوالہ قاضی افضل حق قرشی نے اپنی تالیف اقبال کے مدح علماء میں نقل کیا تھا، جس میں انہوں نے اقبال کی اسلمیں علماء اہل سنت پر تبرک کر کے اپنے ذوقِ سب و شتم کی تسکین کی تھی۔ انہوں نے ردِ مفسن کی کتاب کے ص ۴۲۲ کا حوالہ دیا تھا۔ البریلویہ کے مزلف نے اصل کتاب کی طرف رجوع کئے بغیر اس عبارت کا ترجمہ کر دیا اور حوالہ ص ۴۲۲ کا دے دیا، حالانکہ یہ عبارت ص ۴۲۲ پر ہے۔ گزشتہ سطور میں اشارہ کیا جا چکا ہے کہ ایسی عبارات تحقیق کی گویا میں کچھ وزن نہیں رکھتیں، جن کا دلیل و برہان سے وعدہ کا بھی کوئی واسطہ نہ ہو۔

امام احمد رضا — اور انگریز

انگریزی حکومت سے بے تعلقی امام احمد رضا بریلوی کو دہشتے میں علی متقیؒ اپنے والد ماجد مولانا مفتی علی خاں بریلوی کے اوصافِ جمیلہ کے ضمن میں فرماتے ہیں،

”موالاتِ فقراء اور امر دینی میں عدم مہالات، باغیاء، حکام سے عفت و رفق، مروت پر قناعت وغیرہ الگ نہ لے

حکام وقت سے بے تعلقی امام احمد رضا کے صاحبزادوں، شاگردوں اور خلفاء کا بھی عروۃ امتیاز ہی ہے۔

حجرات کے یہاں آکر ہندوستان پر حاکم بن بیٹھنے والوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اور سنی، ہونی، مسلم قوم کو جگلاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”خونِ جمل رات اندھیری، بھائی بدلی کالی ہے

سونے والو ماگتے دیو، چوروں کی رکھوال ہے نہ

انگریزی و دوسرے مسلمانوں کے دین و ایمان کے فساد کرنے والے فتنوں کی کثرت متقیؒ، عیسائی اور آریہ کھلم کھلا دین اسلام اور حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اعتراض کرتے تھے اور غفلت کے مارے مسلمان ان کے لیکچر سننے سے امام احمد رضا بریلویؒ ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء ایک فتویٰ باریق النور فی مقامِ مدعا و الطہور میں ایسے مسلمانوں کی سرزنش کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

لے احمد شاہ بریلویؒ، امام، تعاون مصنف جہاں الزلیان (تجربہ نامہ برائے مسلمان) ص ۶

لے ایضاً، صدیقی بخشش (مدینہ پیشکش، کراچی، ۱۹۸۲ء)

• آج کل ہمارے عوام بھائیوں کی سخت جہالت یہ ہے کہ کسی آریہ نے اشتہار دیا کہ اسلام کے فلاں مضمون کے رو میں فلاں وقت لکچر دیا مہائے گاہ یہ سننے کے لیے دوڑے جاتے ہیں۔۔۔۔۔ پادری نے اعلان کیا کہ نصرانیت کے فلاں مضمون کے ثبوت میں فلاں وقت ندا ہوگی۔ یہ سننے کے لیے دوڑے جاتے ہیں۔۔۔۔۔

بھائیو! تم اپنے نفع و نقصان کو زیادہ مہانتے ہو یا تمہارا رب عزوجل تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ان کا حکم تو ہے کہ شیطان تمہارے پاس دوسرے ڈالنے آئے، تو سیدھا جواب یہ دے دو کہ تو جھوٹا ہے۔۔۔۔۔ نہ یہ کہ تم آپ دوڑ دوڑ کر ان کے پاس جاؤ اور اپنے رب، اپنے قرآن، اپنے نبی کی شان میں کلمات ملعونہ کہتے رہو۔

پھر مزید تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اگر ایمان سچا ہے، تو اب یہ فرمائیے کہ ان کے لکچروں، مذاقل میں آپ کے رب و قرآن و نبی و ایمان کی تعریف ہوگی یا مذمت؟ ظاہر ہے کہ دوسری صورت ہی ہوگی اور اسی لئے تم کو بلاتے ہیں کہ تمہارے منہ پر تمہارے خدا و نبی و قرآن و دین کی توہین و تکذیب کریں۔“

اب ذرا غور کر لیجئے! ایک بشر نے زید کے نام اشتہار دیا کہ فلاں وقت فلاں مقام پر میں بیان کروں گا کہ تیرا باپ ولد الحرام اور قری ماں زانیہ تھی، اللہ انصاف، کیا کوئی خیریت والا، محبت والا، انسانیت والا جبکہ اسے اس بیان سے رکھ دیتے، باز رکھنے پر قادر ہو، اسے سننے جاتے گا۔؟

حاشا اللہ! یہ کسی بھی چارے بھی نہ ہو سکے گا، پھر ایمان کے دل پر ہاتھ رکھ کر

دیکھو کہ اللہ و رسول و قرآن عظیم کی توہین، ننگہ سیما مذمت سخت حربے یا مال
باپ کی گالی؟ ایمان رکھتے ہر ایسے اس سے کچھ نسبت نہ ہاؤ گے۔ پھر کون سے
کیسیجے سے الی بگر فحاشات، ناپاک طعنوں پرستانوں، افتراؤں، شیطانی انگلوں،
ڈھکوسلوں کو سنبھالنے جاتے ہو۔

بلکہ حقیقتہً انصافاً وہ جو کچھ کہتے اور اللہ و رسول و قرآن عظیم کی تحقیر کرتے ہیں۔
اس سب کے باعث یہ سننے والے ہیں۔ اگر مسلمان اپنا ایمان سنبھالیں، اپنے حبیب
قرآن و رسول کی عزت و عظمت پریش نظر رکھیں اور ایسا کر لیں کہ وہ غیث لکھنؤ
گندی مذاہب سننے کوئی نہ ہائے گا، جروہاں موجود ہو، وہ بھی فوراً وہی مبارک ارشاد
لاکھ لکھ لکھ کر تو جھوٹا ہے چلا جائے گا تو کیا وہ دیا بدل، پستروں سے اپنا سر پھڑپھڑ
گئے؟ تو تم مٹی کی گولیاں تھوڑے ہو، دم سنو، نہ وہ کہیں، پھر انصاف کیجئے کہ اس کہنے کا
دباں کس پر ہوا؟

کیا جس شخص کے دل میں اگھڑیوں کے لیے ذرا بھی نرم گوشہ ہو، وہ ایسا شدید
انذار گنگو افتہار کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ایسا انداز متلقین و ہی شخص اختیار کر سکتا ہے جس
کا دل و دماغ نور ایمان سے متور ہو اور مسلمانوں کی کتابی جس کے لیے ناقابلِ برداشت المیہ ہو،
وہ نہ تو اتحاد احمد کی رٹ لگانے والوں کو خاطر میں لاتا ہے اور نہ ہی گورنمنٹ کی ناراضگی کی
پرہیز کرتا ہے۔

زبان کی حد تک اگھڑی سیکھنے میں عرصہ نہیں بلکہ بہت سے فوائد ہیں، لیکن جب اس تعلیم
غیر اسلامی مقاصد کو سامنے رکھ کر قریب دیا گیا ہو تو اس کے نقصان دہ ہونے میں شک
نہیں ہے۔

امام احمد رضا بریلوی اس عنوان پر گنگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”انجمن اور وہ بے سود تفسیق اوقات تعلیم میں جن سے کچھ کام دین تو دین
 دنیا میں بھی نہیں پڑتا، جو صرف اس لیے رکھی گئی ہیں کہ لڑکے این و آن و ہست
 میں مشغول رہ کر دین سے غافل نہ ہوں کہ ان میں سمیت دینی کامادہ ہی پیدا ہو
 وہ یہ جانتے ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں اور ہمارا دین کیا؟ جیسا کہ امام طور پر مشہور و معروف
 ہے، جب تک یہ نہ چھوڑی جائیں اور تعلیم و تکمیل عقائد حقہ و علوم صادقہ کی طرف
 باگیں نہ موڑی جائیں، و ہریت، نہجرت کی ریح کنی ناممکن ہے، کیا لیدر اس میں
 سامی ہیں؟ ہرگز نہیں۔“

حضرت مولانا مفتی محمد بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،
 ”ایک دن بعد نماز عصر تفریح کے لیے بھی پڑ گئے کیرج فیکٹری کی طرف
 نکلے، فوجی گدوں کی پارٹی فیکٹری سے اپنے اپنے کارٹوں کی طرف جا رہی
 تھی، انہیں دیکھ کر حضرت نے فرمایا:

”کم بخت بالکل بند ہیں“

۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء میں پٹنہ، عظیم آباد کے اجلاس میں امام احمد رضا بریلوی نے تقریر
 فرماتے ہوئے نوسے ستر نفوذ العلماء کی طرف مڑتے ہوئے فرمایا:

”سب کلمہ گو حتیٰ پر ہیں خدا سب سے راضی ہے، سب کو ایک نظر سے دیکھتا
 ہے۔ گو کہ سنٹ انگریزی کا معاملہ خدا کے معاملوں کا پورا نمونہ ہے۔ اس کے گھماٹے
 کو دیکھ کر خدا کی رضا و ناراضی کا حال کھل سکتا ہے۔۔۔۔۔ یہ کلمات اعدان
 کے امثال خرافات کو اہل غفہ کی جو رو داد ہے، جو مقال ہے، ایسی باتوں سے
 مالا مال ہے، سب صریح و شدید نکال و عظیم وبال و موجب غضب فی الجہل ہیں“

۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء	رسائل رضویہ	۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء
۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء	اکرام امام احمد رضا مجلس علماء لاہور، ص ۹۱	۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء
۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء	حیات اعلیٰ حضرت	۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء

امام احمد رضا انگریزی کچہریوں میں جانے کے قائل نہ تھے، بلکہ کچہری کو عدالت اور انگریزی جج کو عادل کہنے سے شدید ممانعت فرماتے تھے، ۱۳۴۱ھ/۱۹۱۶ء میں گھنٹوں سے ایک استفتاء آیا کہ نصاریٰ کی کچہریوں کو عدالت اور آج کل کے حکام کو عادل کہنا بہت سخت ہے اور فقہانوں نے حکم کفر تک فرمایا۔ دریافت طلب یہ ہے کہ یہ حکم کفر مسکد مفتیٰ بہا ہے؟ اس کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

”عدالت پر طویل علم راجح ہے معنی وضعی مقصود نہیں ہوتے، لہذا تکفیر ناممکن البتہ عادل کہنا ضرور کفر ہے، مگر محض بروہہ خوشامد ہوتا ہے، لہذا تہذیب اسلام نکاح کافی ظلم خلاف مآئذیٰ کو استفتاء عادل جانے تو قطعاً ہی کفر ہے کہ من شئت فی کفرہ فقد کفر“

یہی وجہ تھی کہ جب ایک مسئلہ میں اختلاف نے شدت اختیار کی تو اہل بدایوں نے آپ کے خلاف اپنے شہر میں استغاثہ دائر کر دیا۔ کچہری سے سمن جاری ہوئے، مگر امام احمد رضا کسی صورت بھی کچہری نہ گئے۔

”صرف یہ نہیں، بلکہ مسلمانوں کو بھی یہی تکفیر فرماتے تھے کہ باستثناء ان معدود باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہو، اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیتے، اپنے سب مقدمات اپنے فیصلہ کرتے، یہ کروڑوں روپے جو اسٹامپ وکالت میں لگے جاتے ہیں، گھر کے گھر تباہ ہو گئے اور ہوتے جاتے ہیں، محفوظ رہتے۔“

امام احمد رضا نے مسلمانوں کی کامیابی کے لیے جو تمام دین و پیش کی تحریکیں ان میں ایک

تجزیہ تھی۔

۱۶ ص ۹۵	فتاویٰ رضویہ	امام احمد رضا بریلوی
۱۸ ص	جہان رضا	امام مرید احمد چشتی، مولانا
۱۵۹ ص	حیات مصداقہ فاضل	امام علامہ مصباح الدین سیاحی مولانا

”اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر میں رہتا، اپنی
حرفت و تجارت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے
یہ نہ ہوتا کہ یورپ و امریکہ والے چٹا لک بھرتا ناباکچھ منامی کی گولت کر کے
گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی
آپ سے لے جاتیں۔“ لے

انگریز نوازی کا الزام دینے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے امام احمد رضا فرماتے ہیں:
”یہ کس کی خوشی کو تھا مولوی عبدالباری صاحب خدام کعبہ کی باغی کے لیے
مسجد کا منور کو عام سڑک اور ہمیشہ کے لئے جنب و مناض و کافر و مشرک کی
پامال کر آئے اور بکمال جرأت اسے مسجد شریعہ ٹھہرایا اس کے رد میں
ابانۃ المتواری لکھا گیا جس میں ان سے کہا گیا ہے

دائم ذری بجعبہ اسے پشت براہ!

کیں راہ کہ تومی روی بانگستانست

مختصر یہ کہ امام احمد رضا بریلوی، انگریز کے مذہب، اس کی تعلیم، اس کی تعظیم،
کچہری، ومنع قطع اور اس کی محبت سے شدید نفرت رکھتے تھے، حد یہ کہ کانڈ اور لفافہ
اُن کر کے پتا لکھتے تاکہ ملک و کٹورہ، ایڈورڈ ہنتم اور جارج پنجم کا سر نیچے ہو جاتے۔ یہ
خطوط پر زیادہ پیسوں کے ٹکٹ لگانے سے منع فرماتے کہ بلا وجہ نصاریٰ کو روپیہ پہنانا کیسا؟
جن کے ساتھ دوستی ہو، ییل اُن کی ایک ایک ادا سے نفرت نہیں کی جاتی۔

۱۵۹	حیات معدا لافاضل	لے غلام معین الدین نعیمی، مولانا
۱۲۳، ۲۵	رسائل رضویہ	لے احمد رضا بریلوی، امام
۱۱۸	جہان رضا	لے مرید احمد مشتاق، مولانا
۱۴۱	حیات اعلیٰ حضرت	لے نظیر الدین بہاری، مولانا

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

”قرآنِ عظیم نے بھرت کتوں میں تمام کفار سے موات قطعاً حرام فرمائی۔
مجوس، یہود، عیسویوں، خواہ ہنود اور سب سے بدتر مقلانِ عنود۔
سید الطائف علی بریلوی ایسے ہی شہاد کی بناء پر لکھتے ہیں:

”سیاسی نظریہ کے اعتبار سے حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بلاشبہ
حریت پسند تھے، انگریز اور انگریزی حکومت سے دلی نفرت تھی شمس العلماء
قسم کے خطاب وغیرہ کو حاصل کرنے کا ان کو یا ان کے صاحبزادگان مولانا احمد رضا
خاں صاحب مصطفیٰ رضا خاں کو کبھی تصور بھی نہ ہوا۔“

جعفر شاہ پھلواری جو تحریکِ موات کے دور میں امام احمد رضا بریلوی کے
مخالفین میں سے تھے، لکھتے ہیں:

”ترکِ مواتیوں نے ان کے متعلق یہ مشہور کر رکھا تھا کہ خود باشندہ سرکار
برطانیہ کے وزیرِ باب ایجنٹ ہیں اور تحریکِ موات کی مخالفت پر آمادہ ہیں۔
مگر وہ یہ کہ ایک طرف انگریز دوستی کا الزام دیا جاتا ہے اور دوسری طرف کہا جاتا ہے کہ
”خود بریلوی نے کہا کہ جس نے انگریزی ٹپنی (ہیٹ) پہنی، وہ بلاشبہ کافر
ہے۔“ (ترجمہ) لکھ

کیا دوستوں کے ساتھ یہی رویہ اختیار کیا جاتا ہے کہ ان کے قومی شعار استعمال کرنے
والے کو کفر کی وادی میں دھکیل دیا جائے؟

تحریکِ موات کے راہنما اور امام احمد رضا کے سیاسی مخالف مولانا حسین الدین

۱۹۲۷ء ۶ ص	فائدہ دہی	امام احمد رضا بریلوی
۱۱۸ ص	جہانِ رضا	مولانا محمد حقیق
۱۲۵ ص	”	آلہِ انشا
۲۰۸ ص	المہرِ بریلوی	مولانا حمید

اجیری کہتے ہیں:

”ترکِ مروت کی ایک تجویز نمبر ۱۰ ایسی بھی ہے جس کو دونوں بزرگوں (مولوی اشرف علی تھانوی اور مولانا احمد رضا خاں) نے تسلیم کیا ہے اور وہ یہ کہ گورنر برطانیہ کو فوجی امداد نہ دی جائے۔“

بہت دُور کی سوجھی

امام احمد رضا بریلوی کے پروردگار حافظ کاظم علی خاں بدایوں کے تحصیل دار تھے۔ ان کے بارے میں مولانا غفر الدین بہاری لکھتے ہیں:

”وہ اس مجددِ جدید میں تھے کہ سلطنتِ مغلیہ اور انگریزوں میں جو کچھ تنازعات تھے، ان کا تصفیہ ہو جاتے، پچنانچہ اسی تصفیہ کے لیے حضرت حافظ صاحب مکتبہ تشریف لے گئے تھے۔“

صاف ظاہر ہے کہ وہ سلطنتِ مغلیہ کے نمائندہ اور سفیر ہونے کی حیثیت سے انگریزوں سے گفتگو کرتے گئے تھے، اس میں کہیں تک کامیابی حاصل ہوئی، اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اگر کامیابی ہوئی بھی ہوگی، تو یہ مسلمانوں کی سلطنت کی سیاسی خدمت ہوگی نہ کہ انگریز کی، لیکن تاریخ سازی کی ناکام کوشش کرنے والوں کو یہ بھی انگریز کی پولیٹیکل خدمت دکھائی دیتی ہے۔

”مولوی احمد رضا خاں کے پروردگار حافظ کاظم علی خاں بریلوی نے انگریزی حکومت کی پولیٹیکل خدمات انجام دیں۔“

کیا امریکہ اور برطانیہ وغیرہ ممالک میں متعین پاکستانی سفیروں کے بارے میں بھی یہی

لے رش اس احمد جعفری، اوراقِ گزشتہ (مطبوعہ لاہور)، ص ۵۷۶

لے غفر الدین بہاری مولانا، حیاتِ امی حضرت، ص ۱۵، ص ۳

لے افضل حق قریشی، قاضی، اقبال کے موشح ملکہ (کتبہ عمومی لاہور)، ص ۴-۵۱۳

متاثر دیا جائے گا کہ وہ غیر ملکی سیاسی خدمات انجام دے رہے ہیں
ہاں البتہ انگریزی حکومت کی سیاسی خدمات کی ملکی سی جھلک دیکھنا چاہیں تو ایک
اقتباس کا مطالعہ ضرور کرے گا۔

۳۱۔ لارڈ کنگ سید احمد صاحب اسیر غاں کی حکومت میں رہے مگر ایک
ناموری کا کام آپ نے یہ کیا کہ انگریزوں اور امیر غاں کی صلح کرادی
لارڈ کنگ سید احمد صاحب کی یہ صلح لارڈ کنگاری سے یہ خوش تھا۔
دونوں لشکروں کے بیچ میں ایک شیر کشمیر کی گیا اور اس میں بھی ایک ہیم ملکہ
ہوا اور امیر غاں، لارڈ کنگ اور سید احمد صاحب سید احمد صاحب نے امیر غاں
کو بڑی مشکل سے شیشہ میں دانا تھا۔ وہی طرح متفرق رہ گئے جو ملکہ
سے بڑی قتل و قاتل کے بعد انگریزوں کے دلا کر پھر یہ ہے شیر کی اس حکومت
سے پنجبرہ میں بند کر دیا۔

اس اقتباس کا ایک ایک نقطہ یہ ہے کہ سید احمد صاحب نے انگریز حکومت کا کچھ
شائد ارشاد انجام دیں اور کس طرح ایک کچھ سے کچھ کے طور پر یہ ہے کہ
انگریزی حکومت کے خطرات کا سنا کہ یہ نظام احمد علی کے دور میں تھا
کی دیا تعمیر کرنے والے ایک طرح کے قسیم کے ہے کہ یہ ہے اس ملک کے اس کی
پیدا نہیں ہے عہدہ دیں ریت کی دیا کہ یہ ہے کہ اس کے لئے

لے حیات و طوی (مرزا) سید الباقی (کتابت نظام احمد علی) ص ۱۰۰-۱۰۱

لے تفصیل کے لئے دیکھئے کتابت گنجی، مغیرہ سید احمد علی، تعلیم و تفسیر محمد رسول اللہ
پرنسپل کونٹ سائنس لائی عثمانی، سندھ ۱۳۱۱ قادی

وصال

تقریباً نصف صدی اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کی شعل مسلمانوں کے دلوں میں روشن کرنے اور قسب اسلام کی دینی، علمی اور فکری راہنمائی فرماتے کے بعد ۲۵ صفر ۱۲۸۲ھ کو بر ۱۳۴۱ھ ۱۹۲۱ء بروز جمعہ ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۴۱ھ کو وفات پائی امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کا وصال ہوا۔

وصال سے کچھ دن پہلے ایک مجلس میں بطور وصیت فرمایا،
 "تم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بھولی بھیڑیں، بوجھ بیڑیے تمہارے چالوں
 طرف میں یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں یہ کادیں، تمہیں خدا میں ڈال دیں، تمہیں اپنے ساتھ
 جہنم میں لے جائیں، ان سے بچو اور دُور بھاگو اور بندہ ہوئے راضی ہوئے،
 نیچری ہوئے، قادیانی ہوئے، پکڑا لوی ہوئے، عرض کرتے ہی فراتے ہوئے،
 اور اب سب سے نئے گاندھوی ہوئے جنہوں نے ان سب کو اپنے اندر لے لیا۔
 اس عبارت کے کسے عجیب انداز میں نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ ہو،
 "بھیڑیے تمہارا ہر طرف سے اساطیر کیے ہوئے ہیں، تمہیں گمراہ اور فتنے میں
 واقع کرنا چاہتے ہیں اور تمہیں جہنم میں لے جانا چاہتے ہیں، ان سے بچو خصوصاً
 دیوبندیوں سے۔"

امام احمد رضا بریلوی نے متعدد فرقوں کا ذکر کیا ہے، جن میں راضی اور قادیانی کا بھی
 ذکر ہے۔ غور کیجئے اقتباس نقل کرتے وقت ان کا ذکر کیوں نہیں کیا۔ وصال البریلویہ کے ص ۱۸
 پر شیعہ ہونے، اور ص ۱۹ پر مرزا قادیانی کے بھائی کے شاگرد ہونے کا الزام دیا گیا ہے۔

۲۷	ص	وصال شریف (مکتبہ اشرفیہ کے)	۲۷
۱۸	ص	" " "	۱۸
۲۵	ص	البریلویہ	۲۵

اب اگر اس جگہ صحیح مہارت نقل کر دی جاتی، تو گزشتہ صفحات کے الزامات عطا ہو جاتے۔
کیونکہ جس شخصیت نے اپنی وصیت میں ان فرقوں سے اجتناب کی تلقین کی ہو، اس کا ان فرقوں
سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔ پھر خاصۃً الدیوبند میں کس مہارت کا ترجمہ ہے؟ یہ غلط
ایجادِ بندہ ہے، امام احمد رضا نے یہ تخصیص برگرہ نہیں کی۔

امام احمد رضا نے وصال سے دو گھنٹے ستر و منٹ پہلے چند وصیتیں قلم بند کرائیں، جی میں
سے چند ایک یہ ہیں،

● "شروع نزع کے وقت کارڈ، لفافے، روپیہ پیسے کوئی تصویر اس مالان

میں نہ رہے۔"

ذی رُوح کی تصویر سے کس قدر نفرت ادا اہتمام ہے؟ اور یہ بھی کس کی تصویر یا
اسکرین منکرانوں کی۔

● "منبردار کوئی شعر میری مدح کا نہ پڑھا جائے۔۔۔۔۔۔ یوں ہی قبر پر"

علامہ ربانی کی یہی شان ہے۔

● "خاتمہ کے کہنا سے افسوس کو کچھ نہ دیا جائے، صرف فقرہ کو دیں۔"

اور وہ بھی اعزاز اور خاطر داری کے ساتھ، نہ کہ بھڑک کر
محرم کوئی بات خلافِ سنت نہ ہو۔

اعزہ سے اگر لطیف خاطر ممکن ہو تو خاتمہ میں، ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء
سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔۔۔۔۔۔ دودھ کا برف خانہ ساز اگرچہ بھینس کے

دودھ کا ہو۔۔۔۔۔۔ مرغ کی برائی، مرغ چلاؤ۔۔۔۔۔۔ خواہ بکری کا

شامی کباب۔۔۔۔۔۔ پھاٹے اور بالائی۔۔۔۔۔۔ فیرقہ

آرڈر کی پھیری۔۔۔۔۔۔ دال مع ادک و لوازم۔۔۔۔۔۔ گوشت بھری

پکھڑیاں۔۔۔۔۔۔ سیب کا پانی۔۔۔۔۔۔ انار کا پانی۔۔۔۔۔۔ سوڑے

کی بوتل۔۔۔۔۔۔ دودھ کا برف۔۔۔۔۔۔ اگر رعنا نہ ایک پیڑ پر سٹک چل کر

یا جیسے مناسب جانو ————— مگر لطیف خاطر ————— میرے لکھنے پر
مجبوراً نہ ہو۔ نہ

سبحان اللہ! دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے بھی غریب اور فقراء کا اس قدر خیال ہے کہ
ان کے لیے ایسی ایسی چیزوں کا انتظام فرما گئے ہوں ان کے خواب و خیال میں بھی نہا سکتی تھیں۔
علامہ اہل سنت پر حکم پر وہی کا الزام لگانے والے غور کریں کہ یہ اپنے پیٹ کی ٹکڑیے یا ناداروں
کے پیٹ کی!

امام احمد رضا بریلوی کی حیاتِ ظاہر و میں غریب پر وہی کا عالم یہ تھا،
”کاشدہ اقدس سے کبھی کوئی سائل خالی نہ پھرتا، اس کے مطلقہ بیوگان کی
اداء ضرورت مندوں کی حاجت رسانی، ناداروں کے کوکلا علی اللہ جیسے مقرر
تھے اور یہ اعانت فقط مستحای ہی نہ تھی، بلکہ سیر و نجات میں بذریعہ معی آؤں رقم
اداء و دانا فرمایا کرتے تھے۔ نہ

جب کہ ان کی اپنی خرداک کی مقدار نہ تھی،
”زیادہ سے زیادہ ایک پیالی شہ یا بکری کا بغیر مریح کا اور ایک یا دو لڑ بکٹ
سوی کا اور وہ بھی مقدار نہیں، بلکہ بسا اوقات نامہ بھی ہوتا تھا۔ نہ
ومیت میں ایک شق یہ بھی تھی۔

”رضا حسین حسنین اور تم سب محبت و اتفاق سے رہا و حتی الامکان شایع
شریعت و چھوڑو اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے، اس پر
مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔“

۲۲-۲۳	وصایا شریف	امام حسین رضا خاں مولانا،
۵۲، ۲۵	حیات اہل صفوت	امام نظیر الدین بہاری مولانا،
۲۴	”	امام انصاری،
۲۵	وصایا شریف	امام حسین رضا خاں مولانا،

غالب ہے کہ دین نام ہے اسلامی عقائد کا جن پر قائم رہنا ہر حال میں ضروری ہے۔
 اَلَا مَن اُكْفِرَ وَ قَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْاٰیٰتِ (الاحقاف) ”جو کافر ہو اور اس کے دل پر ایمان کی آیتوں کی صورت
 میں بھی تصدیق قلبی کا برقرار رہنا ضروری ہے اور شریعت عملی احکام کو کہتے ہیں جن پر بعد از قدرت
 عمل کیا جائے گا: لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَآ وُضْعَهَا (الاحقاف) ۲۸۶- البقرة (۲)
 بعض لوگ یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی ادین ایجاد کیا تھا جس پر
 کاربند رہنے کی تاکید تھی کہ ہے میں خدا کا کہ ان کی تصانیف موجود ہیں، کوئی بھی شخص مطالعہ کر کے
 معلوم کر سکتا ہے کہ انہوں نے دین اسلام کی صحیح ترجمانی کی ہے اور نہ نئے اسٹھنے والے فرقوں
 کو سختی کے ساتھ محاسبہ کیا ہے۔

وصال سے چند روز پہلے ہمارا شاداب بہ طور وصیت فرماتے، ان میں فرمایا:
 اَنتَ و رسولُکِی سَیِّدَتَا اِن کی تعظیم اہل ان کے دوستوں کی خدمت اہل ان کی
 تکریم اور ان کے دشمنوں سے کبھی ملاوٹ۔ جس سے اللہ عزوجل
 کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤں پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو، تو خدا اس سے
 بیکار ہو جائے۔ جس کو بارگاہ و رسالت میں ذرا بھی گستاخ و کینہ پھونکے
 تمہارا کیسا ہی بزرگ مستقیم کیوں نہ ہو، اپنے اندر سے اسے دودھ سے کھنکی کی طرح
 نکال کر پھینک دو۔ میں اپنے چودہ برس کی عمر سے یہ چاہتا رہا
 اور اس وقت پھر بھی عرض کرتا ہوں: ۱۰

سید الطاف ملی بریلوی نماز جہانہ کی چشم دید و بعد ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:
 ”حضرت کی میت ان کی جائے قیام، محلہ سودا گران سے شہر کے باہر تین پارسل
 کے فاصلہ پر دیائے رام گنگا کے کنارے واقع عید گاہ، جہاں وہ عیدین کی
 نماز پڑھا کرتے تھے، اسے ہائی گئی، اس وقت سخت گرمی اور دھوپ تھی، لیکن

اس کے باوجود جلوس اور نماز میں کم از کم دس ہزار عقیدت مندوں کا ہجوم تھا
..... اس مقدمہ پر سے شہر میں ہر شخص کو بے پناہ صدمہ تھا اور گھر گھر مصیبت قائم
ہو چکی تھی۔

اس دور میں جبکہ ذرائع ابلاغ اور وسائل نقل و عمل محدود تھے۔ اس قدر اجتماع معمولی
نہیں ہے۔

مباحثہ آرائی

البرطیہ دس ۵۱-۴۶ میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ امام احمد رضا کے
عقیدت مندوں نے ان کے بارے میں بے ہوا مباحثے سے کام لیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے
کہ پند اقتباسات مخالفین کی تصانیف سے پیش کر دیئے جائیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ مباحثہ امیزی
کے کس نے کام لیا ہے اور کس قدر؟

سیاح احمد بریلوی (رہائے بریلی کی طرف منسوب) کے ہاتھ پر ایک شرابی بیعت کرتا ہے
سید صاحب نے کہا کہ ہمارے سامنے نہ دینا، وہ گھر جا کر بیٹے لگتا ہے، تو سید صاحب نے
کوٹھڑی میں جا کر بیٹے لگا، تو پھر سامنے!

آخر لاچار ہو کر پانچ نام میں شراب طلب کی، تو وہاں بھی حضرت کو سامنے
کھڑا دیکھا۔

اب سوال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ماضی و حاضر ہونے کے عقیدے کو تو
بریلویوں کے ان خصوصی عقائد میں شمار کیا جاتا ہے، جو عقل و نقل کے خلاف ہیں لیکن اپنے پیغمبر خدا
کی عظمت چمکانے کے لیے یہ قوت ثابت کی جا رہی ہے کہ وہ جہاں چاہیں ماضی و حاضر

۱۱۳	میں	جہان رضا	لے محمد رضا احمد شہیدی،
۱۳۹	میں	حیات سید احمد شہید (نفس الیومیہ لکھی)	لے محمد جعفر شاہ سیڑی،
۱۰۶	میں	البرطیہ	تے ظہیر

ہو جائیں، آخر عقل و نقل کے مخالف یہ شعبہ بازی کیوں کر لگتی ہے؟
 ایک طرف تو انبیاء و اولیاء کے لیے علم غیب کے اثبات کو کتاب و سنت اور فقہ حنفی
 کے مخالف قرار دیا جا رہا ہے دوسری طرف سید صاحب کی شان میں دل کھول کر مبالغہ
 کیا جا رہا ہے۔

سید صاحب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسی بصیرت عطا کی ہے کہ میں
 دیکھ سکتا ہوں کہ یہ ہستی ہے یا دوزخی؟

یہ مبالغہ نہیں، تو اسے حقیقت کے کس خانے میں رٹ کر کیا جائے گا؟
 ایک دل دہلا دینے والا مبالغہ بھی ملاحظہ ہو، سید صاحب کی زبانی یہ کہلا گیا ہے:
 ”جب تک ہندو شکر ادا کیلئے کارِ فضل اور عین کافرانہ افتخارستان کا اتفاق
 میرے ہاتھ سے ہو کر ہر مردہ سخت زندہ نہ ہو جائے گی، اللہ رب العزت مجھ کو
 نہیں اٹھائے گا، اگر قبل از ظہور ان واقعات کے کوئی شخص میری موت کی خبر تم کو
 دے اور تصدیق پر ملت بھی کرے کہ سید احمد میرے رو بہ دار گیا، تو تم اس کے
 قول پر برگزا متباہر کرنا کیونکہ میرے رب نے مجھ سے وعدہ واثق کیا ہے کہ
 ان جیدوں کو میرے ہاتھ پہنچا کر کے مارے گا۔“

آج تک ان احمدیوں سے کوئی بھی معرض ظہور میں نہیں آیا، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہوتا تو
 یقیناً پورا ہوتا، اس لیے یہ بنا حق بیجا بے ہودہ گاہ یہ خود ساختہ الہام ہے، الہام ربانی ہرگز
 نہیں ہو سکتا۔ مولوی سخاوت علی جوہر دہلی لکھتے ہیں:

”تفصیلش در معیار الحق مستفسر مولانا حمید اللہ علی السالمین“

۸۵ ص	ابریہ	لے ظہور
۱۰۲ ص	حیات سید احمد شہید	لے محمد مصطفیٰ خانیسری،
۱۰۷ ص	”	لے ایضاً،

مولانا سید محمد زبیر حسین صاحب اقامت برکات علی کافۃ الخلق مرقوم علیہ

مولوی عبدالجبار رحمر پوری، میان قدیر حسین کی شان میں لکھتے ہیں،

احیٰی طریق الحق بعد مہاتہ

ووجودہ من ایتہ الرحمن

احسن بہ من فایق اقوالہ

ماندۃ فی عالم الامکان

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کلمات عالیہ میں نظیر ممکن مگر میاں صاحب کی

نظیر ناممکن، ان کا وجود آیت الرحمن ہے، اس مہاتے کا کیا جواز ہے؟

قاضی غلام محمد پشاوری، میاں صاحب کی مدح میں لکھتے ہیں،

شیخ اجل، چراغ اجل، صادق اصل

خوب زمین، خیانت زمان، پیر باصفا

پیر جلی، صافی و ولی، مستر علی

دانائے بر خفی و جلی، معدن سخا

موقوف بر قبول تو احکام شرع و دین

بچوں بر اصول ہندسہ، بُرہان مدعا

ہم فکر بے قرین، تو سلال مشکلات

ہم عقل پریش بین تو کشف مدعا

انبیاء و اولیاء کے لیے خوب زمین، خیانت زمان، دانائے بر خفی و جلی اور سلال مشکلات

۱۔ فضل حسین بہاری، الحیۃ بعد الممات (مکتبہ ضعیف گجراتی) ص ۵۱۳

۲۔ ایضاً، " " " " ص ۴۹

۳۔ ایضاً، " " " " ص ۴۹-۵۰

کے الفاظ استعمال کرنے والا فتوائے شرک سے محفوظ نہیں رہ سکتا مگر وہاں صاحب کے بارے میں سب کچھ روا، بلکہ احکام شرع و دین ان کے قبول کرنے پر موقوف تھا اگر قبول نہ کریں تو؟

ہر حکم بے رضائے تو موعود اہل دل
برکت ہے قبول تو ناہیزوں لفسان
ایک اور شعر ملاحظہ ہو، دوست حسین صاحبی کہتے ہیں،
کراتے ست کر قبیل ماہیات نمود
مہال عقل شدہ پیش سعی او مجبور

میاں صاحب کی کرامات کو اس بلند چھوڑے پایا جا رہا ہے کہ وہ ماہیات و حقائق کو تبدیل کر سکتے ہیں۔

نواب صدیق حسن خاں اپنی بیگم نواب شاہجہان بیگم کی طرح و شمار میں دادِ بلاغت دیتے ہوئے کہتے ہیں،

واحیت السنن وامات المبدع الی ان
سالت فیوضها العامة لكل حاضر وبادی وجمالت
تخیول جودها فی کل بادیة ووادى جامعة
للفضائل التي قلما تجتمع فی رجل فضلا عن النسان
حاویة للقواضل التي قصروون تبیانها لسان الترجمان
وطذا ذرة من میدان مناقبها العلیة

۴۷۸ ص الحیاء لیدالمرآة لہ فضل حسین بہاری

۵۰۳ ص " " لہ ایضاً

۲۸۶ ص ۲ و ۳ اسجد العلوم لہ مسیحی حسن بیویالی نواب

کے ایضاً،

”وہ اللہ تعالیٰ کی تجویز کا برو میں ”وہ ہمارے درمیان زمانے کا مجموعہ ہیں“ وہ
مخلوق میں درست ظاہر ہیں جس کے اقرار صحیح صادق سے زیادہ ہیں۔
اس میں کچھ مبالغہ نہیں ہے۔

ارباب علم و دانش کے چند تاثرات

ذیل میں امام احمد رضا بریلوی کے بارے میں چند اہل علم کے تاثرات پیش کیے جاتے
ہیں جن کی شخصیت شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ ان میں برحقیت تاثرات کو ضرور حقیقت
قرار نہیں دیا جاسکتا۔

علامہ سید بن اسماعیل تہبانی سابق وزیر حقوق بیروت، امام احمد شاہی تصنیف اللہ
المنطقۃ المکیتر تقریظ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں،

فوجدتہ من النفع الکتاب الدینیۃ واقواما حجة
ولا یصدر مثله الا عن امام کبیر، علامۃ فخر میر
فرضی اللہ عنہ مؤلفہ وانضالا وبلغہ من کل غیر مناد
وہ میں نے اسے کتب دینیہ میں نافع ترین اور دلیل کے اعتبار سے مضبوط ترین
ایسی کتاب امام کبیر اور علامہ اہل ہی لکھ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ثمرات
سے راضی ہو اور انہیں راضی کرے اور ان کی تمام پاکیزہ امیدوں کو بر لائے۔
مولانا احمد ابوالخیر بن عبداللہ سرگودا، مدرس مسجد حرام، مکہ منکر فرماتے ہیں،
فقد نظرت فی ہذا الرسالة نظر تدقیق وامعان
فالفتیہ فی غایۃ من الحسن والتحقیق قد شریح القلب
بیانھا وسطع فی سماء التحقیق برہانھا وکیف لا وہی

لہ فیضیۃ المکیۃ لہب الدولۃ المکیۃ (المکتبہ کراچی) ص ۶-۷-۸

جمع العلامة الامام المہیکل الذکی الہمام ورائس
المؤلفین فی وعائہ وامام المصنفین بحکمہ اقرانہ
میں نے اس رسالہ کا گہری نظر سے مطالعہ کیا تو اسے حسن تحقیق اور عقل
میں اتہا کو پہنچا ہوا پایا اس کا بیان شریعہ صریح صادر عطا کرتا ہے اور اس کے
دلائل آسان تحقیق پر روشنائی ہیں اور کھول دہو یہ امام علامہ، دانشور، ذکی،
جنت بہت، اپنے زمانے کے مؤلفین کے رئیس اور معاصرین کے احترام
کے مطابق مصنفین کے امام کی تصنیف ہے۔

حضرت شیخ موسیٰ علی شاہی مدنی فرماتے ہیں:

امام الاثنیۃ المجدد لهذا الامۃ

اناموں کے امام اور اس امت کے مجدد

علامہ سر سید احمد خان، دہلوی، افسر مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ ریاضی کے ایک مجدد مسئلے
کے حل کے لیے جرمنی ہانا پاتے تھے۔ مولانا سید سلیمان اشرف بہاری کے مشورے پر بریلی منیر
پریس امام احمد رضا بریلوی نے چند منٹ میں وہ مسئلہ حل کر دیا، واپسی پر ڈاکٹر صاحب کا
تاثیر تھا۔

ہم اتنا زبردست محقق عالم اس وقت ان کے سوا شاید ہی ہو، اللہ نے ایسا
علم عطا ہے کہ عقل حیلان ہے۔ دینی، مذہبی، اسلامی علوم کے ساتھ ریاضی اور فزکس
جبر و معادلہ، تو قیاس میں، اتنی زبردست قابلیت اور مہارت کہ میری عقل جس
مسئلے کو ہفتوں غور و فکر کے بعد بھی حل نہ کر سکی، حضرت نے چند منٹ میں حل
کر کے رکھ دیا۔ — صحیح معنی میں یہ سستی نوبل پرائز کی مستحق ہے۔

لہ فیضۃ المکیۃ

ص ۳۰

لہ فیض

ص ۴۶

تہ محدثان الحق جیلوری امنی، اکرام امام احمد رضا مجلس رضا لاہور، ص ۵۹-۶۰

تفصیل کے لیے دیکھئے پروفیسر محمد مسعود احمد غلامی کی تصنیف، فاضل بریلوی ملامتے مجاز کی نظر میں اور امام احمد رضا اور عالم اسلام علامہ مظہر فرامی کی تو اندازہ ہو جائے گا کہ ملامتے اسلام امام احمد رضا کی بارگاہ میں کیسے کیسے گہرائے عقیدت پیش کیے ہیں۔

تواضع زگردن فرازاں شکست

شعرو سخن اور خاص طور پر اردو نعت کے میدان میں امام احمد رضا بریلوی کے مقام کو ایک عالم نے تسلیم کیا ہے۔ متعدد دانشوروں اور ادیبوں کے تاثرات اس سے پہلے نقل کیے جا چکے ہیں، خود انہوں نے تخریثِ نعت کے طور پر فرمایا ہے۔

ملک و سخن کی شاہی تم کو رقصِ مسلم
جس سمت آگئے ہو سیکے بے شایہ ہیں

علم و فضل اور نعت گوئی کے بلند ترین منصب پر فائز ہونے کے باوجود بارگاہِ رسالت سے وابہانہ لگاؤ اور ادب و احترام ان کے نگ و نگ میں ضرورت کیسے ہوتے تھے یہاں تک کہ ان کے مخالفین بھی یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ وہ واقعی عاشقِ رسول تھے، فرماتے ہیں،

کوئی کیوں بوجھ تیری بات رخصتا
تجسس سے کتنے بوز بھرتے ہیں

اس شعر سے بارگاہِ رسالت کے ساتھ جس گہری عقیدت و الفت اور اپنے محبوبِ گہوار کا اظہار ہوتا ہے، اسے محبت، اشفاق و محسوس کر سکتے ہیں۔ دیدہ و دل فرس راہ کرنے والے اس کیف کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ محرمِ محبت، افراد کی اس سوز و گداز کی لذت تک رسائی نہیں ہو سکتی۔

عاشقِ بخشش و بخشش، قابلِ ہمنوا و دربرِ بستانگ کی نگاہ میں

امام احمد رضا بریلوی

علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں:

وَدِي النصارى في النور فقيل له ما فعل الله بك قال
غفر لي قيل بماذا قال بالشبه الذي بيني وبين
النبي صلى الله عليه وسلم قيل له انت شريف؟ قال لا
قيل فمن اين الشبه؟ قال كشبه الكلب الى السماء
” ایک انصاری کو کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے
ساتھ کیا معاملہ کیا؟ فرمایا: مجھے بخش دیا، پوچھا کس سبب سے؟ فرمایا: اس
مناسبت کی بناء پر جو میرے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان ہے
پوچھا کیا آپ سید ہیں؟ فرمایا: نہیں، پوچھا پھر مناسبت کوئی ہے؟ فرمایا:
جو ایک کتے اور نگہبان کے درمیان۔“

سُبْحَانَ اللَّهِ! یہ تعلق اللہ تعالیٰ کو اس قدر پسند ہے کہ اسی کی بنا پر بخش دیا۔ مولانا
محمد عبدالرحمن جامی قدس سرہ جو عاشقانِ رسولِ مقبول میں نہایت بلند مقام رکھتے ہیں،
عرض کرتے ہیں: ع

سگت را کاشش سگامی نام بودے

کاش کہ آپ کے کتے کا نام سگامی ہوتا؟

حضرت قدس سرہ اللہ تعالیٰ لیں عرض کیا کرتے ہیں:۔

نسبت خود سگت کردم و بس منفعلم

ز انکہ نسبت بسگ کتے تو شد بے ادبی

”میں نے اپنی نسبت آپ کے کتے کی طرف کی اور شرمندہ ہوں،

کہ آپ کی گلی کے کتے کی طرف نسبت بھی بے ادبی ہے۔“

لیکن غیر مستند نگاہوں کو اس میں تضاد نظر آتا ہے، انہیں سطوتِ مہاشاہی بالذکر نظر آتا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی کے پہلے شعر کا ترجمہ یہ کیا جاتا ہے:

انا ملکی مملکت البیان ولا بد للناس من تسلیم کل ما
اقولہ کہ

”میں مملکتِ بیان کا بادشاہ ہوں، اور میں جو کچھ کہوں لوگوں پر اسے تسلیم کرنا ضروری ہے۔“

خط کشیدہ عہدِ مہاشاہی خود ساختہ ہے، اس شعر میں ایسا کوئی نشان نہیں ہے۔
ملکِ سخن کی شاہی تم کو ریتِ مستم
جس سمت آگئے ہو کچھ بھلا دینے ہی

تکاذب اور خلفاء

ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ نے عربین شریفین اور دیگر مذاہب کے ۲۲ علماء اہلِ پاکستان کے ۲۷ علماء کا تذکرہ کیا ہے، جنہیں امام احمد رضا نے خلافت و اہمیت عطا فرمائی ہے۔ یہ تمام حضرات آسمانِ شریعت و طریقت کے آفتاب و مہتابِ گزرسے ہیں جنہوں نے اپنے علم و فضل کی تابانیوں سے ایک جہان کو متور کیا۔

آج بحمدِ تعالیٰ پاکستان کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے تنظیم المدارس سے وابستہ تقریباً چھ سو مدارس امام احمد رضا کے مسلک، مسلکِ اہل سنت و جماعت کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ اسی طرح ہندوستان میں سینکڑوں مدارس دینی کی تعلیم تبلیغ میں مصروف ہیں۔

ص ۱-۵۰

البریلوی

لے نمبر

ص ۵۰

لے ایضاً

فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں (میں) رمضان ۱۲۸۰ھ

تہ محمد مسعود احمد، ڈاکٹر

تحریک پاکستان

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے بعد امام احمد رضا بریلوی نے دوقوی نظریہ کی بے باک و بول حمایت اور حفاظت کی۔ علامہ اقبال اور قائد اعظم کے اس نظریے کو اپنانے سے پہلے امام احمد رضا اور ان کے ہم مسلک علماء پوری ثابت قدمی کے ساتھ اس نظریے کی حفاظت کے لیے جہاد کر چکے تھے۔

۲۴ نومبر ۱۹۲۱ء کو روزنامہ میساج اخبار لاہور نے ایک ادارہ لکھا جس کا عنوان تھا،
آہ! مولانا احمد رضا خاں صاحب

اس عنوان کے تحت امام احمد رضا کے سیاسی موقف کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا،
”ترک الموالات کے متعلق مرحوم کی رائے یہ تھی کہ جب مسلمانوں میں ترک موالات کا حکم صاف ہے تو اس میں استثناء کی ضرورت نہیں۔ وہ یہ کہ جب اسلام میں یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے ساتھ یکساں ترک موالات کا حکم ہے تو جس طرح انگریزوں اور ان کی حکومت نے ترک موالات کیا ہوتا ہے، ویسے ہی ہندوؤں کے بھی جو مشرکین شمار کیے جاتے ہیں ترک موالات ہونی چاہیے۔ یہ منطقی نہایت کمزور ہے کہ انگریزوں سے ترک موالات ہو۔ اور ہندوؤں سے محض سیاسی اتحاد کے لیے موالات ردوار کی جاتے۔“

امام احمد رضا کے دصال کے بعد ان کے تلامذہ مختلف اور ہم مسلک علماء ماسی راہ پر چلتے رہے اور ملت اسلامیہ کی بہتری اور کامیابی کے لیے تمام تر توانائیاں صرف کرتے رہے۔

اعلیٰ مکتوبات کی جانب داری اور ہندوؤں کی ہٹ دھرمی نے اسباب ملکہ نظر مسلمانوں کو
 یہ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا کہ پرامن اور باعزت زندگی گزرنے کے لیے مسلمانوں کے لیے ملک وطن کا
 ہونا ضروری ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے اہل تشیع کے ایک مکتفہ محمد عبداللہ علیہ نے ۱۹۲۵ء
 میں ایک سالہ مسلمانوں کو علم و اتحاد پر مبنی خلافت کا دعویٰ کے ہم کلام کیا جس میں تقسیم ہند کے سلسلے میں
 اتحاد پر پیش کی گئی اور یہ تجویز پیش کی کہ جس علاقے میں مسلمانوں کی اکثریت ہو وہ مسلمانوں کو دینا
 پھر انہوں نے ضلع داران علاقوں کی نشان دہی بھی کر دی اور یہ علاقوں میں ہندو اور دوسری
 قومیں اکثریت میں ہوں، وہ انیسویں صدی کے مسلمانوں کے علاقوں میں ملک گاہ سے شائع ہوا تھا۔
 ۱۹۳۰ء میں جب علامہ اقبال نے اپنے خطبہ الہ آباد میں تقسیم ہند کی اسی تجویز کو پیش کیا تو
 ہندوؤں نے اس پر چڑی بھجی کا اظہار کیا، طلبہ علماء میں سب سے پہلے حضرت عبداللہ فاضل
 سید محمد تقی مولانا آبادی نے اس تجویز کی بے وفائی کی اور فرمایا:

مذاکرہ اقبال کی رشتے پر کہ ہندوستان کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ کچھ ہندو ہندوؤں
 کے زیر اقتدار اور دوسرا مسلمانوں کے۔ ہندوؤں کو کس قدر اس پر غصہ آیا؟
 یہ ہندو اخبارات کو دیکھنے سے ظاہر ہو گا۔ کیا یہ کوئی نا انسانی کی بات تھی یا گلاں
 سے ایک طرف مسلمانوں کو کوئی فائدہ پہنچتا تھا، تو ہندوؤں کو کبھی ہی نسبت سے
 فائدہ ملتا تھا۔ کیا چور تھی جو اس رشتے کی مخالفت پر ہندوؤں کو برا بھلا
 کہتی رہی اور انہیں اس میں اپنا کیا ضرر نظر آیا، پھر اس کے کہ مسلمانوں کی بقا
 کی ایک صورت اس میں نظر آتی تھی اور انہیں تنہا اس وقت اور مطالبہ آتا تھا۔۔۔۔۔
 اس حالت میں بھی مسلمان کہلائے والی جماعت دھیمے سے اسلام ہندو غیر ہندوؤں کا
 کلہر چلاتی ہے اور اپنی اس پرائی فروسہ لکیر کو شکست تو اس پر ہزار افسوس دیتے

آل انڈیا سنی کانفرنس

ماہ ۱۹۲۵ء میں ہاشمیہ مراد آباد (بھارت) میں چار روزہ کانفرنس ہوئی جس میں
 حضرت الاسلام مولانا محمد رضا خان نے صدر مجلس استقبالیہ کی حیثیت سے عطیہ سدارت پڑھا
 اسی کانفرنس میں انجمنیۃ العالمیۃ المرزئیۃ آل انڈیا سنی کانفرنس کی داغ بیل خالی گئی مسئلہ قاتل
 مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اس کے ناظم اعلیٰ اور سید خلیفہ حضرت سید سید جماعت علی شاہ
 علی پوری اس کے صدر منتخب کیے گئے۔ قائدین نے شہانہ روزگوشش سے متحدہ پاک ہند کے
 گوشے گوشے میں اس جماعت کی شاخیں قائم کیں۔ ایک طرف اہل سنت و جماعت کے
 علماء و مشائخ کو منظم کیا تو دوسری طرف ہندوؤں اور کاشتکاری علماء کی چالوں کا مروانہ وار
 مقابلہ کیا۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی لکھتے ہیں:

نمبر پوری مکتب فکر کی قیادت (بعض ازاں) مولانا نعیم الدین مراد آبادی کے قیادت
 میں ہو گئی۔ جمعیت علماء ہند کے برعکس وہ ۱۹۳۸ء میں ہی اس بات پر یقین
 کر چکے تھے کہ انگریز زیادہ عرصے تک برصغیر پر اپنا اقتدار قائم نہیں کر سکیں گے
 ان کے لیے یہ سوال خدشہ اختیار کرتا تھا کہ اس کے بعد ملک کا اقتدار
 کون سنبھالے گا؟ چنانچہ وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ مسلم اکثریت کے مولویوں پر مشتمل
 مسلمانوں کی ایک الگ ریاست تشکیل دینی چاہیے اس لیے جو بھی قرارداد پاکستان
 (۱۹۴۶ء) منظور ہوئی اس مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء جنہوں نے اس سے
 قبل بھی کانگریس کے مقابلہ میں مسلم لیگ کی مدد کی تھی۔ قیام پاکستان کے لیے
 جدوجہد کرنے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے اپنی جماعت کے کام کو وسیع و گہرا کر دیا
 ان کی ہر شاخ پاکستان کے قیام کی ضرورت کی تبلیغ میں مصروف ہو گئی۔
 مولانا نعیم الدین نے بذات خود شمالی برصغیر کا دورہ کیا اور اس کے متعلق

اور بڑے شہروں اور قصبہات میں تقریریں کیں، تنظیم کانپور سنٹر تیار کیا گیا، طے
چانام دیا گیا۔ آل انڈیا سنی کانفرنس سے اس کا نام ”مجموعۃ الاسلامیہ“ رکھ
دیا گیا۔

۱۹۴۰ء میں منسٹر پارک (میں پاکستان) لاہور میں جب قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو اس
اجلاس میں علامہ عبدالحماد جالپنی، علامہ عبدالغفور بزازوی اور علامہ ابوالحسنات قادری
بھی شریک تھے۔ علامہ بدایینی نے قرارداد کے حق میں خطاب بھی فرمایا۔
قیام پاکستان سے اہل سنت کے قلبی لگاؤ کا اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اہل سنت
کے ترجمان ہفت روزہ الفقہ، امرتسر کی پیشانی پر ۱۹۴۲ء میں ہی پاکستان لکھ رہتا تھا۔
جبکہ قسطنطنیہ سے امرتسر پاکستان میں شامل ہی نہ ہو سکا۔

۲۴ جون ۱۹۴۵ء کو وائسرائے ہند لڈ ویل نے ایک منصوبے کا اعلان کیا کہ ہندوستان
کی سیاسی جماعتوں کے طور سے نئی ایگزیکٹو کونسل کی تشکیل کی جائے گی۔ ۲۵ جون کو
شملہ میں اس کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ قائد اعظم نے وائسرائے سے اس امر کی یقین دہانی
چاہی کہ مسلمانوں کی طرف سے کونسل میں صرف مسلم لیگ کو نمائندگی دی جائے۔

اس موقع پر مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں نے برطانوی وائسرائے کے نام
مسلم لیگ کی حمایت میں جملہ تدار سال کیا۔ یہ خط ۱۵ جولائی ۱۹۴۵ء کو ۲۷ ستمبر ۱۹۴۵ء
کو روزنامہ ”انعام“ دہلی میں چھپی جسے اہل سنت کے ترجمان ہفت روزہ الفقہ، امرتسر نے ممتا
۱۲ نومبر ۱۹۴۵ء کے شمارے میں شائع کیا۔ الفقہ کے تراشے کا عکس خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس

معارف، رضوانہ، لاہور، کراچی ۱۹۸۲ء) ص ۲۲۸

اکابر ترمک، پاکستان (نوری کتب خانہ، لاہور) ص ۱۴۹

خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس ص ۳۲

قائد اعظم کے ۲۲ سالہ مسکن، انڈیا، کراچی ص ۲۹۲-۲

لہ ریاست ملتان، لاہور

مجموعۃ اسلامیہ تصدیق

محمد علی الدینی، لاہور

محمد رضی حیدر، لاہور

پچھلے چکے ہیں۔

۲۶ نومبر ۱۹۴۵ء کو مرکزی اسمبلی کا انتخاب ہوا، مسلمانوں کی تیس نشستوں پر مسلم لیگ کے نمائندوں نے انتخاب لڑا، اور بھاری اکثریت میں کامیابی حاصل کی۔ جمعیۃ علماء دہلی، احرار، خاکسار اور مسلم مجلس نے بھی اپنے نمائندے مختلف نشستوں کے لیے کھڑے کیے تھے۔ ان میں سے کوئی بھی کامیاب نہ ہو سکا۔ یہ فروری ۱۹۴۶ء میں صوبائی اسمبلی کے انتخاب میں بھی مسلم لیگ نے زبردست کامیابی حاصل کی۔

۴ دسمبر ۱۹۴۵ء کو وزیرِ عدالت نے برطانیہ کے دارالامراء میں اعلان کیا کہ انتخابات کے بعد حکومتِ برطانیہ، ہندوستان میں دستور ساز اسمبلی قائم کرے گی اور ایک کابینہ بنے گی۔ ہندوستان بھیجے گی تاکہ یہ ہندوستانی رہنماؤں سے ملاقات کر کے بحیثیتِ آزاد مملکت ہندوستان کے مستقبل کا فیصلہ کر سکے۔

۲۴ مارچ ۱۹۴۶ء کو کابینہ مشن دہلی پہنچ گیا جو لارڈ لیٹیم، سر اسٹیفن ہارڈن اور اے وی ایس گوندری پر مشتمل تھا۔ اسی دن پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مشن کے ایک رکن سر اسٹیفن ہارڈن نے کہا:

”ہم کھلے دل کے ساتھ ہندوستان آئے ہیں، ہمارے پاس کوئی سیکم نہیں، ہم ہر سیاسی مسئلہ کے متعلق تحقیقات کریں گے۔“

یہ وہ نازک ترین دور تھا جس میں حکومتِ برطانیہ کو فیصلہ کرنا تھا کہ تقسیم ہند اور قیام پاکستان کو منظور کیا جائے یا نہیں؟ علماء اہل سنت نے پوری قوت کے ساتھ قیام پاکستان کی حمایت کی اور آل انڈیا سنی کانفرنس کی جدوجہد شروع کر دی۔

۷۵-۸۱	حیات محمد علی جناح	۱۰
۳۹۹	قائدِ اعظم کے ۷۲ سال	۱۱
۴۰۶-۷		۱۲

حضرت مفتی امجد ولی خان، مدرس مدرسہ منظر اسلام بریلی نے اسی سال پاکستان کی
تعمیل میں فتویٰ جاری کیا ہے

۱۹۴۶ء میں ملتان اہل سنت کا ایک فتویٰ شائع ہوا، جس میں کانگریس کی مخالفت اور
مسلم لیگ کی تائید کی گئی تھی۔ ذیل میں وہ فتویٰ پیش کیا جاتا ہے:

اہل انڈیا سنی کانفرنس کے مشاہیر علماء و دانشمندان کا متفقہ فیصلہ:

مسلم لیگ کو ووٹ دے کر

کانگریس کو شکست دی جائے

آل انڈیا سنی کانفرنس، مسلم لیگ کے ہر اس طریقہ عمل کی تائید کر سکتی ہے

جو شریعت مطہرہ کے خلاف نہ ہو جیسے کہ ایکشن کے معاملہ میں کانگریس کو

نا کام کرنے کی کوشش۔ اس میں مسلم لیگ جس مسلمان کو بھی اٹھائے

سنی کانفرنس کے اراکین و ممبران اس کی تائید کر سکتے ہیں، ووٹ دے سکتے

ہیں، دوسروں کو اس کے ووٹ دینے کی ترغیب دے سکتے ہیں، مسکے پاکستان

یعنی ہندوستان کے کسی حصہ میں آئین شریعت کے مطابق فتویٰ اصول پر

حکومت قائم کرنا سنی کانفرنس کے نزدیک محمود و تحسن ہے۔

اس فتویٰ پر پچاس سے زیادہ اہل سنت کے عظیم القدر علماء کے دستخط ہیں، جن میں سر فرست

مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں (ربانیشین و فرزند امام احمد رضا بریلوی) صدر الافاضل

مولانا سید محمد عظیم الدین مراد آبادی (خلیفہ امام احمد رضا)، صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی

(خلیفہ امام احمد رضا) مفتی اعظم ہند مولانا محمد ابراہیم رضا خاں (ربانیشین و فرزند محبت الاسلام

مولانا حامد رضا خاں)، ان کے علاوہ دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے مدرسین مولانا قندس علی خان،

اہم مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد سرور احمد، صدر مدرس مولانا سرور علی خان، صدر مدرس

مولانا وقار الدین پسیلی صاحب، مدرس مولانا عبدالغفور مدرس۔ مولانا احسان علی مظفر پوری
مدرس۔ مولانا انوار احمد مدرس اور مولانا فضل عظمیٰ مدرس کے دستخط ہیں۔ یہ فتویٰ
بصورت اشتہار شائع کرنا مولانا محمد یعقوب حسین ضیاء العلوی اپریل ۱۹۶۶ء سیکرٹری
ڈسٹرکٹ سٹی کالفرنس، بدایوں، یوپی نے شائع کیا یہ اس کے علاوہ ۲۹ مارچ ۱۹۶۶ء کو
اخبار دبیر مسکن دہلی جی ۴۸ شمارہ ۱۵ میں بھی یہ فتویٰ شائع ہوا ہے۔

۲۵ تا ۲۸ صفر مطابق ۲۸ تا ۳۱ جنوری ۱۳۶۵ھ کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا
بریلوی کے عرس مبارک کے موقع پر متحدہ پاک و ہند کے اطراف و اکناف سے تشریف لائے
ہوئے علماء و مشائخ جمیع ہیں اور ہر شخص مسئلہ پاکستان کے بارے میں سوچ رہا ہے۔ جذبات
کے تقاضا کا یہ عالم کہ بازار میں قائم کیے جانے والے ہوٹلوں کے نام پاکستان کی نسبت سے
رکھے جا رہے ہیں کسی ہوٹل کا نام سامی پاکستان ہوٹل اور کسی کا رضوی پاکستان ہوٹل،
یہ فضا صرف اسی وقت قائم ہو سکتی ہے، جب کسی مطالبے کی لہر پکرس وٹاکس کو اپنی طبیعت
میں لے پگی ہو۔

یہی پرچہ مقرر آتا ہے، اس کا موضوع ایکشن اور پاکستان ہی ہے حضرت صدیق اشرف
مولانا محمد امجد علی اعظمی رشتہ امام احمد رضا، نے اپنے خطاب میں فرمایا،

کانگریس فتنہ عظیم ہے وہ ہندوستان سے مسلمانوں کے استیصال کا ارادہ
کر چکی ہے۔۔۔۔۔۔ علمائے اہل سنت مسلمانوں کو اس جہال میں پھنسانا چاہتے ہیں
میں نہیں کر سکتے اس لیے ہم مدت سے اعلان کر رہے ہیں اور ہماری تمام
مشقی کافر نہیں جو ملک کے گوشہ گوشہ میں برسرِ صوبہ میں قائم ہیں۔ کانگریس کے
مقابلہ میں پوری جہد کر رہی ہیں اپنا پرچہ لے آئیں نومبر ۱۹۶۵ء مرکزی ایکشن

۴۴ ص	قادیانی مرتد مجلس رضا (لاہور)	یہ عکس فتویٰ
۳۳ ص	خطبات کل انٹناسی کالفرنس	یہ عکس فتویٰ

میں ان کانفرنسوں کی کوششیں بہت مفید ثابت ہوئیں۔ اس وقت (۱۹۶۶ء) میں ہونے والے صوبائی انتخابات کے لیے، ہم پھر بھی اعلان کرتے ہیں۔
اس خطاب کے بعد حضرت صدیق اکبر مولانا سید محمد عظیم الدین مولانا اداوی نے تائید کرتے ہوئے فرمایا،

”ایکشن کے معاملہ میں ہماری اجتماعی کوشش یہ ہے کہ کانگریس کو ناکام کر دیا جائے، ہم اس خدمت کو مسلمانوں کے حق میں نافع سمجھ کر دینا چاہتے ہیں۔
انجام دیتے ہیں۔“

مفتی اعظم پاکستان

۱۹۶۶ء کے فیصلہ کن ایکشن میں حضرت مفتی اعظم بزرگ مولانا محمد مصطفیٰ رضا خان صاحب نے مسلم لیگ کے امیدوار کے حق میں سب سے پہلا ووٹ ڈالا۔ لیگی رضا کار انہیں جلوس کی شکل میں مفتی اعظم پاکستان کے گھر لگاتے ہوئے واپس آستانہ رضویہ تک لائے۔

حضرت مولانا تقی علی خاں مظاہر پیر جو گریڈ ۱ سندھ فرماتے ہیں،
”حضرت مفتی اعظم بندہ قدس سوا العزیز غالباً ۱۹۶۶ء کے ایکشن میں جس میں کانگریس اور مسلم لیگ کا سخت مقابلہ تھا اور یہ فیصلہ ہونا تھا کہ پاکستان بنے یا نہیں؟ اس میں اول دوڑ حضرت کاہرا، امیدوار عزیز احمد خان ایڈووکیٹ تھے۔ عزیز احمد خان مسلم لیگ کی طرف سے تھے اور دوڑ ڈالنے کے بعد حضرت کو جلوس کی شکل میں مسلم لیگ کے رضا کار مفتی اعظم پاکستان کے گھروں کے ساتھ آستانہ رضویہ تک لگاتے۔“

۱۰ واقعہ فروری ۱۹۴۶ء کے صوبائی انتخابات کا ہے جس میں بریلی کی جیت شہری علاقے میں مولوی عبدالحمید خان مسلم لیگ کے امیدوار تھے، انہیں ۱۱۵۳۱ ووٹ ملے، ان کے مقابل عبداللطیف قاسمی قوم پرست تھے، جنہیں ۶۰۰ ووٹ ملے تھے، مسلم لیگ کے امیدوار بجاری اکثریت سے کامیاب ہوئے۔

آل انڈیا سنی کانفرنس بہار ۱۹۴۷ء

یوں تو آل انڈیا سنی کانفرنس کی متحدہ پاک و ہند کے گوشے گوشے میں پھیلی ہوئی کشیدہ شائیں اور ان سے وابستہ بڑا بڑا علماء اپنے عقول میں تحریک پاکستان اور اس کے مقاصد سے عوام و خواص کو روشناس کرا رہے تھے، لیکن بنارس کا اسلام اس اپنی جامعیت اور شان و شوکت کے لحاظ سے اپنی مثال آپ تھا، اہل سنت و جماعت کے پانچ بڑا علماء و شایع اہم سوانح میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ حاضرین کا اجتماع، خوش کام کے جنرل غیر ہندو اور پاکستان کے ساتھ اُسے قلبی لگاؤ کا عائد تھا۔ بلاشبہ یہ کانفرنس تحریک پاکستان کا وہ سنگ میل ہے جس کے تدارک کے بغیر قیام پاکستان کی کوئی تاریخ ممکن نہیں کہلا سکتی۔

یہ کانفرنس، ۲۰ اپریل ۱۹۴۶ء کو فاطمیاں باغ، بنارس میں منعقد ہوئی، پہلوں دن ہر اجلاس کی صداست پر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری نے فرائض کی اس کانفرنس میں کیسٹنٹ مشن، مسٹر کرپس احمد ان کے ساتھیوں کو بھی دعوت دی گئی تاکہ وہ اپنے ملک کے نمائندہ اجتماع میں حاضر ہو کر خوشامخو، پاکستان سے متعلق مسلمانوں کے وابہانہ بنڈیات کو دیکھ لیں۔ انہوں نے شمولیت کا مدد بھی کیا، لیکن اپنی گونا گوں مصروفیات کے سبب میں

لے ولی ظہیر اذیر دیکھت،
عظیم قائد عظیم تحریک (مطبوعہ ملتان ۱۹۸۳ء) ص ۱۱۵

لے غلام حسین الدین بھی، مولانا،
حیات مسدداً فاضل (دکترہ نعیمیہ رضویہ، لاہور) ص ۱۸۹

تے محمد سعید احمد، ڈاکٹر،
تحریک آزادی ہند اور اسلام والاظم ص ۲-۱۲۲

۱۹ اپریل ۱۹۴۶ء کو سب لوہے سے ایک نئے دیہر تک مستعد ہونے والے کانفرنس

کے قسبوں و جہاں میں متفقہ طور پر بیکار و دستخوار کی گئی۔

۴۰۔ آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبہ پاکستان کی بڑی ترغیب و حمایت کرتا ہے،

انسان اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہل سنت اسلامی حکومت کے قیام کا تھکوا

کامیاب بنانے کے لیے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں اور یہ اچانک

سمتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قائم کرے جو قرآن کریم اور حدیث نبویہ کی روشنی میں

فقیہ احمدی کے مطابق سورۃ

اسلامی حکومت کے لئے تمام مل و موافق کرنے کے لئے ایک کمیٹی

تفصیل کے لئے جس میں حسب ذیل حضرات شامل تھے:

فصل في بيان ما يجب من العلم بالاسماء والصفات

مراد مصطفیٰ شانه‌ای در برابر مراد انوار علی علیهم السلام و مراد از او ائمه و اهل بیت است

سیدنا ابوالکلام آزاد صاحبزادہ مولانا محمد رفیع صاحب

مجلسه اول در بیان کلیات و مقدمات

سماں احمد علی بدایین، دیوبند سیدانی رسول البیروتی، وادیہ منورہ میں۔

سپاہی سرگودھا کے لئے جو کہ اس کے لئے (سند) محمدیہ ہے

ماہی گیری کے سرکاری محکمہ

۲۷ راجہ جیل ۱۹۴۶ء کو عمر پوریت اسلامیہ دال اشیا متنی کانفرنس کا دورہ کرانامہ کی مجلس انتظامیہ

۱۸۹

۲۹ مس

في النفاذ ص ٢٩

کے صدر و محدث اعظم ہند مولانا سید محمد کچھوچھوی نے دہلیہ انگیزانہ انجمنی بین خطبہ ارشاد فرمایا
اس میں انہوں نے فرمایا:

”آل انڈیا سنی کانفرنس کا پاکستان ایک ایسی خود مختار اتحاد حکومت ہے جس
میں شریعت اسلامیہ کے مطابق فقہی اصول پر کسی قوم کی نہیں، بلکہ اسلام کی
حکومت ہو، جس کو مختصر یہی کہیے کہ خلافت راشدہ کا نمونہ ہو۔“

آل انڈیا سنی کانفرنس ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۶۵ھ / ۲۶ مئی ۱۹۴۴ء میں خطاب فرماتے
ہوئے محدث اعظم ہند کچھوچھوی نے فرمایا:

”ان پاکوں کا حرم یہ ہے کہ رفتہ رفتہ ہندوستان کو پاکستان ~~کے~~ اور
یہی علماء و مشائخ اہل ان کے برگزیدہ عزائم اور ارادے ہیں، جس کا نام آل انڈیا
سنی کانفرنس یا جمہوریت اسلامیہ ہے اور جس میں اس وقت تک صرف علماء
و مشائخ کی تعداد میں بڑا اضافہ ہے۔ اب بحث کی لغت
چھوڑو۔۔۔۔۔ اب عقلیت کے جرم سے باز آؤ۔۔۔۔۔ اٹھ پڑو۔
کھڑے ہو جاؤ۔۔۔۔۔ چلے چلو ایک منٹ بھی نہ رکو۔۔۔۔۔ پاکستان بننا
تو جا کر دم لو۔۔۔۔۔ کہ یہ کام اے شیوئیس لو کہ صرف تمہارا ہے۔“

آل انڈیا سنی کانفرنس کی تنظیم میں سب سے زیادہ حصہ مولانا سید محمد نعیم مراد آبادی
لے لیا۔ ان کے سوز و گداز اور حکیمانہ طریق کار کا اثر یہ تھا کہ تمام علماء و مشائخ اہل سنت کو
ایک شیخی پر لا کھڑا کیا۔

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی آل انڈیا سنی کانفرنس کے بارے میں لکھتے ہیں:
اس کے ارکان پاکستان پر اس قدر اعتماد رکھتے تھے کہ مولانا نعیم المرین

لے مختصر چوٹ خطبہ صدارت جمہوریہ اسلامیہ، مطلوبہ مراد آبادی ۱۹۴۴ء ص ۲۲

لے الخطبۃ الاشرفیۃ للجمہوریۃ الاسلامیہ (مطلبہ مراد آباد) ص ۸-۷

مراد آبادی نے جمہوریۃ الاسلامیۃ پنجاب کے آرگنائزڈ مولانا ابوالحسنات کو
ایک خط میں لکھا،

جمہوریۃ الاسلامیہ کو کسی بھی صورت حال میں پاکستان کے مطالبے سے بے خبر
ہونا قبول نہیں، غولہ جناح خوجا کے حامی رہیں یا نہ رہیں۔ کینیڈا میں تھوڑے
سے ہمارا مقصد حاصل نہیں ہوتا ہے۔

بنارس کانفرنس کا تذکرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں،

بنارس میں ۲۶ جولائی ۱۹۴۶ء ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی،

جس میں بالکل ہزار علماء نے شرکت کی اور ماحضریں و مندوبین کے سامنے پاکستان

کی ضرورت و اہمیت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی۔ جب یہ علم اپنے اپنے

ملاقوں میں واپس گئے تو قیام پاکستان کی تحریک کو وسیع میدان پر پوری ترقی ملی۔

صدر الافاضل مولانا سید محمد نسیم الدین مولانا آبادی کی مساعی کی بے گبری اور سنی کانفرنس کی بے پنا

مقبولیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ اس کے ممبران کی تعداد ایک کروڑ سے متجاوز

ہو چکی تھی۔

حضرت مولانا سید محمد نسیم الدین مولانا آبادی کی زبان میں قدرت نے ایسی تاثیر رکھی تھی کہ

کی گفتگو سننے والا متاثر ہوتے بغیر نہیں رہتا تھا۔ مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی تحریکات

کے زمانہ میں ہندو مسلم اتحاد کے زبردست حامی تھے۔ صدر الافاضل مولانا جواہر

سے ملے اور انہیں ہندوؤں سے اتحاد کے نقصانات کی طرف توجہ دلائی، خدا کی شان کہ مولانا جوہر

نے فرمایا،

۱۔ ریاست مل تلکھی، استند، ص ۲۳۹ (۱۹۸۳ء) ص ۲۳۹

۲۔ لے لکشا، ص ۲۳۹

۳۔ غلام مصدق الدین، نسیم الدین، حیات صدر الافاضل، ص ۱۸۸

مولانا آپ گواہ رہیں، میں اب تو یہ کہتا ہوں، آئندہ کبھی ہندو غیر مسلموں سے
اتحاد و داد نہ رکھوں گا۔ مولانا! میں نے ہندوؤں سے میل جول نہ کر کے مسلمانوں کو
سخت نقصان پہنچایا ہے۔ دیکھا فرمائیے کہ باقی (باقی) عمر میں اس نقصان کی
تلافی کر سکوں، اب میں گاندھی کے پاس ہاں ہاںوں، آپ دیکھیں گے کہ میری
اس سے آخری ملاقات ہوگی۔

مولانا جوہر گاندھی کے پاس گئے اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے چند اصول لے آئے اس کے
سامنے رکھے، اُس نے صاف انکار کر دیا اور مولانا جوہر گاندھی کے ہاتھ اور بیڑاری کا اعلان
کر دیا۔ اس واقعے کے تین ماہ بعد گول میز کانفرنس، لندن کے موقع پر ان کا وصال ہو گیا۔
مولانا شوکت علی نے خود مراد آباد جاکر صدقہ الفاضل کے سامنے ہندو مسلم اتحاد کے
سلسلے میں مسز دہونے والے غیر شرعی افعال و اقوال سے توبہ کی۔

مولانا مفتی محمد عثمان الحق جبل پوری، خلیفہ امام احمد رضا بریلوی نے بھی تحریک پاکستان
میں نمایاں خدمات انجام دیں، ان کا بیان ہے:

”فقیر نے تحریک پاکستان میں جو نمایاں خدمات اور مسٹر جناح کے مشن کو تقویت دینے
کے لیے صوبہ پنجاب، صوبہ سرحد اور صوبہ سندھ کا پورا وعدہ کیا اور اس سلسلے میں جو
فقیر کی تقریریں ہیں وہ ایک علیحدہ موضوع ہے جو چونکہ تعالیٰ تعظیم ہند ہے مگر
فقیر اپنی فہرت کا نہ کبھی طالب ہوا، نہ اس کی شاعت ضروری سمجھی مسٹر جناح
کے ایک شکوکے کا خط بھی محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ میری کوششوں کو قبول فرمائے
اور پاکستان کو قیام کے شر و فساد سے پریشانی سے محفوظ فرمائے آمین اللہ العزیز“

تہ فلام معین الدین دہلی مولانا حیات صدقہ الفاضل ۱۹۲۲ء

تہ ایضاً ۱۹۲۲ء

تہ محمد عثمان الحق جبل پوری مفتی، کلام امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ، ص ۱۱۸
نوٹ، ۲۰ دسمبر ۱۹۲۸ء کو حضرت اوصال فرما گئے، انا اللہ وانا الیہ راجعون، ۱۱ قادی

امام احمد رضا بریلوی کے ہم مسلک علماء و مشائخ نے تحریک پاکستان کی بھرپور حمایت کی۔ مشائخ عظام سے حضرت امیر قادیان سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری، مامی شریف، زکوٰۃ شریف، گوگلہ شریف، بطلال پور شریف، سیال شریف، آکرہ شریف، بھرپور علی شریف وغیرہم کے صحابہ فاضلین اور دیگر مشائخ کرام نے ہر طرح تحریک کا ساتھ دیا۔

علماء کرام میں سے مولانا عبدالحمید بدایونی، شاہ عبدالعلیم صدیقی، میرٹھی شاہ عارف اللہ قادری، علامہ ابوالحسنات قادری، علامہ عبدالغفور میزاروی، مولانا غلام القزین، لاہور۔ مولانا غلام محمد قرظی، مولانا محمد کبیر علی مسلم، علامہ عبدالصطفیٰ ازہری، مفتی محمد عمر عیسیٰ، علامہ سید کاظمی، مولانا شاہ احمد نورانی اور مولانا عبدالستار نیاززی وغیرہم نے اس تحریک میں اہم کردار ادا کیا۔

اس موضوع پر تفصیلات جاننے کے لیے ذیل کتب کا مطالعہ مفید رہے گا۔

- ۱۔ تحریک آزادی ہند اور استوائی الاظم
- ۲۔ فاضل بریلوی اور ترکہ ممالات
- ۳۔ خطبات آل انڈیا جی کالفرنس
- ۴۔ البراءت کلام آزادی کی تاریخی شکست
- ۵۔ اکابر تحریک پاکستان (۲ جلد)
- ۶۔ پاکستان کا پس منظر ادبی منظر
- ۷۔ حیات صدر الافاضل
- ۸۔ معارفِ رضا
- ۹۔ پرورش محمد محمد احمد مطبوعہ لاہور
- ۱۰۔ محمد صدیق قادری
- ۱۱۔ سماں عبدالرشید
- ۱۲۔ سید غلام حسین الدین قاسمی
- ۱۳۔ سید یاسر علی قادری مطبوعہ لاہور

قیام پاکستان کے بعد حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، محدث اعظم ہند سید محمد محدث کچھوچھو، مفتی محمد کبیر علی اور مولانا غلام معین الدین عیسیٰ ماسبق ۱۹۴۸ء میں پاکستان شریف لائے اور مستوی اسلامی کے سب سے پر لاہور اور کراچی

کے علماء سے مذاکرات کیے، طے پایا کہ صدر الافاضل دستور اسلامی کا مستند تیار کریں گوشتش کی جاتے گی کہ پاکستان کی قومی اسمبلی سے اسے منظور کرایا جائے۔ اسی اثناء میں صدر الافاضل سخت طویل ہو گئے۔ اس لیے انہیں واپس جانا پڑا۔ مراد آباد جا کر ابھی دستور کی گیارہ صفحات تحریر کر پاتے تھے کہ پیام اہل آپرینچا اور ۱۸ روزی الحجہ ۲۲ اکتوبر ۱۳۶۷ھ / ۲۸ نومبر ۱۹۴۸ء کو وصال فرما گئے۔

جمعیتہ العلماء پاکستان

تقسیم ملک کے بعد مارچ ۱۹۴۸ء میں مدرسہ اوزار العلوم، ٹٹان میں علامہ اہل سنت کا اجتماع ہوا جس میں طے پایا کہ پاکستان میں سنی کانفرنس کا نام تبدیل کر کے جمعیتہ العلماء پاکستان رکھا جائے کیونکہ دونوں ملکوں میں سنی کانفرنس کے نام سے کام کرنے سے مختلف دشواریاں پیش آ سکتی ہیں۔

حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ انتخاب سنی کانفرنس کو جمعیتہ العلماء پاکستان کا صدر اور حضرت علامہ احمد سعید قادری رحمۃ اللہ علیہ کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔ علامہ ابوالحسنات قادری کے بعد علامہ عید محمد بدایونی، صاحبزادہ شیخ فیض الحسن شاہ آکوہاروی، علامہ عبدالغفور مہرازدی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ محمد قمر الدین سیالوی ایسکے بعد دیگر جمعیت کے صدر رہے۔ ان دونوں قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد درانی صدر اور مہاجر ملت حضرت مولانا عبد الستار خاں نیازی جنرل سیکرٹری ہیں۔

باب دوم

غیر مقلدین کی انگریز نوازی تاج کے اپنے میں

یشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہیں پھینکتے
دیوارِ آہنی پہ طاقت تو دیکھتے



شیشے کے گم

علماء اہل سنت و جماعت کا یہ گروہ امتیاز دلچسپ ہے کہ وہ ارباب اقتدار کی پوچھت پوچھت پر جواب دہی کو اپنے دینی منصب اور مقام کے خلاف سمجھتے ہیں۔ یہ گروہ ششاس سے مجتنب رہتے ہیں۔ وہ غیر مسلم ممبران تو کیا مسلمان سلاطین اور نوابوں سے بھی تعلق خاطر رکھنے کے روادار نہ ہوتے۔ ایک دفعہ امام احمد رضا خاں بریلوی سے ریاست ناسپاہ کے نواب کی شان میں قصیدہ لکھنے کی فرمائش کی گئی تو آپ نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ایک نعت لکھی اور مقلعہ میں فرمایا کہوں مدح اہل دولت نسا، پڑھے اس بلا میں میری بلا

میں گداہوں اپنے کرم کا، میرا دین پارہ ناں نہیں

ایسے بے نفس اور سیکرورع و تقویٰ حضرات کا انگریزی حکومت سے براہ ورہم رکھنے اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے خوشامد اور تعلق سے کام لینے کا کوئی انصاف پسند دیانت و دلالت بھی نہیں کر سکتا، یہی روایت آج تک جاری ہے۔

پیش نظر مقالہ میں علماء اہل حدیث کی فکری اور سیاسی تاریخ کا ایک مختصر سیر کی گیا ہے۔ احسان الہی عتیر کی طرح خود ساختہ نتائج اندہ نہیں کئے گئے، بلکہ ان کی کتابوں کے اقتباسات ہی میں پیش کر دیئے گئے ہیں۔ مقام حیرت ہے کہ اتنا کمزور اور نازک مامی رکھنے کے باوجود غیر متقلد ہیں، علماء اہل سنت پر انگریز نواری کا جھوٹا اور بے بنیاد الزام لگاتے ہوئے نہیں شرتے

کچھ عرصہ سے انہوں نے اہتمام پر دہلی کی مہم چلا رکھی ہے، اس لیے انہیں آئینہ دکھانے کی ضرورت محسوس کی گئی۔ اس مقالہ کے مطالعہ کے بعد قارئین یہ محسوس کیے بغیر نہیں دھکیں گے کہ ان پر شیشے کے مکان میں بیٹھ کر کلچر افغانی کی مثال کس قدر صحیح صادق آتی ہے۔

شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہیں پھینکتے

دیوار آہنی ہے، حماقت تو دیکھتے

اہل حدیث کی وہابیت سے نفرت

یہ ایک کٹھن ہوتی حقیقت ہے کہ اہل حدیث کبھی تک وہابیت سے نفرت اور بیزاری کا اعلان کرتے نہیں۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے گورنمنٹ برطانیہ سے بڑی کوششوں کے بعد وہابی نام کی جنگ اہل حدیث منظور کرایا۔ ذیل کے چند اقتباسات اس حقیقت کو عیاں کرنے کے لیے کافی ہیں۔

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں،

مہند کے لوگوں کو وہابیہ بھدریہ سے نسبت دینا کمال نادانی اور نہایت

بے وقوفی اور صریح غلطی ہے۔

اس الزام کو رد کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں،

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ قرآن و حدیث پر عامل ہیں ان کا نام اہل سنت

و جماعت ہے نہ وہابی۔ اور ہندوستان کے اکثر مسلمان سنی مذہب رکھتے ہیں

نہ مذہب جنسلی۔ اور علماء اسلام نے جہاں تعداد بہتر فرقوں اس امت اسلام

کی لکھی ہے اور نام بنام ان کو گنا ہے، ان میں کہیں کسی جگہ کسی فرقہ کا نام وہابیہ نہیں لکھا

اور یہ بھی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محمد بن قاسم بنی کوئی نئی رو و طریقہ
یا عہدہ مذہب و فساد کی بات نکالے، اس کا نام بدعتی اور ہوائی ہے اور وہ دوزخیوں
میں ہے، پھر کس طرح کوئی سچا مسلمان کسی نئے طریقہ نکالے ہوئے پر عمل
سکتا ہے اور وہ کب کسی لقب جدید کو پہنچنے پر پسند کرے گا؟
غور کیجئے نواب صاحب کتنی مراحت کے ساتھ کہہ گئے ہیں کہ دوائی نجدی سچے مسلمان
نہیں، بلکہ دوزخی ہیں، اس کے علاوہ غنیوں کے شئی ہونے کی بھی نفی کر گئے ہیں۔
مولوی محمد حسین بٹالوی کی ادارت میں شائع ہونے والا ترجمہ اشاعت السنۃ تمام
اہل حدیث کا ترجمان رہا ہے، اس میں لکھا ہے:

اہل حدیث کو دوائی کہنا لائیل (مغل پیشیت) ہے۔
نیز لکھا:

دوائی باغی و حاکم۔ جرم و گتہ

غلام رسول ہر گھنٹے ہیں۔

دوائی کا لفظ اس لیے بھی غلط تھا کہ یہاں کے اہل حدیث کو تہذیب کے حامیوں
سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اہل نجد ضعیف ہیں۔ اہل حدیث کسی امام کے متقلد نہیں،
لیکن اگرچہ وہ غیر مذہبی دوائی کہنا شروع کیا، اس کے خلاف جتنی کوششیں
ہوئیں، وہ بالکل دوست نہیں کہ

لے صدیق حسن خان بھوپالی نواب، ترجمان دوائیہ، ص ۱۴

تہ اشاعت السنۃ، ج ۱۰، شمارہ اول، ص ۱۰ (معاذیہ)

تہ ایضاً، ج ۱۱، شمارہ ۲، ص ۲۴

لے غلام رسول حمزہ، اتحاد ہندوستان، لاہور، ص ۱۳۶

مگر آج کمال حدیث بڑے فخر سے اپنا تعلق و بائیت اور محمد بن عبد الوہاب نجدی سے
جوڑ رہے ہیں، آخر کیوں؟ سوائے اس کے کیا کہا جاسکتا ہے کہ نجدی ریالوں کی چمک و مک اپنی جانب
کھینچ رہی ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ

فما افراہم عقیدت دیکھے، مجدد الدعوة السلفية فی شبہ الجزیرۃ و امام
اہل التوحید محی السنۃ قاطع الشوک والبدعة فیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب
ایک ایک لفظ میں ریالوں کی کھنک محسوس کی جاسکتی ہے۔

شرفاوری

عمر فریقہ ۵۰۵
۲۶ جولائی ۱۹۸۵ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انگریزی دور — زمانہ ترقی

مشرق پاک و جنوب میں انگریز کی آمد تک تمام مسلمان شیعی حنفی مسلک سے وابستہ تھے۔ مسلمانین بھی اکثر و بیشتر حنفی تھے، البتہ بعض بادشاہوں نے نئی راہیں اپنانے کی کوشش کی، مگر انہیں علامہ اسلمین کی تائید و حمایت حاصل نہ ہو سکی۔ بعض مقامات پر فرقہ بھگری سرکار بھی پائے جاتے تھے۔ کہیں کہیں فرقہ شافعی پر عمل کرنے والے بھی موجود تھے، با اکثریت احناف ہی کی تھی۔

نواب صدیقی حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں،

”مخلاتہ مال بندوستان کے مسلمانوں کا یہ حکم جب سے یہاں اسلام آیا ہے، چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں۔ اس وقت سے آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور اسی مذہب کے عالم اور فاضل، قاضی اور مفتی اور حاکم ہوتے رہے۔“

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں،

”اور ہند کے اکثر حنفی اور بعض شیعہ اور کثر اہل حدیث ہیں۔“

جب سے اس سرزمین پر انگریز کے منحوس قدم آئے، تو دین و مذہب سے آزادی اور

بے راہروی کی ویسی چل گئی۔ مولوی محمد حسین بشاوی اہل حدیث لکھتے ہیں،

”اے حضرات! یہ مذہب سے آزادی اور خود سری و خود اہتمام کی تیز

بغاوت ہے چلی ہے اور ہندوستان کے ہر شہر و بستی و کوہ و گلی میں پھیل گئی ہے

جس نے مایہ بنے قوں کو ہندو اور مسلمانوں کو مسلمان رہنے نہیں دیا۔ جنفی اور شافعی

مذہب کا تو کی پوچھنا ہے۔“

آزاد روی کی یہ ہوا اتفاقاً نہیں چلی تھی، بلکہ اس میں انگریزی حکومت کی منشا بھی

شامل تھی۔ نواب صدیقی حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں،

”قرآن و دایاں بھوپال کو ہمیشہ آنا دگئی مذہب میں کوشش رہی جو خاص منشا

گورنمنٹ انڈیا کا ہے۔ دولت عالیہ برٹش نے اس معاملہ میں

قدیم و حدیث ہر جگہ انصاف پر نظر رکھی ہے، کسی جگہ محرومیت و افتزار پر

کارروائی خلاف واقع نہیں فرمائی، بلکہ اشتہار آزادی مذہب ہماری کیجئے

مزید لکھتے ہیں،

”اگر کوئی بدخواہ و بداندیش سلطنت برٹش کا ہوگا تو وہی شخص ہوگا جو آزادی

مذہب کو تاپسند کرتا ہے اور ایک مذہب خاص پر جو باپ دادوں کے وقت

سے چلا آتا ہے، جما ہوا ہے۔“

خاص طور پر جنفی، شافعی وغیرہ مذہب سے آزادی کے بارے میں لکھتے ہیں،

”یہ آزادی ہماری مذہب جدیدہ سے مراد قانون انگلشیہ ہے۔“

۱ اشاعت السنۃ ۱۹، شمارہ ۸، ص ۲۵۵

۲ تہ صدیقی حسن خاں بھوپالی

۳ ترجمان دہلیہ (مطبوعہ محمدی لاہور)، ص ۳

۵ ص

۲۰ ص

۱۰۱

۱۰۲

ملکہ کوٹریہ کے جشنِ جولائی پر غیر متقلدین کی طرف سے جوائنٹریس (سپانسمنڈ) پیش کیا گیا
اُس کی ایک شق یہ تھی:

”وہ خصوصیت ہے کہ یہ مذہبی آزادی اس گروہ کو خاص کر اسی سلطنت
میں حاصل ہے۔ بخلاف دوسرے اسلامی فرقوں کے کہ ان کو اور اسلامی
سلطنتوں میں بھی یہ آزادی حاصل ہے۔“

مولوی محمد حسین بٹالوی، حکومت کے دہائی کی سہائے اہل حدیث، ہائم لٹ
کونے پر شکریہ ادا کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”فرقہ اہل حدیث، گورنمنٹ کے اس حکم سے اپنی کامل حق رسی کا معترف ہے
اور اپنے ہر ملحقین اور مسلمانوں کے خیر خواہ و مسرت لائفڈ فرین اور اپنے
پیارے اور رحم دل اور فیاض لیفٹیننٹ گورنر سر جارجس ایچی سن کا تہ دل سے
شکر گزار ہے اور بعوض و شکریہ اس احسان اور احسانات سابقہ گورنمنٹ کے
درجہ شمول دیگر رعایا خصوصاً اہل اسلام اس فرقہ پر مبذول ہیں، علی الخصوص
احسان آزادی مذہبی کے جس سے یہ فرقہ عام اہل اسلام سے بڑھ کر ایک
خصوصیت کے ساتھ قائمہ اشعار ہا ہے۔“

ایک جگہ تو پوری مزاحمت کے ساتھ غیر متقلدین کی آزادی کو انگریزی حکومت کے
اشارہ ۱۲ برو کا مریٹون منت قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”یہ لوگ (غیر متقلدین) اپنے دین میں وہی آزادی برتتے ہیں، جس کا اشتہار
بار بار انگریزی سرکار سے جاری ہوا ہے، خصوصاً دوبارہ دہلی میں جو سب بار بار
کا سر وار ہے۔۔۔۔۔ یہ آزادی مسکولر برٹش کو یا ان کو جو اس حکومت میں اہلبار۔“

اپنی آدامگی مذہب خاص کا کرتے ہیں، مبارک رہے۔ اب قاتل کرنا پابیکہ
 دشمن سرکار کا وہ ہوگا جو کسی قید میں اسیر و مقلد ہے یا وہ ہوگا جو آزاد و غیر
 (غیر مقلد) ہے ۱۷

محمد حسین جالوی اپنے فرقے کا تعلق تمام سلف صالحین سے قطع کر کے صرف نبی اکرم
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقلد ہونا ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

”یہ فرقہ اہل حدیث بجز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کسی صحابی (ابوبکر و عمر فاروق،
 علی مرتضیٰ، عثمان رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، کسی تابعی (حسن بصری و زہری
 سعید بن المسیب وغیرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم) کسی امام (ابوحنیفہ، شافعی، مالک
 احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کسی صوفی (سید بغدادی، شیخ عبدالقادر جیلانی
 وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کسی مولوی زندقہ یا مردہ کا شخص مقلد نہیں ہے اور اسی
 وجہ سے اس گروہ کا نام ان کے عملی فعل نے لافذ مذہب وغیرہ مقلد رکھا ہوا ہے
 : گویا صَوَّاهُ الذِّیْنِ اَلْعَمَلُ حَلِیْقَتُھُمْ وَالْاَصْرُ الْمُسْتَقِیْمُ فرسودہ پرچہ کا تھا اس لیے
 نئے راستے کی ضرورت پیدا ہوئی۔

نواب صدیق حسن خاں جمہولی اس فرقہ کے نوپیدا ہونے کی شہادت دیتے ہیں،
 فَقَدْ نَبَتْ فِیْ هٰذَا الزَّمَانِ فِرْقَةٌ ذَاتُ سَمْعَةٍ وَرِیَاءٍ
 تَدْعِیْ لَانْفُسِھَا عِلْمُ الْحَدِیْثِ وَالْقُرْآنِ وَالْعَمَلُ بِھُنَا عَلٰی
 الْعِلَالِ فِیْ كُلِّ شَأْنٍ مَعَ اَنْھَا لَیْسَتْ فِیْ شَیْءٍ مِنْ اَهْلِ
 الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ وَالْعِرْفَانِ ۱۸

۱۷ محمد حسین جالوی،	ترجمانِ دواہیہ، ص ۳
۱۸ محمد حسین جالوی،	اشاعت السنۃ، ج ۱، شمارہ ۳، ص ۷۲
۱۹ صدیق حسن خاں جمہولی،	الحمد (اسلامی ایکٹیویٹس لاہور)، ص ۱۵۲

اس زمانہ میں نمائش اور بیاکاری کا عادی فرق پیدا ہوا ہے جو اپنے ملاقا
بھائیوں (اعناف) کے متقابل حدیث و قرآن کے علم اور ہر معاملے میں قرآن
و حدیث پر عمل کا دعویٰ کرتا ہے، حالانکہ علم، عمل اور معرفت میں ان کا کوئی
مقام نہیں ہے۔

میاں نذیر حسین دہلوی کے استاذ اور غیر مولانا عبدالخالق فرماتے ہیں،
”سوالی مبالغی اس طریقہ اعدا (غیر معتدین) کا عبدالحق ہے جو چند روز
سے بنارس میں رہتا ہے۔“

مولوی محمد شاہ شاہجہانپوری جو خود غیر معتد ہیں، لکھتے ہیں،
”کچھ عرصہ سے ہندوستان میں ایک ایسے غیر مانوس مذہب کے لوگ دیکھنے
شمار آ رہے ہیں جس سے لوگ بالکل نا آشنا ہیں۔ کچھ زمانہ میں شافعیانہ اور اس
خیال کے لوگ کہیں ہوں تو ہوں، مگر اس کثرت سے دیکھنے میں نہیں آتے۔
بلکہ ان کا نام ابھی تھوٹے ہی دنوں سے سنا ہے۔“

اپنے آپ کو تو وہ اہل حدیث یا محمدی یا متحد کہتے ہیں، مگر مخالف فرق
میں ان کا نام غیر معتد یا فطانی یا لامذہب لیا جاتا ہے۔

تقلید ائمہ اور اجماع کا انکار

ہندوستان کے مسلمانوں کی حکیم اکثریت مذہب جنہی سے وابستہ تھی، نواب مدنی لکھتے ہیں،
”غلام احمد پالی لکھتے ہیں،“

فتیہ العالیہ (مطبع ریاض بندہ، آگرہ) ص ۲

بہ عبدالخالق، مولانا

اہل حدیث اور انگریزوں کی مذہبی فقیہ والی، ص ۱۵-۱۶

علامہ بشیر احمد قادری

بحوالہ الارشاد الی سبیل الرشاد، ص ۱۳

اور ہند کے اکثر حنفی اور بعض شیعہ اور کتر اہل حدیث ہیں۔
ایسے عالم میں تشکیک کی فضا قائم کرنا اور عامۃ المسلمین کو ائمہ دین کی پیروی سے منع
کرنا، وحدتِ ملی کے ختم کرنے کی جانب پہلا قدم تھا، غیر متقلدین کے پہلے امام شاہ اسماعیل دہلوی
لکھتے ہیں:

”اس زمانے میں دین کی بات میں لوگ کتنی راہیں چلتے ہیں رکھتے پہلوں کی رسول
کو پکڑتے ہیں۔ کتنے قسے بزرگوں کے دیکھتے ہیں اور کتنے مولویوں کی باتوں کو جو انہوں
نے اپنے ذہن کی تیزی اجہلی سے نکالی ہیں، سند پکڑتے ہیں اور سب سے بہتر
راہ یہ ہے کہ اللہ و رسول کے کلام کو اصل رکھتے اور اس کی سند پکڑتے۔“

حالانکہ حقیقت صرف اتنی ہے کہ متقلدین قرآن و حدیث کے ان احکام پر عمل کرتے ہیں جو
ائمہ دین نے بیان کیے جن کے علم و فضل اور تقویٰ و دیانت پر تمام دنیا کے مسلمان متفق ہیں،
جبکہ غیر متقلدین براہِ راست قرآن و حدیث سے احکام حاصل کرنے اور اجتہاد کے مدعی ہیں،
ان غیر متقلدین کو قرآن و حدیث کے فہم میں ائمہ مجتہدین سے کیا نسبت؟ جن کی جہالت اور لغابت
پر دنیا کے تمام مسلمان متفق ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فاذا كان جاہل في بلاد الهند او بلاد ماوراء النهر
وليس هناك عالم شافعي ولا مالكي ولا حنبلي ولا كتاب
من كتب هذه المذاهب وجب عليه ان يقلد المذهب
البي حنیفة ويحرم عليه ان يخرج من مذهب لان حنیفة
يخلع برقة الشريعة ويبقى سدا مهملا

”جب ہندو اور ماوراء النہر کے شیروں کی کوئی بے علم شخص ہوا اور وہاں کوئی شافعی، مالکی اچھ متی یا مالہ نہ ہوا اور ان مذاہب کی کوئی کتاب بھی نہ ہو تو اس پر امام ابو حنیفہ کے مذہب کی تقلید واجب ہے اور اس پر حرام ہے کہ امام کے مذہب کو ترک کرے کیونکہ وہ اس وقت شریعت کا قلعہ (محکمہ) تھا۔“

چھوٹا نمونہ اور بڑی بات

نواب صدیقی حسن خاں اپنے نمانہ کے مدعیانِ علم کے بارے میں لکھتے ہیں،
اس سے واضح ہو جائے گا کہ عالم کون ہے اور بے علم کون؟

ان قصائد ہی نظریۃً ایضاً لہذا الزمان فی علم الحدیث
فی مشارق الانوار فان ترفعت الی مصابیح البغوی نلت
انہا تصل الی درجۃ المحدثین وما ذاک الا لجهلہم
بالحدیث بل لو حفظہما عن قلم قلب وضم الیہما من
المتون مثلہما لریکن محدثا رحتی یلج الجمل فی
سمر الخیاطہ وانما الذی یعدہ اہل الزمان بالغاً
الی النہایۃ وینادونہ محدث المحدثین
وینحایہ العصر من اشتغل بجماع الاصول لابن
الاشیر مع حفظ علوہ الحدیث لابن الصلاح او
التقریب للنووی الا انہ لیس فی شیئ من رتبۃ
المحدثین لہ

”علم حدیث میں ہمارے معاصرین کی نظر زلف سے زیادہ مشرق الافزار تک ہے اور اگر وہ امام نووی کی مصابیح تک پہنچ جائیں تو اس رحم میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ وہ درجہ محدثین تک پہنچ گئے ہیں، حالانکہ وہ اگر ان دونوں کتابوں کو زبانی یاد کر لیں اور ان کے علاوہ دیگر متون بھی حفظ کر لیں تو وہ محدث نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ اونٹ سونی کے سوراخ میں داخل ہو جائے۔ ہمارے معاصرین جسے انتہا کو پہنچا ہوا شمار کرتے ہیں اور اسے محدثوں کا محدث اور بخاری عصر کہتے ہیں وہ ہے جو ابن اثیر کی جامع الاصول کے پٹھنے پڑھانے میں مصروف ہو اور ابن مصلح کی علوم الحدیث و امام نووی کی تقریب اسے یاد ہو حالانکہ اسے علم محدثین کا کوئی مرتبہ حاصل نہیں ہے۔“

خود نواب صاحب نے ائمہ مجتہدین کی ریلو پر چلنے سے عاجز و انکار کیا ہے اور دنیا بھر کے حنفی شافعی، مالکی اور حنبلی مسلمانوں کے اجماع کو قبول کرنے سے گریز کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

”ہم ایک خدا کے ماننے والے اور ایک نبی برحق کی پیال چلنے والے اپنے تئیں کسی اگلے بڑے اماموں کی طرف منسوب نہیں کرتے۔ نہ اپنے تئیں حنفی اور شافعی کہتے ہیں اور نہ حنبلی اور مالکی کہنے سے راضی ہوتے ہیں۔ نہ اس سے چند سطر بعد اجماع کو نظر انداز کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اور بڑی بات تو یہ ہے کہ ہم لوگ صرف کتاب و سنت (اجماع کا کوئی ذکر نہیں) کی دلیلوں کو اپنا دستور العمل ٹھہراتے ہیں اور اگلے بڑے بڑے مجتہدوں اور اماموں کی طرف منسوب ہونے سے عار کرتے ہیں۔“

اتحاد مجتہدین کے اجتہادات کو مکروفریب اور اقصیٰ مسلم کی غالب اکثریت کو خراجوں کے بحال میں گرفتار قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں،

”اور یہ ظاہر ہے کہ سرچشمہ سارے جموٹے حیلوں اور مکروں کا اور کان تمام فوجیوں اور دغا بازوں کی علم دلتے اور اجتہاد ہے جو مسلمانوں میں بعد از خیر برحق کے پھیلا ہے اور مہاجل ان سب خراجوں کا بول پال فقہار اور مقلد کی ہے۔“

پہنچد سطر بعد اس سے بھی آگے کی خبر دیتے ہیں اور لکھتے ہیں،
”غرض یہ کہ اگر غور سے دیکھو اور خوب خیال کرو، تو سارے عالم کا فساد اور تمام خراجوں کی بنیاد یہی گروہ ہے جو اپنے آپ کو کسی مذہب وغیرہ کا مقلد کہلاتے ہیں۔“
”وآب و حید النعمان بر خود بھی غیر مقلد ہیں، اپنے بھائیوں کو تہذیب کرتے ہوئے لکھتے ہیں،
”غیر مقلدوں کا گروہ جو اپنے تئیں اہل حدیث کہتے ہیں، انہوں نے ایسی آرا کی اختیار کی ہے کہ مسائل اجماعی کی پرہیز نہیں کرتے نہ سلف صالحین اور صحابہ اور تابعین کی، قرآن کی تفسیر صرف لغت سے اپنی من مانی کر لیتے ہیں،
حدیث شریف میں جو تفسیر کی جاتی ہے، اس کو بھی نہیں سنتے ہیں۔“

غیر مقلدین کی تعلید

لغت کی بات یہ کہ اتحاد مجتہدین کی تعلید کو مار جانے والے، ابن تیمیہ، ابن قیم اور قاضی شوکانی کے اقوال کے آگے مقلدانہ سر تسلیم خم کر دیتے ہیں۔ و آب و حید النعمان کا منظر

ص ۲۲

ترجمان وادب

لے صبرتی حسن خاں جلیلی

ص ۲۲

لے ایضاً

نبات و حید النعمان (نور محمد کراچی) ص ۱۰۷ (کلمہ و حید اللغات)
ماہہ شریف

تے محمد عبداللہ عیسیٰ

پڑا فسوس کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہمارے اہل حدیث بھائیوں نے ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی اور شاہ ولی اللہ صاحب اور مولوی اسماعیل صاحب شہید نور اللہ مرقدہم کو دین کا ٹھیکیدار بنا رکھا ہے۔ چہل کسی مسلمان نے ان بزرگوں کے خلاف کسی قول کو اختیار کیا پس اس کے پیچھے پڑ گئے، بُرا بھلا کہنے لگے۔

بھائیو! ذرا توجہ کرو اور انصاف کرو، جب تم نے ابوحنیفہ اور شافعی کی تقلید چھوڑی تو انہیں تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی جو ان سے بہت متاخر ہیں ان کی تقلید کی کیا ضرورت ہے؟

اسی لیے میاں فذیر حسین جلوی کے استاد اور خسر مولانا عبدالخالق لکھتے ہیں،
جیسے یہ نئے مذہب والے (غیر مقلدین) ہیں کہ کسی مذہب کو نہیں مانتے،
تو وہ مقرر اجماع امت مرحومہ کا مخالف ہے، اُس کو محمدی خالص جانتا
عین ذلالت ہے۔

مولانا عبدالحی لکھنوی اس قسم کے نوپیدا فرقوں کے ظہور اور ان کے پیدا ہونے کے اسباب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولعمریٰ افساد هؤلاء الملاحدة و افساد اخوانهم
الا صغر المشهورین بغیر المقلدین الذین سوا انفسهم
باہل الحدیث و شتان ما بینہم و بین اہل الحدیث
قد شاع فی جمیع بلاد الهند و بعض بلاد غیر الهند
فخریت بہ البلاد و وقع النزاع و العناد فالی اللہ

حیات وحید الزمان (تجوالہ وحید اللغات) ص ۱۰۲

تنبیہ الضالین (طبع ریاض بندہ، آگرہ) ص ۲۹

لے محمد عبدالحلیم چشتی،

لے عبدالخالق، مولانا،

المشكلى واليه المتضرع والمبتغى بد الدين
غريباً وسيعود غريباً فطوبى للغرباء۔

ولقد كان حدوث مثل هؤلاء المفسدين الملعونين
في الادمية السابقة في ان منة السلطنة الاسلامية
غير مرة فقابلتهم اساطين الملة وسلاطين الامة
بالصوان والمنكبة واجروا عليهم الجوانم المفضية
فاندفعت فتنتهم بهلاكهم ولما لم يبق في بلاد
الهند في اعصارنا سلطنة اسلامية ذات شوكة
وقوة عمت الفتن وافتقت عباد الله في المحن
فانا لله وانا اليه راجعون ۛ

"ملحد نچروں کے چھوٹے بھائی غیر ملکیوں میں جنہوں نے اپنا نام
اہل حدیث رکھا ہوا ہے، حالہ کہ ان کے اوائل حدیث کے درمیان زمین و
آسمان کا فرق ہے۔ ان دونوں فرقوں کا فساد ہندوستان کے تمام شہروں اور
بیرونی ہند کے بعض شہروں میں پھیل گیا ہے، چنانچہ شہر خراب ہو گئے اور بھگڑا
اور عدا پیدا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ہی کی ہنگامہ میں شکرت، عاجزی اور اتہاس ہے،
وہیں کی ابتدا غربت میں ہوئی اور وہ پھر غریب ہو جائے گا پس غریب کے لیے
نوشہ خبری ہے۔"

ایسے مفسدین اور ملحدین گزشتہ ادوار میں اسلامی سلطنت کے زلزلے میں
کئی دفعہ پیدا ہوتے رہے، ملت اسلامیہ کے اسلامی حکمرانوں سے ان کا
مقابلہ کرتے رہے اعدان کے خاتمہ کے حتیٰ احکام صادر کرتے رہے۔ چنانچہ ان کی

لے عبادت کی کھنوی، مولانا،
الانوار المرفوعہ، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، ۱۹۸۰ء

ہلاکت کے ساتھ ان کا فتنہ سرور تار مارا اور جب ہمارے زمانے کے ہندوؤں
میں قوت و شوکت والی اسلامی سلطنت باقی نہ رہی تو رفتے عام ہو گئے اور انہوں
نے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو مصیبتوں میں ڈال دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔
مسعود عالم ندوی لکھتے ہیں،

”راقم کو اگر کوئی طنز سے وہابی کہتا ہے تو تنبیہ کی ضرورت نہیں سمجھتا لیکن
اگر کوئی اہل حدیث کے نام سے یاد کرے تو اس سے برأت کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے
اہل حدیث سے تحریب اور گروہ بندی کی برأتی ہے۔“

فہرۃ قلیلہ

پاک و ہند میں غالب اکثریت مفتی حنفی مسلمانوں کی رہی ہے۔ غیر متقدیرین ہمیشہ تعداد
میں کم رہے ہیں۔ اس حقیقت کا اعتراف خود انہیں بھی رہا ہے۔

مولوی محمد حسین بٹالوی اپنے ہم خیال ملکہ کو خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں،
”پھر خاص اپنے گروہ جو عام مسلمانوں کی نسبت ایسے ہیں جیسے آٹے میں
نمک کی قلت پر اور عام مسلمانوں کی نظروں میں ان کی حقارت اور ذلت پر
توس کھائیں اس قلت اور ذلت کو اور نہ بڑھائی۔“
نواب صدیق حسین خاں بھوپالی کہتے ہیں،

”خلاصہ سال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا
ہے اس وقت سے آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں۔“
ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں،

مسعود عالم ندوی، ماشیہ ہندوستان کے پہلی اسلامی تحریک (ادارہ تعمیر ملت سلیمانی نظامیہ) ص ۲۹

۱۔ محمد حسین بٹالوی، اشاعت السنۃ، ج ۴، شمارہ ۱۲، ص ۳۷
۲۔ صدیق حسین بھوپالی، ترجمان دہلیہ، ص ۱۰

یہ فرقہ کہیں کہیں پایا جاتا ہے، لیکن ہندوستان میں انگریز کی حکمرانی سے قبل اس فرقہ کا کہیں بھی نام و نشان نہ تھا۔ ہندوستان میں اس فرقہ کا مہر و مہل، انگریز کی نظر کرم اور چشم التفات کا رین منت ہے۔ ۱۰

قتلوں کا سرچشمہ

سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین کرامتہ اور طریقہ صرف سراط الدین انعتیم کا مصلق ہے، بلکہ ان حضرات کی پیروی وہ بابرکت قلعہ ہے جس کے اندر رہنے والا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نئے نئے قتلوں سے محفوظ اور مامون رہتا ہے اور جب کوئی شخص ان خفاقتی حدود کو پہلا ٹک جاتا ہے تو تیشیں کبہا سکتا کہ وہ کس گڑھے میں جا گئے گا۔ غیر متقلدین نے اتباع ائمہ کی رستی اپنی گریوں سے کیا اتاری کہ جو شخص جس شکاری کی زد میں آیا، اسی کے جال میں گرفتار ہو گیا۔

غیر متقلد عالم قاضی عبدالاحد خاٹپوری لکھتے ہیں،
 ہمیں اس زمانہ کے جموٹے اہل حدیث مبتدعین، مخالفین سلف صالحین جو حقیقت مابعدہ الرسول سے جاہل ہیں، وہ صفت میں وارث اور خلیفہ ہوئے ہیں، شیعہ وروافض کے، یعنی جس طرح شیعہ پہلے زمانوں میں باب اور ولیز کفر و نفاق کے تھے اور مدخل ملامدہ و زنا و فحشہ کا تھے اسلام کی طرف، یہ جاہل برحق اہل حدیث اس زمانہ میں باب اور ولیز اور مدخل ہیں، ملامدہ اور زنا و فحشہ منافقین کے بعینہ مثل اہل تشیع۔ ۱۱
 محمد سعید الرحمن حلوی دیوبندی لکھتے ہیں،

اہل حدیث اور انگریز (ایمنیہ اکیڈمی، فقیر والی) ص ۶
 غیر متقلدین اپنے اکابر کی نظریں (مطبوعہ فقیر والی) ص ۳۰

۱۰ بشیر احمد قادری،
 ۱۱ ایضاً، ۱

دعویٰ تو اہل حدیث ہونے کا ہے، لیکن حالت یہ ہے کہ نہایت انکار حدیث
قادیانیت سمیت اکثر و بیشتر فرقوں کے بانی غیر مقلدیت کے بلکہ اسے پیدا کرنے
محمد حسین ثالوی لکھتے ہیں،

تیسرے مذہب اسلامی دنیا کو معلوم ہے کہ عقلی تاویلات اور ملاحدیثوں
کے خیالات تھے، چند روز انہوں نے اہل حدیث کہلایا۔ ۲۷
نواب صدیقی حسن بھوپالی لکھتے ہیں،

مسید احمد خاں سی ایس آئی دعویٰ و ہدایت کا کرتے ہیں۔ ۲۸
محمد حسین ثالوی لکھتے ہیں،

قادیان میں مرزا پیدا ہوا تو اس کو بھی اہل حدیث کے مولوی حکیم نور الدین
بھیروی۔ جونی اور مولوی اسحاق بھوپالی نے وکیلک کہا۔
فتنہ انکار حدیث (چکڑالوی مذہب) نے مسجد چینی نوالی میں جو اہل حدیث
کی مسجد ہے، بنم لیا اور چٹو حکم الدین وغیرہ اہل حدیث کہلاتے تھے کی
گود میں نشوونما پایا اور یہی مسجد بانی مذہب چکڑالوی کا بیڑہ کو اڑھنایا گیا۔ ۲۹
آج کل احسان الہی تیسرا اسی مسجد کے خطیب ہیں۔

مولوی بشیر احمد قادری دیوبندی لکھتے ہیں،

اس مقصد کے لیے بھی غیر مقلدین نے اس داگر پر کچھ جنہایت موزوں
افراد فراہم کیے۔ یہ تھے احمد کی چینی نوالی مسجد کے خطیب عبداللہ چکڑالوی

۱۔ بشیر احمد قادری اہل حدیث انڈیا گورنر (مستصر) ص ۳

۲۔ محمد حسین ثالوی اشاعت السنۃ، ۱۹ شمارہ ۸، ص ۲۵۲

۳۔ صدیقی حسن بھوپالی ترجمان دیوبند ص ۱۵۷

۴۔ محمد حسین ثالوی اشاعت السنۃ، ۱۹ شمارہ ۸، ص ۲۵۲

غیر مقلد ہونا آسان

”غیر مقلد ہونا تو بہت آسان ہے، البتہ مقلد ہونا مشکل ہے، کیونکہ غیر مقلدی میں تو یہ ہے کہ جو جی میں آیا کر لیا، جسے ہا ہا بدعت کہہ دیا، جسے چاہا سنت کہہ دیا کوئی معیار ہی نہیں، مگر مقلد ایسا نہیں کر سکتا، اس کو قدم قدم پر دیکھ بھال کرنے کی ضرورت ہے۔ بعضے آزاد غیر مقلدوں کی ایسی مثال ہے کہ جیسے سائڈ ہوتے ہیں۔ اس کھیت میں منہ مارا، اُس کھیت میں منہ مارا، نہ کوئی کھونٹ ہے نہ تھان ہے۔“

ادب و تہذیب کے دور

اکثر بچے محبت دنیا ہیں، بزرگوں سے بگمافی اس قدر بڑھی ہوئی ہے جس کا کوئی سد و حساب نہیں اور اس سے آگے بڑھ کر یہ ہے کہ ہندوستانی تک پہنچے گئے ہیں اور ادب اور تہذیب ان کو بچھو بھی نہیں گئے۔ ہاں بعضے محتاط بھی ہیں۔ وقلیل ماہم لے (اور وہ بہت تھوڑے ہیں)

نیت پر بھی شبہ

بعضے غیر مقلدوں میں تشدد بہت ہوتا ہے۔ طبیعت میں شہوت ہے اور مجھے تو اللہ اشارہ اللہ ان کی نیت پر بھی شبہ ہے۔ سنت سمجھ کر شاید ہی کوئی

لے محمد اشراف ملتانوی ۱، اظہارِ عقائد، ص ۱۴۲ ج ۳، ص ۲۹۴

ج ۱، ص ۲۲۲

ج ۱، ص ۲۲۲

لے ایضاً،

لے ایضاً،

عمل کرتے ہوں، مشکل ہی سا معلوم ہوتا ہے نہ

ابطال سنت

آج کل کے اکثر غیر متقدموں میں تو سودن کا خاص مرض ہے۔ کسی کے ساتھ بھی مسن عن نہیں کہتے۔ بڑے ہی جری ہوتے ہیں، جری میں آتا ہے جس کو چاہتے ہیں جو چاہیں کہ ڈالتے ہیں۔ ایک سنت کی حمایت میں دوسری سنت کا ابطال کرنے لگتے ہیں۔

فتنوں کے بانی غیر مقلدیت کے بطن سے

ہفت روزہ مقام النبی لاہور کے سابق مدیر محمد سعید الرحمن مولوی لکھتے ہیں،
 ”دعویٰ الی حدیث ہونے کا سہہ لیکن حاکمیت یہ ہے کہ نہجرت، انکار حدیث،
 قادیانیت سمیت اکثر و بیشتر فرقوں کے بانی غیر مقلدیت کے بطن سے پیدا ہوئے۔“

انگریز کی نظر کرم کار میں منت فرقہ

مولوی بشیر احمد قادری دیوبندی مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی لکھتے ہیں،
 ”ہندوستان میں اس فرقہ کا ظہور وجود، انگریز کی نظر کرم اور شہم انتفاع
 کار میں منت ہے۔ ہندوستان میں جب انگریز نے اپنے منہوس قدم جمائے
 تو اس نے مسلمانوں میں انتشار و تشکات و اختراق اور تشکیک و لامرکت

۱۔ محمد اشرف علی تھانوی، ۲۔ افادات بریہ، ۳۔ ۱۱ ص ۳۰۰

۴۔ ۲۵ ص ۳۲۲

۵۔ ایضاً، ۶۔ قدیم الی حدیث اور انگریز اور ہندو کشیدگی فقیر والی ہیں

مگر اہل حدیث انہیں کن القاب سے یاد کرتے ہیں؟ مولوی نور محمد کی تصنیف شہباز شریعت کا مطالعہ کیجئے، وہ لکھتے ہیں،

اپہ جاتی گتہ سبھو کیا اندر ستھنے کفران والے
جو جاتی رومی دے پھلگ اوہ کافر شرین منہ کالے
مثنوی رومی دے وچہ جاتی شارح چک پلایا
ہلکیاں گتیاں والے پکوں رکھیں شہرم خدایا

یاد رہے کہ علامہ اقبال، پیر رومی کے اس قدر عقیدت مند ہیں کہ اپنے کلام میں بابا اُن کے ارشادات کا تذکرہ کرتے ہیں اور مولانا جامی کی عظمتوں کو ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

کشتہ انداز ملامت جاویم

نظم و نشر او مصلح جاویم

اللہ تعالیٰ بزرگانِ دین کی بے ادبی اور گستاخی سے محفوظ رکھتے۔

علامہ المسلمین کرامات بات پر مشرک قرار دینا تو اس قوم کا دل پسند مشغلہ ہے۔ ذیل کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔ کس بے دردی سے تلمیح ائمہ کو مشرک قرار دیا ہے اور غیر شیعہ کا طور پر اپنے آپ کو بھی اسی زمرے میں داخل کر دیا ہے۔ ایک حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں،

تبعہ اللہ ایک ایسی باور (مہا) سیجے ناکہ سب اچھے بندے کہ جن کے دل میں تھوٹا

ساجھی ایمان ہوگا۔ میرا میں گئے کہ جن میں کچھ بھلائی نہیں ہوئی تھوٹا کی تعظیم، نہ

رسول کی راہ پر چلنے کا شوق، بلکہ باپ دادوں کی رسموں کی سند پکڑنے لگیں گے

اسی طرح سے شرک میں پڑ جائیں گے..... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آخر

زمانہ میں قدیم شرک بھی رائج ہوگا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مانے کے

موافق ہوگا۔

ان چند محامل کے پیش کرنے کا مقصد اس ذہنیت کی نشان دہی کرنا ہے جو اہل حدیث کا امتیازی وصف ہے، تفصیل کے لیے دیکھئے،

علامہ فضل حق غیر آبادی	محقق الفتوی
مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی	المطیب البیان
امام احمد رضا بریلوی	الکو کبۃ الشہاب
مولانا ابوالحسن دہ فاضل دہلوی	مولانا اسماعیل دہلوی اور تعلقۃ الایمان

تبدیلی عنوان

سید احمد بریلوی اور شاہ اسماعیل دہلوی نے امر اربعہ کے طریقے پر چلنے کو فیضی قرار دیا اور کہا کہ ان چاروں مسالک سے جو کتاب و سنت کے قریب ہو اس پر عمل کر لیا جائے اور کسی حدیث میں مسئلہ میں کسی بھی امام کے قول پر عمل کر لینا چاہیے۔ کسی ایک معین امام کی تقلید ضروری نہیں ہے۔ اس فرقے کا نام سید صاحب کی نسبت سے احمدی رکھا گیا۔ سید صاحب کی وفات کے بعد ان کے مستقرین میں مزید شدت پیدا ہو گئی اور انہوں نے اپنے افکار کے ساتھ ساتھ نئے نئے نام تجویز کرنا شروع کر دیے پہلے محمدی پھر مومد اور آخر میں اہل حدیث نام تجویز کیا۔ مولوی محمد شاہ جہانپوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

ان کا نام ابھی تھوڑے ہی دنوں سے سننا ہے۔ اپنے آپ کو توحید اہل حدیث یا محمدی یا مومد کہتے ہیں مگر حقیقتاً فرقہ میں ان کا نام غیر مقلد یا دہلوی یا اللہ بلیا جاتا ہے

واللہ ارشاد الی سبیل الرشاد، ص ۱۳، ۱۴

۵۲ ص	تفسیر الایمان (دہلی)	۱۔ محمد اسماعیل دہلوی
۱۰۶ ص	شہادت کابل پاکستان رائٹرز ٹرسٹ (کراچی)	۲۔ محمد علی قصوری
۱۷ ص	غیر مقلدین اپنے اکابر کی نظر میں	۳۔ بش۔ احمد قادری

غیر مقلدین کے حق لفظیں انہیں وہابی کے نام سے یاد کرتے تھے، حکومت کے کاغذات میں بھی یہی نام استعمال ہوتا تھا۔ غیر مقلدین کے مشہور اہم مولوی محمد حسین بٹالوی نے باقاعدہ درخواست دسکر اٹھریزی حکومت سے اپنا نام اہل حدیث، اہل طحاوی اور حکومت کو اپنی وقاداری کا یقین دلایا۔

مولوی محمد حسین بٹالوی نے جو درخواست حکومت کو دی، اس کے چند اقتباسات ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں:

- لفظ وہابی ایسے دو بڑے معنوں میں مستعمل ہے جن سے گروہ اہل حدیث کی برائت و نفرت ثابت ہے۔ لہذا اہل حدیث اپنے حق میں اس لفظ کی استعمال جاننا نہیں چاہتے اور اس کو لائبل (مذہبی پیشیت) لفظ خیال کرتے ہیں۔ جیسا کہ مومن، لفظ کافر کو یا مسلمان، لفظ کمال غور کو۔ اور اپنی مہربانی گورنمنٹ اور خواص ملک سے وہ اصرار کے ساتھ یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس لفظ سے اس گروہ کو مخاطب نہ کیا کریں۔
- یہ فرقہ گورنمنٹ کا دلی خیر خواہ، گورنمنٹ سے اس درخواست کرنے کی ہر چیز کرتا ہے کہ گورنمنٹ اپنی خیر خواہ رعایا کی نسبت ایسے لفظ کا استعمال قطعاً ترک کرے۔

یہ درخواست ۱۹ جنوری ۱۸۸۷ء کو منظور ہوئی۔ بٹالوی صاحب نے اس کا ترجمہ تمام تر مٹوئٹ کے ساتھ کیا، لکھتے ہیں:

اس درخواست کو ہمارے رحم دل اور فیاض لٹینٹ گورنر جناب سر چارلس لیکچیس صاحب بہادر بالظاہر نے معروض قبول میں جگہ دی اور بڑے نور کے ساتھ گورنمنٹ کی خدمت میں اس کی قبولیت کے لیے سفارش کی۔ مسلمانوں کے مال پر رحم فرماؤ ہر دل عزیز و اقربائے دگر و زنجیر لارڈ

نام کی تبدیلی کا اہم فائدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

گیسٹ ۱۹۱۲ء میں مولوی محمد حسین بنالوی شہد گئے تو ریپٹ مردم شماری میں
بعض جگہ اہل حدیث کے لئے لفظ اہل کلمہ استعمال کیا گیا تھا پھر انہوں نے پڑھ کر دیکھا کہ
پنجاب، اچکی، آسے اور کوٹلیک در خواست تھی، میں نے ان کلمات کے بارے میں پوچھا
تو ان کو میرا بی بی والیسا کا پڑاؤ اس کا ترجمہ دینا، کوٹلیک کا ترجمہ ملے
فاما ملے۔ اس کے بعد قلم کو اپنے حق میں کافی اہل حدیث استعمال

نہیں کہیں دیکھنا۔ نہ کہیں نام لے کر دیکھنا یا دیکھ کر کہیں کوئی جھگڑے رہے۔
اس کیلئے روزانہ یہ دعا سنتے اپنے سفارش کرنے والوں کے ساتھ کہ وہ نفس و شیوہ
کو بھیج دیں پھر چٹا لوی صاحب انٹینٹ کہ نہ فریب کر سکتے ہیں اس معاملہ کی طرف
توجہ دلائی۔

”جس پر ہمارے بیدار مغز جہاد میں نامور نقشہ کش گھر درسیہ ارس یلقد صاحب

۱۹۴-۹۹

۱۰۰ شماره ۱ ص ۷

تكملة النفاذ

بہادر نے حکم صادر فرمایا کہ جن کاغذاتِ مردم شماری میں لفظ ”دہانی“ لکھا گیا،
ان کو ردی کر کے از سر نو کاغذات چھپائے جائیں۔

ہندوستان کی برطانوی حکومت نے ۱۸۸۱ء کی مردم شماری رپورٹ
میں اس فرقے کا اندراج ”دہانی“ کے تحت کیا ہے۔

لیکن بعد کی رپورٹوں میں ان کی درخواست پر ان کے فرقہ کو اہل حدیث کے عہدِ نبوی
کے تحت لائے ہیں۔

روز نے اس فرقہ کے عقائد کی تفصیلات تحریر کرتے ہوئے لکھا ہے :

اس فرقہ کے پیروں کو تمام مسلمانوں کو مشرک کہتے ہیں۔

They call the rest of the Muhammadans Mushrik.

ان تفصیلات سے اس فرقہ کی حکومت سے وفاداری، حکومت کی نگاہ میں قدردانی
منزلت اور بٹالوی صاحب کی شانہ روز نگ و فو کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

مستند خیر خواہ

نام کی اس تبدیلی کے فائدے پر اس انداز سے روشنی ڈالی گئی ہے :

اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ گورنمنٹ پنجاب سے ایک سرکلر جاری

۱۔ محمد حسین بٹالوی، اشاعت السنہ ۱۹۵۵ء، شمارہ ۶ ص ۲

Hubbison, D.C. : Census Report for the Panjab, Lahore, 1882,
pp. 147-48.

۲۔ Rose, H. R : A Glossary of the Tribes and Castes of the
Punjab and North West Frontier Province, Lahore, 1978,
Vol. II p. 8

کرا دیا کہ اہل حدیث کو دہائی کہنا قابل (مزل حیثیت) ہے خود گورنمنٹ پنجاب اور اس کے اعلیٰ حکام نے اپنی چٹھیوں میں اعتراف کیا ہے کہ اہل حدیث پیش گورنمنٹ کے بغواء نہیں ہیں، بلکہ غیر خواہ ہیں۔

اہل حدیث — اور انگریز

اس میں شک نہیں کہ غیر مقلدین سلیبت عقیدہ سے بخوبی واقف واقع ہوئے ہیں زمانے کے نقیب و فزاد اپنے مشن کو آگے بڑھانے کے لئے واقف ہیں، پاس ہے اس کے لیے کیسے ہی جاننا اور نامائز طریقے اختیار کرنا پڑیں۔

شاہ اسماعیل دہلوی خاندان ولی اللہی میں امتیازی شخصیت کے حامل تھے علی باہول میں پیدا ہوئے، بچے بڑھے اور مرتبہ علوم دینیہ حاصل کیے۔ گھر گھر سواری اور ترقی کے خاص طور پر شائق تھے۔ مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں،

اُس کثرت سے پانی میں نہنے سے آپ کو بل مانس کا لقب دلوایا تھا۔
شاہ اسماعیل دہلوی کے مزاج میں ابتداء ہی سے آزاد روی پائی جاتی تھی دہلوی جب انہوں نے اپنے صنفی آب واد اور اساتذہ کے برعکس رفع یدین شروع کیا، تو ان کے چچا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی نے انہیں کہلا بھیجا کہ رفع یدین چھوڑ دو، اس سے خواہ مخواہ فتنہ پیدا ہوگا، انہوں نے جواب میں فرمایا یہ حدیث پڑھ دو،

من تمسک بسمعتی عند فساد امتی قلۃ اجر مائدہ شہید
بشخص میری امت کے فساد کے وقت میری امت کو اپنائے اُس کے لیے قرعہ کا اجر ہے

اس پر شاہ عبدالقادر محدث دہلوی نے فرمایا،
 بیابانم تو سمجھے تھے کہ اسماعیل عالم ہو گیا، مگر وہ تو ایک حدیث کے معنی بھی نہ
 سمجھا۔ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ سنت کے مقابل ثلاث سنت جو اور مانگی فیہ
 (دربرکت سنت) میں سنت کا مقابل ثلاث سنت نہیں بلکہ دوسری سنت ہے
 کیونکہ میں طرح رفع یدین سنت ہے، انہوں ہی اور ساری بھی تعلقات سے مراد ہے۔
 اسی آثار و دی کا نتیجہ ہے کہ تصویب الایمان ہی کتاب لکھی جس میں انبیاء و اہل بیت کے حق
 میں ایسی زبان استعمال کی گئی جو قطعاً ان کے شانسی نہیں تھی۔ علامہ السید کو بیاد علیہ السلام
 اور اسلام سے خارجی قرار دیا گیا۔ محمد اعظم بیگ لکھتے ہیں،
 اور اقبال وادایا یوسفی برگرین کے لکھنے لگا تھا کہ علامہ ابن کثیر نے کہا،
 ہے جو مکلف شان ابن عظیم آسان کر دے، لے لے چکا ہے تصویب الایمان دینی و
 ان کے مخالف نظر و تحریف بہت ہے، بلکہ اشارہ اس طرف ہے اور بہت عقائد
 جو محض فہم ہیں، ان پر بڑے شدید سے یہ لوگ جو کہ ایک طرف کہتے ہیں اور
 دوسری طرف منکر ہیں کہ یہ عقائد ان کے لئے
 اس لحاظ سے کہ انہوں نے اس معاملہ میں چھوٹا سا کام کیا ہے جس میں انہوں نے کہا،
 نہیں جانی ہوں کہ اس میں بعض لوگ ذرا تیرا لکھا بھی آگئے ہیں اور بعض لوگ
 تشدد بھی ہو گیا ہے، مثلاً ان امور کو شرک نہ تھے، شرک مبی لکھ دیا گیا ہے۔
 ان وجہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے غرض منور ہوگی اور اس سے
 شرش ہوگی مگر توقع ہے کہ اگرچہ کچھ غلطی ہو جائے گی مگر وہ نہ

لے اشرف علی تھانوی، حکایات اولیاء و مدارالاشاعت لکراچہ، ص ۱-۱۲۰

محمد اعظم بیگ، قرار چھوڑا دے کہ وہ پریشانہ لا جورد، ص ۵۴، ص ۴۲

۳، ۲، ۱، ۰، ۱، ۲، ۳، حکایات اولیاء، ص ۴-۱۰۳

حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب کی بدولت وہ خود شی پیدا ہوئی جو کبھی ختم نہ ہو سکی اور مسلمانوں میں ایسی فرقہ وارانہ خلیج حائل ہو گئی کہ بعد میں اس کے پائنے کی کوئی سبیل پیدا نہ ہو سکی انگریز کو ایسے ہی افراد کی ضرورت تھی جو مسلمانوں کو فرقوں میں تقسیم کر دیں اور کبھی متحد نہ ہونے دیں۔ شام فرنگی کی سیاست کی بنیاد ہی یہ ہے کہ ملکاؤ اور حکومت کر دے اس مقصد کے لیے وہ لوگ قطعاً مومنوں کے ہتھے ہو قدیم طریقوں پر سختی کے ساتھ قائم رہنے میں ہی اپنی بقا تصور کرتے ہوں۔ پھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ شرک غنی کو شریک بنا کر قرار دینے کا اختیار کہاں سے حاصل ہوا؟ خود شام فرنگی کے مترادف ہے۔

انگریزوں نے تقویۃ الایمان کو اس قدر اہمیت دی کہ اس کا انگریزی ترجمہ کرنا شروع کیا، خاص یہ کہ بلوچہ اتنی اہمیت نہیں دی گئی۔ سرسید لکھتے ہیں:

”جن چودہ کتابوں کا ذکر ڈاکٹر برنٹر صاحب نے اپنی کتاب میں کیا ہے، ان میں ساتویں کتاب تقویۃ الایمان ہے، چنانچہ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ ترائل (رشیا لنگ سوسائٹی لندن) کے رسالہ (جلد ۱۳، ۱۸۵۲ء) میں چھپا تھا۔ یہ انگریزی ترجمہ منشی شہامت علی نے کیا تھا جو ۱۸۵۲ء میں لندن سے شائع ہوا۔ شہامت علی نے دہلی کالج میں انگریزی تعلیم حاصل کی اور مختلف عہدوں پر انگریزوں کے ترجمان کے عہد پر کام کرتا رہا۔ خاص طور پر اس نے سرسی۔ ایم فوڈ (Waddell) کے ساتھ منشی کے طور پر کام کیا تھا۔“

سید احمد دہلوی ۱۲۰۱ھ/۱۷۸۶ء میں دکن بریلی میں پیدا ہوئے۔ سچپن ہی میں غازی پور سے اور علم و تعلیم سے بے تعلق واقع ہوئے تھے۔ مرزا میرت دہلوی لکھتے ہیں:

۱۔ سید احمد خان سرسید
ب۔ ایضاً
۱۹۵ء میں ۱۲۱

۲۔ منگو الحسن صدیقی پروفیسر
تاریخ حسن اہل راجہ تعلیمات پاکستان لاہور، ص ۱۳۶

”یہ تعجب سے نظر کیا جاتا ہے کہ بزرگ سید بچپن میں اپنے غیر معمولی سکوت کی وجہ سے پرلے درجے کا غبی مشہور ہو گیا تھا اور لوگوں کا خیال تھا کہ اسے تعلیم نہ ملے ہوئی ہے، کبھی کبھار اُن کے جاننے والے نہیں رہے۔“

”قرآن پاک پڑھنے کے بعد کریا پڑھنے کی باری آئی تو حال یہ تھا کہ سید کا پہلا مصرع خاصہ دُعا تھی ہے، مگر یہ بھی بزرگ سید کو تین دن میں یاد ہوا تھا اس پر بھی کبھی کریا کو بخوبی گنتے، تو کبھی برمال ما کو دل سے محو کر دیا۔“

بیس سال کی عمر میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے پاس دہلی پہنچے اور دو سال اُن کے پاس رہے۔ ۲۳ سال کی عمر میں امیر خاں پنڈاری کے پاس مالوہ میں جا کر سواروں میں ملازم ہو گئے، پھر باڈی گارڈ افسر بنا دیئے گئے۔ اسی دوران انہوں نے ایک اہم کارنامہ انجام دیا اور وہ یہ کہ امیر خاں جو انگریزوں سے برسرِ پیکار رہتا تھا، اس کی صلح انگریزوں سے کروادی۔

”لارڈ ہیسٹنگ سید احمد صاحب کی بے نظیر کارگزاری سے بہت خوش تھا۔ دونوں لشکروں کے بیچ میں ایک خیمہ کھڑا کیا گیا اور اس میں تین آدمیوں کا باہم معاہدہ ہوا۔ امیر خاں، لارڈ ہیسٹنگ اور سید احمد صاحب۔ سید احمد صاحب نے امیر خاں کو بڑی مشکل سے شیشے میں اتارا تھا۔ آپ نے اسے یقینی دلایا تھا کہ انگریزوں سے مقابلہ کرنا اور لڑنا بھڑانا اگر تھکے لیے بڑا نہیں ہے، تو تمہاری اولاد کے لیے تم قاتل کا اثر رکھتا ہے۔“

ایک عرصہ بعد امیر خاں کی ملازمت ترک کر کے پھر دہلی پہنچے۔ شاہ اسماعیل دہلوی اور مولوی عبدالغنی دہلوی ایسے علماء سید صاحب کی اقتدار میں دورِ کعبہ نماز ادا کر کے اتنا متاثر

ہوئے کہ صلح بیعت میں داخل ہو گئے۔ ۱۰

کیا یہ تحریک انگریز کے خلاف تھی؟

شید صاحب کی سو فیادہ وضع قطع اور شاہ اسماعیل کا علم اور ذرا خطابت جمع ہوئے تو ایک قیادت کا سامان فراہم ہو گیا۔ یہ پایا کہ جگہ جگہ و خطہ خطہ کے سکھوں کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے چندہ اور افرادی قوت جمع کی جائے، چنانچہ اس پروگرام پر پورے نورد شور سے عمل کیا گیا۔ جہاد سے پہلے مناسب معلوم ہوا کہ حج کر لیا جائے۔ ۱۲۳۶ھ میں ایک قافلہ کے ہمراہ سفر حج پر روانہ ہوئے۔ ۱۱

انگریزی قلمرو میں اس تمام کارروائی اور سفر حج کا تذکرہ کرتے ہوئے نواب صدیق حسین خان بھوپالی لکھتے ہیں:

”ان کو فضیل رسول بدایونی نے ولایتی اور سرکار کا دشمن بتلایا، حالانکہ وہ کلکتہ تک گئے تھے اور ہزاروں مسلمان فوج انگریزی کے ان کے مرید ہوئے تھے، مگر انہوں نے کسی پیرارادہ (جہاد) ساتھ سرکار انگریزی کے ظاہر نہیں کیا اور نہ سرکار نے ان سے کچھ تعزیر فرمایا، حالانکہ خام کلکتہ سے ساتھ سو آدمی اپنے ہمراہ لے کر حج کو گئے اور مدت دراز تک ہزاروں مرؤں کو ہمراہ لے کر ہندوستان کے شہروں میں وعظ و نصیحت کرتے پھرے۔ ۱۲ کہ حج کے بعد نورد شور سے سکھوں سے جہاد کے وعظ کہے گئے اور دھاکلی سے پہلے انگریزی حکومت سے باقی مدد اجازت حاصل کی گئی۔“

۱۱ محمد علی سہتیزا، مجذوب احمدی (مطبع منیہام، آگرہ) ص ۳۵

۱۲ مرزا میرٹ دہلوی، حیات طیبہ ص ۵۱۸

۱۳ صدیق حسین خان بھوپالی، ترجمان دہلیہ ص ۴۵

سید صاحب نے مولانا شبید کے مشورہ سے شیخ غلام علی رئیس الزاہد کی معرفت لفٹیننٹ گورنر ممالک مغربی شمال کی خدمت میں اطلاع دی کہ ہم لوگ سکھوں پر جہاد کرنے کی تیاری کرتے ہیں۔ سرکار کو تو اس میں کچھ اعتراض نہیں ہے۔ لفٹیننٹ گورنر نے صاف لکھ دیا کہ ہماری عملداری امن میں خلل نہ پڑے، تو ہمیں آپ سے کچھ سروکار نہیں۔ نہ ہم ایسی تیاری میں مانع ہیں۔ اس وقت تک پنجاب اور موجودہ سرحد پر انگریز کا تسلط نہیں ہوا تھا۔ پنجاب سے ہری پور تک سکھوں کی حکومت تھی، ایسے میں سکھوں کے خلاف کارروائی کو انگریز ناپسندگی کی نگاہ سے کیوں دیکھتے؟ اس طرح تو ان کی راہ کا ایک سنگ گراں خود بخود دُور ہو رہا تھا۔ سبھا افسر ضیغم لکھتے ہیں:

”محرک بھائیوں کا قیام پنجاب کی سکھ حکومت کے خاتمے کے لیے عمل میں لایا گیا اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے ارباب بست و کشاد بجا طور پر سمجھتے تھے کہ اس تحریک سے ان کے دو مقاصد پورے ہو رہے ہیں۔ ایک یہ کہ وادی گنگ و جمن کی مسلم اشرافیہ کے ذہن نوجوان ترک وطن کر کے ان کے لیے راہ ہموار کر رہے ہیں اور دوسرے یہ کہ پنجابی (سکھ) حکومت کے خلاف جہاد میں مصروف ہیں، جس سے دونوں قوتیں کمزور ہو رہی ہیں۔“

ضیغم صاحب ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کی تصنیف ”تجلیغ پاک ہند کی ملت اسلامیہ“ ص ۲۶۸-۲۶۹ کے حوالہ سے مزید لکھتے ہیں:

”اسی بنا پر کمپنی کے زیر تسلط ملاقل میں سید احمد اور شاہ اسماعیل کو کئی ہفتوں فراہم کی گئیں۔ انہیں نہ صرف ہر جگہ عوام سے خطاب کرنے کے مواقع فراہم کیے گئے۔ بلکہ ان کی تحریک کے لیے چندے کی فراہمی میں بھی انگریزوں نے تعاون

کیا یہاں تک کہ ان مقامی ساہوکاروں پر انگریزی عدالتوں میں مقدمہ چلانے کی اجازت بھی نہ ملے جو اس روپے کو مجاہدین کے سپرد نہ پاسنے میں کوتاہی برتتے تھے جو انہیں اس مقصد کے لیے دیا جاتا۔ علاوہ ازیں تیل کے کارخانوں اور دوسرے کاروباری اداروں کے مقامی مزدوروں کے جہاد میں حصہ لینے کے لیے مختلف مراعات جملہ کی گئیں۔

اس تفصیل سے یہ حقیقت بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ تحریک انگریزی حکومت کے خلاف قلعہء تھنی، اس سے تو گورنمنٹ کے مقاصد کی تکمیل ہو رہی تھی۔ سرحدی مسلمان اگر اس قسم کے خدشات کا اظہار کرتے تھے تو ان کو بے بنیاد نہیں کہا جاسکتا۔
 • خلیفہ سید احمد پر حکم کرتے تھے کہ یہ شاید انگریز کے مشورہ سے واسطے فتح اس ملک کے آیا ہے، جہاد کا نام فنی مقصد کیا جواسے نہ
 اس تحریک کے بندوستان میں رکھا گیا۔ بابت ۱۸۶۷ء میں مسیحکاف نے گورنر جنرل کو رپورٹ پیش کی اس میں لکھا ہے:

”سید احمد، مولوی اسماعیل اور ان کے پیروکار ساتھیوں نے ہماری مسلمان رعایا کے قلب و دھن پر ہمہ گیر توجہ نہیں لیکن ایک وسیع اثر انگیزی منہور قرب کی ہے رنجیت سنگھ کے زیر مملداری علاقوں پر ان (مجاہدین) کی عالیہ یگانہ نے دہلی کی مسلم آبادی کے دلوں میں ان کی کامیابی کے لیے مضطربانہ ہمنمات موجب زحمت کر دیے ہیں، چنانچہ عام لوگوں کی کثیر تعداد اپنے گھر بار چھوڑ کر لشکر مجاہدین میں جاسمائل ہوتی ہے اور فرسی ملازمین مستعفی ہو کر ان سے جاملطین کہا جاتا ہے کہ شاہ دہلی (مجاہد شاہ ظفر) نے لوگوں میں اس جوش و ہنر کے فروغ کی حوصلہ افزائی کی ہے۔“

ابن ابی العزیز، سید
 لے سبلا الحسن شیعہ، سید
 مابن ابی العزیز، سید
 لے محمد مظہر سنگ

Metcalf reported the repercussions in India to the governor general in the following words: "Syed Ahmed, Maulvi Ismail, and their colleagues have established a very extensive, if not universal, influence over the minds of our Mohammedan subjects. During the period of their recent attack on Ranjit Singh's territories, the most fervent anxiety for their success pervaded the Mohammedan population of Delhi. Numbers quitted their homes and marched to join them, including some who resigned their employments in the Company's service, both the military and the civil branches, for that purpose. It is said that the King of Delhi encouraged this spirit." (FC pt of 22.6.1847.)

اس تحریک کے بارے میں تحقیق و درانت کا فیصلہ یہی ہے کہ یہ انگریزوں کے خلاف
برگزنہ تھی۔ اُن دو ادب کے مشہور محقق اور سید صاحب کے عقیدت مند حافظ محمود شیرانی نے
ہنٹر کے نقطہ نظر کی مدلل تردید ان الفاظ میں کی ہے:

"یہاں لفظ باغی پر میرا اعتراض ہے۔ سید صاحب (سید احمد) کے سرمد
پہنچنے کے وقت پنجاب و سرمد میں انگریز کا نام و نشان تک نہ تھا۔ پھر سید صاحب
نے انگریز سے کدھر بغاوت کی۔ سید صاحب کی تحریک ہندوستان میں شروع
ہوئی اور ہندوستان میں پروان چڑھی اور یہ سب کچھ انگریز کی انگلیوں کے سامنے
ہو رہا تھا، چونکہ تحریک سکھوں کے خلاف تھی، اس لیے کمپنی نے دانستہ
اعمال کیا اور اپنے علاقے میں اس تحریک کے وبانے کی کوشش نہیں کی اس
لیے سید صاحب کو ہنٹر کا باغی لکھنا، اس لفظ کا غلط اور جلد بازارہ استعمال ہے۔
مرزا میرت دہلوی لکھتے ہیں:

"یہ تمام جتن ثبوت صاف اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ جہاد صرف
سکھوں سے مخصوص تھا، سرکار انگریزی سے مسلمانوں کو برگزنہ سمیت نہ تھی۔"

Khushwant Singh : History of the Sikhs, Delhi, Oxford University Press, 1977, Vol. I p. 272 F.n.

۱۔ مجلہ تحقیق، حافظ محمود شیرانی نمبر (جلد ۳، شمارہ ۲-۳) پنجاب یونیورسٹی لاہور ص ۲۲۸

ص ۵۷۲

حیات طیبہ

۱۔ مرزا میرت دہلوی

سرستہ لکھتے ہیں:

جب صاحب کشتراود صاحب مجسٹریٹ کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے
گورنمنٹ کو اطلاع دی۔ گورنمنٹ نے ان کو صاف لکھا کہ تم کو اس معاملہ میں ہرگز
دست اندازی نہیں کرنی چاہیے کیونکہ ان کا ارادہ کچھ گورنمنٹ اگر پر کے مقاصد کے متعلق
نہیں ہے۔

خط کشیدہ الفاظ خاص طور پر توجہ طلب ہیں کہ کہنی اس تقریر کو اپنے حق میں نہ صرف
بے ضرر سمجھتی تھی، بلکہ اپنے مقاصد کے مطابق قرار دیتی تھی۔
گفتہ میں جہاد کے موضوع پر تقریر ہو رہی تھی۔ سکتوں کے مظالم بیان کیے جا رہے تھے کہ
ایک شخص نے دریافت کیا آپ اگر بیروں کے خلاف جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے؟
شاہ اسماعیل دہلوی نے جواب دیا،

”ان پر جہاد کسی طرح واجب نہیں ہے، ایک تو ان کی رعیت ہیں۔ دوسرے ہمارے
مذہبی اسکان کسادا کو نے میں وہ ذرا بھی دست اندازی نہیں کرتے۔ ہمیں ان کی حرکت
میں ہر طرح کی آزادی دینی ہے۔ بلکہ اگر ان پر کوئی حملہ آوری ہو تو مسلمانوں کا فرض ہے
کہ وہ اس سے طریق اصول پر گورنمنٹ پر آگے دآنے دیں۔“
مولوی محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں،

”ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں اور اب پھر کہتے ہیں کہ مولانا اسماعیل شہید کا جہاد سکتوں سے
تھا جو مسلمانوں کے مذہب سے تعزیر کرتے تھے نہ انگریزوں سے جن کو کسی مذہب سے

لے سید احمد خان، مسر۔ مقالات سرسید (جلس ترقی صبا لاہور) ۱۹۵۱ء ص ۱۴۲

لے مزاریت دہلوی، حیات لطیفہ (طبع مازقہ مولیٰ) ص ۲۹۴

تعرض نہیں ہے، بلکہ انگریزوں سے جہاد کرنے کو براہ نامائز کہتے تھے۔
مشہور سکھ مورخ خوشنونت سنگھ (Khushwant Singh) لکھتا ہے

The British government made no attempt to check this crusade against a state with which it had signed a treaty of friendship.

برٹش سرکار نے جس (سکھ) ریاست کے ساتھ تحریری معاہدہ دوستی کیا تھا اس کے خلاف چھٹے والے جہاد کی راہ میں کوئی مداخلت نہیں کی۔
مولوی حسین احمد دہلوی لکھتے ہیں،

”جب سید صاحب کا ارادہ سکھوں سے جنگ کرنے کا ہوا تو انگریزوں نے
اطمینان کا سانس لیا اور جنگی ضرورتوں کے مہیا کرنے میں سید صاحب کی مدد کی
گرداب حیرت

مولوی محمد حسین دہلوی کہتے ہیں، ”مجاہدین“ انگریزوں سے جہاد کرنے کو براہ نامائز کہتے تھے۔
خوشنونت سنگھ کہتا ہے، ”برطانوی حکومت نے دوستوں کے خلاف مجاہدین کی کارروائی پر پابندی
عائد نہ کی۔“ سید صاحب کہتے ہیں کہ انگریزوں نے جنگی سامان کے مہیا کرنے میں سید صاحب
کی مدد کی۔ یہ مقام حیرت ہے کہ آخری جنگ میں ایک انگریز — ایگزیکٹو گارڈز بھی
مجاہدین کے شانہ بشانہ لڑا تھا اور صرف شریک ہی نہیں، بلکہ ایک دستے کا کمانڈر بھی تھا۔
اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ انگریزوں نے مجاہدین کو کس حد تک امداد فراہم کی تھی اور اس

پر دیکھنے کی حقیقت بھی بے نقاب ہو گئی تھی اس تحریک کا اصل مقصد مغربی حکومت
کا خاتمہ تھا گارڈز، سید صاحب کہ کس طرح پہنچا؟ اس کی تفصیل خود اس نے بیان کی ہے
”امیر (مالی کالی) دوست محمد خاں، نے مالِ غنیمت کو تو بخوشی منگوا لیا
لیکن موٹے جھوٹے لباس والے اہل سیف کے لشکر کو (اپنی ملازمت میں
قبول نہ کیا) یہ لوگ اپنے برقعہ غلط اعتماد سے پشیمان اور پریشان ہو کر ملاقات
باجوڑ کی طرف روانہ ہوئے وہاں انہیں میر عالم خاں نے اپنی ملازمت میں
(سید احمد قازی کی امداد کے لیے) بھرتی کر لیا۔

سید صاحب اس وقت محنتوں کے غلات اپنی آفری لڑائی لڑ رہے تھے مذکورہ
لشکر کی نفری دوسو پچاس تک کیسے پہنچ گئی؟ یہ امر واضح نہیں ہوتا۔

جوہنی گارڈز، سید صاحب کی صف آرائی کے مقام پر پہنچا، اس نے ذوق کے
باتھون ان کی شکست و ہزیمت کا نظارہ کیا، چنانچہ طلوع آرماد گارڈز نے
کسی معرکہ کے بغیر لوٹ مار کے مال سے اپنا حصہ وصول کیا اور اپنے وزیر کیان
کو جیون کو برقاہت کرتے ہوئے انہیں دھمکی کا حکم دیا اسے مالِ غنیمت کی یافتہ
میں ذرائع سے اور کس طور ہوئی؟ یہ امر واضح نہیں۔

لے جنرل ویٹھورڈ۔ (Ventura) وہ پہلا غیر ملکی جنرل تھا جس نے رنجیت سنگھ کی

فوج کو مغربی طرز پر تربیت دی، وہ ایک اتالیوی تھا جو پہلیوں کی فوج میں جنرل رہ چکا تھا۔

۱۸۲۲ء میں لاہور پہنچا، اسے رنجیت سنگھ نے ملازم رکھ لیا، بہت بڑی عہدہ دار و جاگیریں

دییں اور بڑی بڑی جہاز اس کے سپرد کی گئیں۔ ۳-۱۸۳۱ء میں (نہاہرین کے خلاف)

جو جہاز روانہ کی گئیں، یہ اُنی میں بھی شریک تھا، پھر اسے لاہور کا قاضی اور گورنر بنا دیا گیا۔

اصل عبارت یہ ہے :

The Amir gracefully accepted the booty, but declined the swords of "the men in buckram," who, doubtlessly repenting of their misplaced confidence, drifted into the Bajour country, and accepted service with Mir Alam Khan, who hired the band, swollen in some unexplained manner to 250 men, to Syad Ahmad Ghazi, then making his last stand against the Sikhs. Gardiner reached the Syad just in time to see him routed by Ventura, whereupon the adventurer retired, and sharing out the booty, dismissed his band. Where this booty came from is also unexplained.

اس تحریک کا مطالعہ کرنے والے یہ معلوم کرنے میں حیرت زدہ رہا ہے کہ یہ تحریک جو سکھوں کے خلاف تھی، اس کا ابتدائی تصادم مسلمانوں سے ہوا۔

"سید صاحب نے پہلا جہاد سنی یا محمد خاں ساگر یا فستان سے کیا تھا۔"

یہ ۱۸۳۰ء کا واقعہ ہے، اس کے بعد پانچہ خان کو دھوٹ دی کہ سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر لو، وہ بیعت پر آمادہ نہ ہوا، تو اس پر کفر کا فتویٰ لگا کر اس پر چڑھائی کر دی۔ پانچہ خان جو تمام زندگی سکھوں کے خلاف برسرِ پیکار رہا، اس نے وقتی طور پر سکھوں سے صلح کر لی اور اپنا بیٹا جہاں داد خاں بہ طور ضمانت گروی رکھ کر دو پٹن فوج حاصل کی۔ اور مجاہدین سے اپنا علاقہ خالی کر لیا، بعد میں سکھوں کے ساتھ پانچہ خان کی جنگیں ہستہ ہستی ہوئی رہیں۔

ایگز نڈر گارڈنز جو بعد میں پنجاب آرمی میں کرنل سکے جس سے پرفائز ہوا اور مجاہدین کی معیت میں تھا، اس نے اس لڑائی کا چشم دید بیان ان الفاظ میں کیا ہے:

”سید احمد اور مولوی عبدالحی اپنے بقیۃ السلف ہندوستانی ہیروکاروں کی ہولری میں سکھ فوج کے جننی اکالیوں کا مقابلہ دست و دست جنگ میں نہایت بے باکی سے کر رہے تھے، انہیں اپنا کام یہ صورت پیش آئی کہ وہ اپنے لشکروں کی مجموعی قوت بازو سے کٹ کر رہ گئے۔ سید صاحب کا بڑا لشکر حوان سے فاصلے پر تھا۔ اپنے قائد کے بغیر کسی اچھی جنگی مہارت کا مظاہرہ نہ کر پایا، جونہی میری نظر سید احمد اور مولوی عبدالحی کی جانب اٹھی، تو میں نے دیکھا کہ انہیں سینکڑوں چھیدوں سے چھید ڈال گیا تھا۔ ان دونوں قائدین کے ارد گرد جتنے لوگ تھے، ایک ایک کو کے قتل ہوئے (اور سید صاحب کی فوج کا بڑا حصہ طرات و جانب میں جھوٹا ہو گیا) جس دم سید صاحب زخمی ہو کر گرے تو میرا ان سے صرف چند سو گز کا فاصلہ تھا، میں نے نہیں دیکھا کہ کوئی فرشتہ نازل ہوا یا آواز و صوت کو بہشت کی طرف اٹھا کر لے گیا ہو، اگرچہ ان کے بہت سے مریدوں نے بعد میں اپنی یادداشت سے یہ بیان کیا کہ انہوں نے حقیقتہً اس کا مشاہدہ کیا تھا۔“

اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

Alexander Gardner, who later became a colonel in the Punjab army and was with the crusaders at the time, gave an account of this skirmish in the following words:

”اس وقت میں خوشنیت سکھ کو مقابلہ میں تھا، اس کے گارڈز کی مراد مولوی عبدالحی اور مولوی

Syed Ahmed and the Maulvi (Abdul Haye), surrounded by his surviving Indian followers, were fighting desperately hand to hand with the equally fanatical Akalis of the Sikh army. They had been taken by surprise and isolated from the main body of the Syed's forces, which fought very badly without their leader. Even as I caught sight of the Syed and Maulvi they fell pierced by a hundred weapons. Those around them were slain to a man, and the main body dispersed in every direction. . . . I was literally within a few hundred yards of the Syed when he fell, but I did not see the angel descend and carry him off to paradise, although many of his followers remembered afterwards that they had seen it distinctly enough.

Memories of the Sikh Wars, pp. 171-2.

گارڈن زکون تھا؟

اس کا مختصر تعارف یہ ہے کہ وہ ایک مہاجر تھا۔ امریکہ میں ۱۸۷۵ء میں ایک فاکٹر کے ہاں پیدا ہوا۔ ۱۸۱۲ء میں مصر اور ایران پر قبضہ افغانستان پہنچا اور امیر دوست محمد خان والی افغانستان کے نتیجے میں حبیب اللہ خان کے ہاں ملازم ہوا۔ وہ پورے افغانستان کے سیاسی معاملات میں ملوث تھا، اس لیے قندھار میں گرفتار رہا اور نو ماہ قید رہا۔ وہ موجودہ صدر سرحد میں اُس وقت پہنچا جب مہاجرین نے سکھوں پر آخری حملے کی تیاری کر رہے تھے، اُس نے اپنے آپ کو سید احمد بریلوی کے سامنے پیش کیا اور مہاجرین میں شامل ہو گیا، مہاجرین کی شکست کے بعد وہ رنجیت سنگھ کی فوج میں کرنل آف آرٹلری بنا دیا گیا۔ اُس نے رنجیت سنگھ کی موت ۱۸۳۹ء تک اُس کے لیے جہات میں اہم خدمات انجام دیں۔ ۱۸۴۶ء میں گلاب سنگھ والی جتوں و کشمیر کا ملازم ہو گیا اور اپنی موت ۱۸۷۷ء تک اسی خدمت پر مامور رہا۔ وہ سیالکوٹ میں دفن کیا گیا۔
تفصیل کے لیے دیکھئے۔

Grey, C. - European Adventurers of Northern India, ed. by
Gowd, Lahore, 1929, p. 274, 283-291

Khushwant Singh - Ranjit Singh, London, 1962, p. 464

انوکھا معیار تحقیق

اس جماعت کے کارناموں کو منظر عام پر لانے میں مشہور و خوش فہم رسول محمد کا بڑا حصہ ہے۔ انہوں نے تاریخ کی بنیاد پر حقائق پر رکھنے کی بجائے عقیدت پر رکھی ہے، خود ان کا بیان ہے:

’میں مجاہدین کی شان و آبرو پر بحال قائم رکھنے کا قائل ہوں۔ اگر سپردِ بومیں
سابقہ بیانات یا تو حقیقت سے ہیں مطابق نہ ہو۔‘

اب اگر کوئی شخص غلامن تاریخی کلمہ نگار سے حقائق سے آگاہی حاصل کرنا چاہے تو اسے
اصل بات کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ عقیدے اور حقیقت کے بنیاد پر تاریخ لکھنے والوں سے
اطمینان مندرجہ ہو سکے گا۔
مقصود جہاد

کسی بھی کام کی غمی یا غرائی میں اس کے مقصد کا بڑا دخل ہوتا ہے۔ سید صاحب کی تحریک
کا تمام تر ذریعہ سکھوں کی طرف تھا یا سرحدی مسلمانوں کی طرف؟ انھوں نے دونوں طرف سے
انہوں نے اپنے مقصد کے لیے اس تحریک کے مقصد کا ایک دوسرا پہلو بھی کچھ کم حیرت انگیز نہیں
مولوی حسین احمد مدنی لکھتے ہیں:

’سید صاحب کا اصل مقصد یہ کہ ہندوستان سے انگریزی تسلط و اقتدار کا قلعہ قمع کرنا
تھا جس کے باعث ہندو اور مسلمان دونوں ہی پریشان تھے اس بنا پر آپ نے اپنے
ساتھ ہندوؤں کو شرکت کی دعوت دی اور اس میں صاف صاف انہیں بتا دیا کہ آپ

ہوں گے۔ ہندوہوں یا مسلمان یا یہودیوں کا حکومت کریں گے؟

اس پر علامہ ارشد القادری نے ان الفاظ میں تبصرو کیا،

”آپ ہی انصاف سے بتائیے کہ مذکورہ حوالہ کی روشنی میں سید صاحب کے

اس لشکر کے متعلق سوا اس کے اور کیا رائے قائم کی جاسکتی ہے کہ وہ ٹھیک

انڈین نیشنل کانگریس کے رضا کاروں کا ایک دستہ تھا جو ہندوستان میں سیکولر

اسٹیٹ (لاہیٹی حکومت) قائم کرنے کے لیے اُٹھا تھا؟

زوردار پر تبصرو کرتے ہوئے علامہ عثمانی، ایڈیٹر ماہنامہ ”جنتی“ دیوبند نے علامہ ارشد القادری

کے اس تبصرو پر داد دینے میں کسی غفل سے کام نہیں لیا۔ و جب طور اعتراض حقیقت لکھتے ہیں،

”ہم کتنی ہی جانبداری سے کام لیں، زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس

ریکارڈ میں جنتی اچھی ہے، لیکن معنوی اور منطقی اعتبار سے بھی اس میں کوئی نقص

ہے، کوئی افتراء ہے، کوئی زیادتی ہے؟

کوئی شک نہیں، اگر استاذ محترم حضرت مدنی کے ارشاد و گرامی کو درست مان

لیا جائے، تو حضرت اسماعیل کی شہادت محض انسانہ بن جاتی ہے۔ مادی

پریشانیوں کو رفع کرنے کے لیے غیر ملکی حکومت کے خاتمے کی کوشش کرنا ذرا

بھی مقدس نصب العین نہیں، اس نصب العین میں کافرو مومن سب یکساں

ہیں، اس طرح کی کوشش کے دوران مارا جانا اس شہادت سے بھلا کیا تعلق

رکھے گا جو اسلام کی ایک معزز ترین اور مخصوص اصطلاح ہے اور اس طرح کی

کوششوں کے نتیجہ میں قید و بند کی مصیبتیں اٹھانا اجراء آخرت کا موجب کیوں ہوگا؟

یہ کسی بریلوی کے رسمیت قلم نہیں ہیں، جنہیں تعصب قرار دے کر رد کر دیا جائے، یہ ان کے ایک عقیدت مند کا اعتراف ہے جو بڑے سائنسہ معتمد قرطاس پر مشتمل ہو گیا ہے۔
 دراصل اختلاف عقائد کے سبب سید صاحب عامۃ المسلمین کو منافق قرار دیتے تھے اور ان کا خاتمہ بھی تحریک کے مقاصد میں اہم مقصد کی حیثیت رکھتا تھا۔ کون نہیں جانتا کہ سر اور افغانستان کے مسلمان کفر مشن حنفی تھے۔ ان کے بارے میں سید صاحب رئیس قلات خان ملتان ظلمانی کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں،

”جناب والا خود غزنی کے نواح میں منافقین پر پھاپے مارنا شروع کر دیں۔۔۔۔۔ اور میں بھی ادھر سے پشاور کے منافقوں کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ جب منافقین ہمارے موجودگی سے وہ مقام پاک ہو جائے تو میں جلال آباد پہنچ جاؤں گا۔ اور اسی طرح پھر وہاں سے کابل جائیگا۔ اس طرح مرہود منافقین جو پشاور سے قندھار تک پھیلے ہوئے ہیں، ان کے پاؤں ایسے اکڑ جائیں گے۔“

یہ کون سے لوگ ہیں جنہیں منافقین کہا جا رہا ہے اور جن کے استیصال کے لیے بے چوڑے منصوبے بنائے جا رہے ہیں۔ سر سید کی زبانی سنئے،

”مجھ کو صد پہاڑی لوگوں کے دیکھنے کا اتفاق ہوا، لیکن میری نظر سے آج تک کوئی پہاڑی پٹھان ایسا نہیں گزرا جو سوائے حنفی مذہب کے اور کسی مذہب کا پیرو ہو یا وہایت کی عیاب فضا بھی میلان رکھتا ہو۔“

تاریخ بنانے والے اہل قلم، سرحدی پٹھانوں کو قدار قرار دیتے ہوئے یہ نہیں سوچتے کہ نظریاتی اور اعتقادی اختلاف کو برواشت کرنے کی بجائے جب تشدد کی راہ اختیار کی گئی، سید صاحب کے مسلمان، پٹھان، کہ منافق قرار دیا گیا، ان کے خلاف، اور ان کے خلاف،

ان پر چاہیے مارے گئے ان کی بیوہ غریبہ کی کھانا کھانے کی گئی تو ان سے غیر غریب کی توقع کس طرح کی جاسکتی تھی ہمد بجا طور پر بجا ہوتی کے خلاف کوئی بھی قدم اٹھا سکتے تھے۔

ان کی سطحیں مد سے زیادہ بڑھ گئی تھیں اور بعض اوقات بیوہ غریب کو بھڑکاتے تھے کہ ان سے نکاح کر لیں۔ اکثر بیویاں جو بعض حالات میں نکاح ثانی کو پسند نہ کرتیں، از روایتی مسجد میں لے جا کر نکاح پڑھا جاتا۔ ان پاکباز مجاہدین سے ملنے کوئی نامہ از فضل سرزد نہ بھی ہوتا تو ان کا یہ کام کہ رائے بیوہ کی عدت گزر جانے پر ان کا نکاح جبراً کر دینا خواہ ان کی مرضی نہ بھی ہو، ان کو بدنام کرنے کے لیے کافی تھا۔

پھر پٹھانوں پر اپنے مذہبی عقائد ٹھونسنے کی بھی کوشش کی گئی جس میں کامیابی نہ ہو سکی۔ نہایت ہی قومیں ان کے عقائد کے مخالف تھیں اس لیے وہ اپنی ان پہاڑیوں کو ہرگز اس بات پر راضی نہ کر سکے کہ وہ ان کے مسائل کو بھی اچھا سمجھتے۔
اس تشدد کا نتیجہ سولے تباہی کے کچھ نہ نکلا۔

میر کو یہ قوم مذہبی مخالفت میں نہایت سخت ہے، اس سبب سے اس قوم نے اخیر میں وہابیوں سے وفکار کے سختوں سے اتفاق کر لیا اور مولوی محمد انیسل صاحب اور سید احمد صاحب کو شہید کر دیا۔

اس موضوع پر تفصیل مطالعہ کے لیے درج ذیل کتب کا مطالعہ مفید رہے گا۔
۱۔ سید احمد شہید کی صحیح تصویر
۲۔ امتیاز حق

وحید احمد سعید بدایونی
راجا غلام محمد

۳۔ حقائق تحریک بالاکوٹ

۴۔ تاریخ تنادلیاں

۵۔ حقیقت افسانہ جہان

شاہ حسین گردیزی

سید مراد علی

سید نور محمد قادری

واقعہ بالاکوٹ کے بعد

اس واقعہ کے بعد مجاہدین کی قیادت مسلحانہ طور کے ہتھ آئی، مولوی عنایت علی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ راجہ غلام سنگھ والی کشمیر سے برسرِ پیکار ہے۔ ان کے بڑے بھائی اور سید صاحب کے خلیفہ مولوی عنایت علی اس علاقہ میں پہنچے، تو قیادت اُن کے سپرد کر دی گئی۔

اواخر ۱۸۴۹ء میں انگریزی تسلط پنجاب کو لپیٹ میں لے کر صوبہ سرحد تک پہنچ چکا تھا۔ انگریز جاس سے پہلے اس تحریک کے پہنچنے کے مواقع فراہم کر رہا تھا۔ پنجاب سے سکھوں کا کھنڈن نکل جانے پر اس نے مجاہدین کو مددگار والی تحریک میں کر دیا۔ مگر اس کا مقصد یہاں تک تھا کہ مسعود عالم مدنی لکھتے ہیں،

”کہنا یہ ہے اور صاف صاف کہ جب تک مجاہدین سکھوں سے الجھے رہے ہیں کپٹنی کی حکومت خاموش اور غیر جانبدار رہی۔ سانپ مرے اٹلا ٹھٹھی نہ ٹوٹے۔ پرتوگوں نے نہہریں مل کیا تھا، اُن کے اُستادوں نے اس قارمولے پر یہاں عمل کیا۔ مقصود یہ تھا کہ مجاہدین اور سکھوں کی آویزش میں سکھار عالی کا کچھ نہ کچھ فائدہ ہی ہو رہے گا، لیکن جو پنجاب کا الحاق عمل میں آیا ۱۲۶۵ھ/ ۱۸۴۹ء (۱۸۴۸ء) کپٹنی اور سرکار کی نظر میں مجاہدین سے بڑا کوئی نہیں تھا۔ لہٰذا عبد الرشید حکیم آبادی لکھتے ہیں،

”اس اثناء میں ملک پنجاب گورنمنٹ برطانیہ کے تصرف میں آ گیا تھا۔ جب

گلاب سنگھ کا اکثر شکام مجاہدین کے قبضے میں آگیا اور وہ تاب مقابلہ کی نہ لاسکا۔
 مایوس ہو کر سرکار انگریزی سے امانت کا خواہاں ہوا۔
 اس وقت گورنمنٹ انگریزی نے ایک خط بنام مولوی ولایت علی و مولوی
 عنایت علی علیہما الرحمۃ کے لکھا کہ گلاب سنگھ نے سرکار انگریزی سے معاہدہ کیا
 ہے اور بموجب اس معاہدہ کے اب وہ گورنمنٹ کی حمایت میں ہے۔ اب اس سے
 لڑنا میں گورنمنٹ سے لڑنا ہے، لہذا تم کو چاہیے کہ اب اس سے مت لڑو۔۔۔۔۔
 تب چڑے حضرت (مولوی ولایت علی) نے اس ملک کو چھوڑ کر سوات ملک میں پہلے پہاڑ
 بالا کرٹ سے سوات جاتے ہوئے راستہ میں انگریزی فوج نے گھیر لیا۔ اس کے بعد کہ

تفصیل مولوی عبدالرحیم حکیم آبادی کی زبانی سنئے،
 اس وقت مجاہدین و جملہ فوج لڑنے کو تیار تھے مگر جناب مولانا (ولایت علی)
 نے اپنی مصلحت سے لڑنا صحت نہ سمجھ کر امانت افسران انگریزی کر لی۔
 ان افسروں نے مولانا کو بجاتے جانے سوات کے مع لشکر طرہ لاہور کے
 روانہ کر دیا۔ یہ دونوں حضرات مع فوج و کرب خانہ و خیمہ و مسلمان جنگ زیر شکنجہ
 افواج انگریزی لاہور میں پہنچے۔ ان ایام میں جان لارنس صاحب بہادر و چیف کلرک
 پنجاب کے تھے، صاحب بہادر استقبال کر کے مولوی صاحب کو لاہور میں لائے
 اور بعد بہت گفتگو کے یہ بات قرار پائی کہ یہ دونوں حضرات مع ہندوستانی مجاہدین
 کے اپنے وطن کو واپس جائیں اور کل اسلمہ مع قوہ خانہ گورنمنٹ کے ہاتھ فروخت
 کر کے اس کی قیمت سے فوج کی بقایا تنخواہ دے کر بغاوت کر دیں اس وقت
 صرف پانچ سو مجاہدین آپ کے ساتھ رہ گئے تھے۔ سر جان لارنس صاحب بہادر

مسند فقہ اپنے نئی سے دعوت دی تیسرے روز مولوی رجب علی صاحبہ
نے جو میرنشی کشنری پنجاب کے تھے دعوت کی۔

بعد اس کے یہ لوگ بہ اعداد و اکرام تمام علی تراسل کرتے ہوئے مع فی
مجامعین پیشینے پھر آپ وہاں سے رخصت ہو کر اپنے مکان پر
تشریف لاتے اور دستور سابق و نظام و تصالح و مراقبہ و مشاہدہ میں مصروف ہوتے
اس طویل اقتباس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ وہ تحریک جو سرحد کے سکھوں اور
وہاں کے مسلمانوں کے خلاف چلائی گئی تھی اپنے منطقی انجام تک پہنچ کر ختم ہو گئی تھی۔

چند سال بعد مولوی ولایت علی اور عنایت علی وغیرہ اپنی ہاتھ پائی فروخت کر کے ستھا
(سرحد) چلے گئے اور وہیں گوشہ نشین ہو کر وہیں وقفہ پس کا سلسلہ جاری رکھا۔ یہ ستھا
اور سوات میں یہ لوگ کافی تعداد میں موجود تھے۔ ان کے نام ہندوستان سے مالی امداد اور متعلقین
کی آمد و رفت جاری رہتی تھی۔ انگریز نے جب سرحد میں اپنا تسلط جمانا پایا، تو اس امداد کے
سلسلے کو سختی سے بند کر دیا، ممانعت کے باوجود وہی لوگوں نے یہ سلسلہ جاری رکھا، ان پر ممانعت
چلائے گئے ادا نہیں کرائی سزائیں دی گئیں۔ اس معاملہ میں صادق پور کے علماء سرپرست تھے۔
یہ کہنا قطعاً درست نہیں ہے کہ ان حضرات نے انگریز کے خلاف جہاد میں حصہ لیا تھا اس لیے
انہیں نشانہ تہتم بننا پڑا۔

سید طفیل احمد ٹھکوری جو سید صاحب کی تحریک کے دل امہان سے قدامت میں لگتے ہیں،
”یہ معاملہ متعدد بار گورنمنٹ ہند کے علم میں مقامی حکام کی طرف سے لایا گیا“
جس پر کوئی باز پرس نہ کی گئی اور صرف نگرانی کا حکم دیا گیا۔
مگر سلسلہ ۱۸۵۷ء میں جب گورنمنٹ ہند نے سرحد میں پیش قدمی شروع کی تب اس

امری ضرورت محسوس ہوئی کہ ہندوستان میں سرحد کے تعلقات بالکل قطع کر دیئے
جائیں۔ پہلی بار ۱۸۴۷ء سے ۱۸۴۸ء تک سرحدی محلات کے دوران میں باشندگان
ہند پر یکے بعد دیگرے پانچ مقدمات بغاوت چلائے گئے۔ ان مقدمات میں
سب سے بڑے طزمان پٹنہ کے خاندان کے لوگ اور ان کے مریدین و متبعین تھے۔
مولوی ولایت علی کے بڑے صاحبزادے مولوی عبداللہ اپنے والد کے ساتھ
ہجرت کر کے چلے گئے تھے۔ ان کے حقیقی چچا زاد بھائی مولوی عبدالرحیم اور ان کے
کے حقیقی ماموں مولوی کبھی علی اور مولوی احمد اللہ سب کے سب ۱۸۴۷ء میں اس
جرم میں موقوف ہوئے۔ انہوں نے اپنے حوینوں سے خط و کتابت رکھنی اور انہیں
مالی امداد بھیجی۔ حالانکہ یہ سلسلہ ۱۸۴۷ء سے جاری تھا جبکہ حکام گورنمنٹ نو مہابین
کی پکڑیوں کا رویہ انہیں وصول کرا دیتے تھے۔ مولوی عبداللہ اور مولوی کبھی علی
پٹنہ کے بڑے رؤسا میں سے تھے اور اقل الذکر مولوی عبداللہ گورنمنٹ کے علم
خیر خواہ تھے نہ نہ۔

۱۸۴۲ء اور اس کے بعد عرصہ تک سرحد مستقل کرسمہ پر انگریزوں نے کوئی
پابندی نہ لگائی، بلکہ معاونت کی اور ۱۸۶۴ء کے بعد کیوں پابندی لگا دی؟ وجہ ظاہر ہے کہ
انگریز کے مقاصد پورے ہو چکے تھے اور اب انگریز کی نظر میں ان لوگوں کے سرحد میں قیام کا
کوئی جواز نہ تھا، لہذا اس نے ہندوستان سے سرحد آنے والی مالی امداد کا پوری سختی سے دوڑا ہند
کودیا جس کے نتیجے میں سرحد میں بھڑپوں کی ہوئی۔

گورنمنٹ سے روابط

مولوی محمد حسین بٹالوی، ایڈیٹر اشاعت السنہ، اہل حدیث کے فاضل اور فعال عالم اور اُن کے شیخ النکل میاں نذیر حسین دہلوی کے شاگرد تھے، انہوں نے اپنے فرقہ کار رابطہ عقیدت و وفاداری برٹش گورنمنٹ سے قائم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

”کسی قوم کی ترقی (جس میں مذہبی ترقی بھی شامل ہے) دنیاوی اسباب سے قطع تعلق کرنے سے نہیں ہوتی اور نہ ہو سکتی ہے اور موجودہ الوقت سلطنت سے ارتباط اور اس کی پالیسی کی مراعات اور اس کے ضروریات و انتقادات اور اس کا سلطنت سے رابطہ محبت و اتحاد اسباب دنیاوی سے ایک ممتاز و قوی الٹیرینٹ ہے۔“

یہ خیال کسی کو پیدائے ہو اگر مذہب بلا استعانت اسباب میں معاشرت چل نہیں سکتا اور سلطنت وقت کے حضور میں اظہار عقیدت اور اس کا سلطنت سے ارتباط و دوستی اسباب دنیاوی سے امتی سبب ہے۔ اسی بغضیالی میں وہ (اہل حدیث) اپنی سہولت میں صبح بخاری کا درس کھاتے رہے یا کسی مجرم میں غلوٹ مگر یہ ہو کر یا جمعی یا قیوم پڑھتے رہے اور کسی سے منجملہ ایمان ملکہ یا اگر سلطنت ارتباط و اتحاد کا تعلق پیدا نہ کیا اور نہ کسی کے آگے اپنی عقیدت و اطاعت سلطنت کا اظہار کیا۔“

اشارہ کیا کہ یہ لوگ گورنمنٹ کے مخالف ہیں۔

ان کا اور ان کے حریفوں کا یہ حال دیکھ کر اس قوم کے غلام وکیل ایڈیٹر اشاعت السنۃ کو یہ تعجب انگیزہ انگیز خیال پیدا ہوا کہ ہندوستان کے تمام طبقات رعایا سے مزید بھی ایک فرقہ اہل حدیث ہے جو اس سلطنت کے زیر سایہ رہنے کو ملنا ملاسن و آنا دی، اسلامی سلطنتوں کے زیر سایہ رہنے سے بھی بہتر جانتا ہے، کیونکہ اس فرقہ کو بجز اس سلطنت کے کسی اور سلطنت میں اسلام کیوں نہ ہو پوری آزادی حاصل نہیں ہے۔

یہ وہ حالات تھے جن کی بنا پر بنالوی صاحب نے جامعہ اہل حدیث کا خصوصی رابطہ گورنمنٹ سے قائم کیا اور تمام وفاداریاں حکومت کو پیش کر دیں۔

”اُدھر اپنی مہربان گورنمنٹ سے ارتباط اور ادارگان سلطنت سے رابطہ ملاقات پیدا کیا، قوم (اہل حدیث) کے وفادارانہ و مطیعانہ خیالات کو گورنمنٹ تک پہنچایا اور گورنمنٹ کی نظر عنایت شاملہ کو قوم کی طرف متوجہ کیا۔“

پھر اپنی قوم کے تمام افراد اور طبقات کو پُر زور اپیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اس تہذیب کو بڑھ کر امید ہے ہمارے اخوان اہل حدیث، خصوصاً اُن کے اکابر و بربر اس ضرورت کا بڑھ کر ہونا تسلیم کریں گے، بلکہ خود بھی اشاعت السنۃ کی تقید و اختیار کر کے باہمیا اسی قسم کی کامیابیاں شروع کر دیں گے۔ و اعلیٰ مدبرین اپنی مجالس و محو و درس میں اور مصنفین اپنی کتب و رسائل میں اس قسم کے مضامین شائع کریں گے اور قول و عمل گورنمنٹ پر اپنے پختہ و قارارانہ خیالات ظاہر کرنے میں سرگرمی سے کوشش کریں گے۔“

اس کارروائی کا ایک حصہ، اہل حدیث نام الاٹ کرانے کی کوشش اور درخواست تھی جس کا مختصر تذکرہ گزشتہ صفحات میں کیا جا چکا ہے، اس درخواست کی توثیق پورے ہندوستان کے اہل حدیث نے کی اور تین ہزار ایک سو چھتیس امیاء و اشخاص نے دستخط کیے اس سے صاف ظاہر ہے کہ بناوٹی صاحب کی کارروائی سے تمام اہل حدیث متفق تھے۔

بدیہ تشکر

مولوی محمد حسین شالوی کی درخواستوں اور پے درپے کوششوں سے اگر بری حکومت نے اس فرقہ کا نام اہل حدیث تسلیم کر لیا۔ اس احسانِ عظیم کا شکریہ دل و جان سے ادا کیا گیا اور بدیہ تشکر کے اظہار کے لیے کوئی موقع ہاتھ سے نہ دیا۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

اس فرقہ اہل حدیث گورنمنٹ کے اس حکم سے اپنی کامل حق رسی کا معترف ہے اور اپنے ہر راجہ اور مسلمانوں کے غیر غراہ قائلوں کے لارڈ ورن اور اپنے پیارے رحم دل اور فیاض لطفینٹ گورنر سپارٹس ایسوسی ایشن کا تبرک سے شکر گزار ہے اور بعض و شکریہ اس احسان اور احسانات سابقہ گورنمنٹ کے (جو بشمول دیگر رعایا خصوصاً اہل اسلام اس فرقہ پر مبذول ہیں) علی الخصوص احسان اہل حدیث کے (جس سے یہ فرقہ عام اہل اسلام سے شہرہ کر ایک خصوصیت کے ساتھ متعلق تھا رہا ہے) اہل حدیث لاہور نے جوشی بریلی کی تعزیر پر کمال مستوت ظاہر کی اور قیصو ہند کی پنہاں سالہ حکومت کی خوشی میں اہل اسلام کی ملکیت دریافت کی جس میں رؤساء مشرقیہ علماء و عام اہل اسلام رزاقی افروز ہوئے۔

تعداد اہل حدیث کا ٹھیک ٹھیک اندازہ نہیں ہو سکا مگر ناظرین ماسٹرین

۲۔ اس دعوت میں گورنر پنجاب اہل اس کے سیکرٹریوں سے بھی شمولیت کی درخواست کی گئی تھی۔ انہوں نے غصت نہ ہونے کے سبب معذرت کر دی تاہم انہیں ہدیہ نیاز پیش کرنے کے لیے ایک دوسرا طریقہ اختیار کیا گیا۔

اُس دعوت کے مقام (مولوی الہی بخش کی کوٹھی) کے عین دروازہ کے سامنے سے رات کے وقت طالعہ روشنی کے لیے نواب لیٹننٹ گورنر سپاہ کا گزر کرنا مقرر تھا۔ اس جگہ اہل حدیث نے ایک بلندادہ وسیع دروازہ بنایا جس پر سنہری حروف میں ایک طرف انگریزی میں یہ کلمات دعا تہ مرقوم تھے،

THE AHL-I-HADIS WISH EMPRESS ALONE DEF

(اہل حدیث چاہتے ہیں کہ قیصر ہند کی عمر واز ہو)
دوسری طرف لاہوری رنگ سے یہ بیت اُردو
دل سے ہے یہ دُعا تے اہل حدیث
جشنِ جوہلی مبارک ہو

اس دروازہ سے لیٹننٹ گورنر اور ان کے مصاحبوں اور رئیسوں کی سواروں کا گزر ہوا تو سب کی نگاہیں ان کلمات دعا تہ کی طرف (جو لیسپ چٹا اور ہتھیوں کی روشنی سے نور روشن کی طرح نمایاں تھی) لگی ہوئی تھی اور اکثر کی زبان سے کلمہ اہل حدیث جاری تھا۔

۳۔ اسی خوشی و مسرت و عقیدتِ سلطنت کے اظہار کے لیے اسی رات دس بجے اہل پنجاب کی مختلف سوسائٹیوں کے ایڈریس مبارکباد پیش ہوئے۔ ان میں مسوئری پرنس اہل حدیث کا ایڈریس جس کی نقل ماشیہ میں ہے، بدریغہ ڈیپوٹیشن پیش ہوا۔ اس

یہ سپاسنامہ بھی ملاحظہ ہو، اس کے ایک ایک حرف سے حقیقت و نیاز کے قرار سے
پھوٹتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔

ایڈریس گروہ مسلمانان اہل حدیث
بمختصر بعض مہجور کوئین و کٹوریہ کلکٹ گریٹ برٹن
وقیمصرہ ہند بابرک اللہ فی سلطنتہا

۱) ہم ممبران گروہ اہل حدیث اپنے گروہ کے کل اشخاص کی طرف سے حضور ﷺ
کی خدمت عالی میں جشنِ جوہلی کی دلی مسرت سے مبارک باد پیش کرتے ہیں۔
(۲) برٹش رعایائے ہند میں کوئی فرقہ ایسا نہ ہوگا جس کے دل میں مبارک اقرب
کی مسرت جوڑ نہ ہوگی اور اس کے ہل ہال سے صدائے مبارک بوزِ ناشتی
ہوگی۔ مگر خاص کر فرقہ اہل اسلام جس کو سلطنت کی اطاعت اور فرماں روائی
وقت کی حقیقت اس کا تحقیقی مذہب سکھاتا ہے اور اس کو ایک فرضِ مذہبی
قرار دیتا ہے۔ اس کی تبلیغ و ترویج اور امتداد کیلئے وہ غیر ذرا سب کی اصلاح سے پیش قدمی
علیٰ الخصوص گروہ اہل حدیث میں جملہ اہل اسلام اس اظہارِ مسرت و تعظیم
اور دُعائے برکت میں چند قدم اور بھی بیعت رکھتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ جن
برکتوں اور نعمتوں کی وجہ سے یہ ملک تلجِ برطانیہ کا سلسلہ بگوش ہو رہا ہے انہیں
ایک بے برافعت مذہبی آزادی سے یہ گروہ ایک خصوصیت کے ساتھ اپنا
نصیب اٹھا رہا ہے۔

(۳) وہ خصوصیت یہ ہے کہ یہ مذہبی آزادی اس گروہ کو خاص کر اس سلطنت

کی صدائیں زیادہ نوب کے ساتھ صحران ہیں۔

ہم بڑے جوش سے یہ دُعا مانگتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ حضور والا کی حکومت کو اور بڑھائے اور تادیر حضور والا کی رعایا کا نگہبان رہے تاکہ حضور والا کی رعایا کے تمام لوگ حضور کی وسیع حکومت میں امن و تہذیب کی برکتوں سے فائدہ اٹھائیں۔

۱۸۸۶ء میں ملکہ وکٹوریہ کی حکومت کا جشن پینجاہ سالہ (گوڈن جوبلی) سرکاری طور پر منایا گیا تھا جس میں جماعت اہل حدیث، لاہور نے مذکورہ بالا سپاسنامہ پیش کیا تھا۔

۱۸۸۸ء میں ملکہ وکٹوریہ کی طرف سے اس ایڈریس کی منظوری کا پروانہ جاری کیا گیا جسے اشاعت السنۃ میں ان الفاظ میں شائع کیا گیا۔

ملکہ معظمہ کی طرف اہل حدیث کو خطاب

ہم اس مشرودہ کے سننے سے بھی نہیں رہ سکتے کہ ہماری مہربان ملکہ معظمہ انجیلڈ و قیسر ہند نے اہل حدیث کے ایڈریس موقعہ جوبلی کو کمال مستوت کے ساتھ قبول فرمایا ہے اور ازراہ عنایت خسروانہ گرفتہ اہل حدیث کا شکریہ ادا کیا ہے۔ اس شکریہ میں اس گرفتہ کو اسے اہل حدیث خطاب اہل حدیث سے مخاطب کیا گیا ہے جو ان کے کمال امتیاز و اعزاز کا موجب ہے۔ اس اعزازِ شانمانہ و اکرام خسروانہ ملکہ معظمہ قیسر ہند پر اہل حدیث ہند کمال ادب اکھار کے ساتھ اپنی مہربان ایمریس کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور ان کی دمازی عمر و ترقی توفیق و اقبال کے لیے دست بدعا ہیں۔

اس کے بعد دو مکتوب پیش کیے گئے ہیں جن میں ایڈریس کی قبولیت کا مشورہ ملایا گیا ہے۔ ذیل میں ایک مکتوب کی نقل پیش کی جاتی ہے۔

نمبر ۱۴۶ - ہوم ڈیپارٹمنٹ (پبلک)

از طرف: - پی۔ بی۔ ٹی صاحب - ایڈیٹر گورنمنٹ ہند

بشام: - ممبران اہل حدیث پنجاب

مقام شملہ، ۱۱ جون ۱۹۵۵ء

صاحبان شرفاء! مجھے یہ کہنے کی ہدایت ہوئی ہے کہ صاحب سکریٹری آف اسسٹنٹ نے اطلاع دی ہے کہ پریس کمیٹی کے مقرر قیصر نے اہل غلط فہمی اس ایڈریس وغیرہ کو قبول فرمایا ہے جو آپ صاحبان نے پریس کمیٹی کی خدمت میں جرمیل کے مقرر پر پیش کیا تھا اور ارشاد فرمایا ہے کہ پریس کمیٹی کا خاص شکریہ آپ لوگوں کو اس غیر خالص غلط فہمی کے لیے پہنچایا جائے۔

مجھے اے صاحبان آپ کا نہایت فرمانبردار ملازم ہونے کی عزت حاصل ہے

پی۔ بی۔ ٹی

ایڈیٹر سکریٹری گورنمنٹ ہند

ملکہ بھانسی کی گولڈن جوبلی کے موقع پر اہل حدیث نے جس خوشامدھا اظہار عقیدت و فاعاری کا اظہار کیا وہ صرف ظاہری کی بنیاد پر نہ تھا بلکہ دلی جذبات کی ترجمانی تھا۔ نیز اس پر انہیں کبھی غماص نہیں ہوئی، بلکہ اس طرز عمل کے حجاز پر انہوں نے شریعت کے حوالے سے وقار بھی پیش کیا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریفیں ہیں۔

اس مضمون میں دعا کی کتاب و سنت کا بیان دو غرض سے ہوتا ہے، ایک یہ کہ

گورنمنٹ کو یہ یقینی ہو کہ اس موقع پر مسلمانوں نے جو کچھ کیا ہے، پتے دل سے کیا ہے

اور اپنے مقدس مذہب کی ہدایت سے کیا ہے۔ صرف ظالموں اور جھوٹی
خوشامد سے کام نہیں لیا۔

دوسری سیکہ ناواقف مسلمانوں کو مسلمانوں کے اس فعل میں عدم حجاز اور
جماعت شریعت کا وہم و گمان پیدا نہ ہو۔
مزید لکھتے ہیں:

پس واضح ہو کہ جو کچھ اس موقع پر اہل حدیث نے کیا ہے وہ امور ذیل ہیں:

- (۱) ملکہ معطرہ کی تعظیم کرنا اور تعظیمی الفاظ سے اس کو یاد کرنا۔
- (۲) ملکہ معطرہ کی حکومت چچا سالہ پر خوشی کرنا اور اس خوشی میں مسلمانوں کو کھانا کھلانا۔
- (۳) برٹش سلطنت کی اطاعت و عقیدت کو ختم کرنا اور اس کو فرضی مذہبی جتان۔
- (۴) اس سلطنت کی برکات و احسانات (امن آزادی وغیرہ) کا معترف ہونا اور
اس پر ملکہ معطرہ اور سلطنت کی تعریف کرنا اور فکر گزار ہونا۔
- (۵) ملکہ معطرہ اور اس کی سلطنت کے لیے دعا و سلامت و حفاظت و برکت کرنا
و علیٰ ہذا القیاس ان امور میں کوئی امر بھی ایسا نہیں ہے جس کے بجا دہر شریعت
کی شہادت پائی نہ جاتی ہو۔

لارڈ ڈفرن کے حضور

غالباً ۱۸۸۸ء میں ہندوستان کے گورنر جنرل اور نائب گورنر لارڈ ڈفرن کے حضور
جماعت اہل حدیث نے اس کی وطن واپسی کے موقع پر ایک سپینا پیش کیا۔ سپینا
کیا ہے؟ حقیقت وہ وفاداری کا نچوڑ پیش کر دیا گیا ہے اور بقول بٹالوی صاحب:

”فیہ شش و حوم و حام کا مقابلہ“

پاسندہ قاری میں تھا اس کا ترجمہ مع تعنیص پیش کیا جاتا ہے،

خصوصاً والا!

ہم فرقہ اہل حدیث کے چند اکابر اور پنجاب اور ہندوستان کے دیگر اسلامی فرقوں کے چند اشخاص اپنی طرف سے اسمائے اور اپنے دیگر مضمون کی طرف سے نکالنے اس والا اور بات کے اسمائے کا شکریہ ادا کرنے اور اس ذات ستورہ صفات کی مفارقت پر اظہارِ رحم کرنے کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ غیر انڈیشین اور برہمنوں کے مذہب کے مطابق کمالی مجرور انکسار کے ساتھ مرضِ بغضِ اکیلیجات چاہتے ہیں۔ اس مکرر گستاخ اور قتل پروردگار کے عہدِ سعادت مہد کی برکتیں اور اسمائے بارانِ رحمت، عظیم البرکت کی طرح اس اطاعتِ شمار و ملا کے تمام لوگوں اور تمام قوموں پر برسرے ہیں۔ یہی مملکت میں قیام امن و مصلحت کا استحکام، پبلک سروس کمیشن کا تقرر اور لیڈی ڈفرن فنڈ کی تجویز وغیرہ ہندوستان کے مسلمانوں نے دوسری قوموں کی طرح اور ان کے برابر ان سے کافی و وافی حقہ حاصل کیا ہے۔ معتمد پروردگار کے بعض الحامات اور اسمائے ایسے ظاہر ہوئے ہیں جن سے استفادہ کرنے میں اہل اسلام عموماً اور اہل حدیث خصوصاً سبقت لے گئے ہیں اور ایک قسم کی خصوصیت پیدا کی ہے۔

خاص طور پر فرقہ اہل حدیث کے لیے جو عظیم مہربانی اور گراں قدر اسمان دار کا تھا یہاں ہے کہ ان کے حق میں لفظ و مانی کا استعمال سرکاری و فاقہ میں منع قرار دے دیا ہے جو ان کی دل آزاری کرتا تھا اور ان کی وفاطری اور جان نشانی پر نازک وقتوں میں بابتِ شہادت کی پہنچ مکی ہے اور سرکارِ والا کے نزدیک بھی مسلم ہے،

۱۔ محمد حسین شاہی،

شمارہ ۱۱، شمارہ ۲، ص ۲۲

تمام افضول کی نظر میں مشکوک بنا دیتا تھا، اس طرح بے خبروں کی بدگمانیوں کو ختم کر دیا۔

اہل اسلام عموماً اہل حدیث پر خصوصاً ان علامات عامہ و خاصہ پر نظر کرتے ہوئے ہزار زبان سے اس والا دودمان کے احسان کا شکریہ دل سے بھالاتے ہیں اور اس منظرِ مجید و احسان کی قبل از وقت مفارقت پر ایک حسرت بہاتے ہیں اور دلِ رنج کو اس آرزو کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں کہ کاش ہمارا ہم پلہ سایہ مقررہ میعاد تک ان کے سروں پر پھیلا رہتا اور حکومت کی مدت دوگنا ہو جاتی تاکہ فوائد و منافع مسلمانوں کا نصیب ہو کر بارِ احسان ان کے کندھوں پر رکھ دیتے۔

آخر میں حضورِ مقرر التورہ کی ناگزیر مفارقت پر فراقی گریہ بے چارے صبر سکون کا دامن کھڑکڑا کر اس دھانے خیر کے ساتھ اپنے آپ کو تسلی دیتے ہیں کہ خداوندِ عالم ذاتِ مکرمات صفات کو امن و عافیت کے ساتھ وطنِ مالوف تک پہنچائے اور اس جگہ روزِ افزوں ترقی و اقبال عطا فرما کر اہل اسلام کے فائدے اور بہتری کے لیے سرچشمہ بنائے۔

اور تاج و تختِ برطانیہ جس کی نیابت کا شرف جناب والا کو حاصل ہے کو تمام ترقی و استحکامِ مملکتوں کے لیے موجبِ امن و برکت اور مسلمانوں کی حفاظت و حمایت کا باعث بنائے۔

ہم میں حضور کی وفادار اور جاں نثار رعایا تھے

اگر رحمتِ جہنم تو ایک دفعہ پھر اس سپاس کے کو پڑھ لیجئے اور خیراتِ مہرِ شہنشاہ اور شاہین کا حضور پر نورِ کرمِ مستراہِ عدلِ پروردگار کی بارگاہ میں یہ فدیہانہ احترام ملاحظہ فرمائیے کہ آپ کے

بعض انعامات وہ میں جن کے حصول میں اہل حدیث خصوصیت کے ساتھ سبقت نہ گئے
ہیں اور پھر نگاہِ حیرت سے یہ نظارہ بھی دیکھئے کہ ان کی جبین پر عرق انفعال نام کی کوئی چیز
دکھائی نہیں دیتی :

”اور پھر مولانا محمد حسین بٹالوی کے متعلق ماسوا اس کے کہ انہوں نے انگریز
گورنر کے پنجاب یونیورسٹی کی بنیاد رکھنے، لوکل گورنمنٹ کے اجراء جینس کالج کے
قائم کرنے، پبلک لائبریری کے بنانے اور طلبہ کو وظائف دینے پر اس کا شکریہ
ادا کیا ہے اور کون سی چیز ہے جس پر انہیں مطعون کیا جاسکتا ہے ؟ نہ
اسے کہتے ہیں کہ اپنی آٹھ کا شبیر نظر نہیں آتا۔ اگر بٹالوی صاحب کے پاس نامہ میں طعن
کی کوئی وجہ نہیں ہے، بلکہ انگریزی حکومت سے مرے حاصل کرنے اور مرمت جہاد کا فتویٰ دینے
اور غرضامندی کے طعناں کھڑے کر دینے میں بھی آپ کے نزدیک طعن کی کوئی وجہ نہیں ہے تو
پھر کہہ دیجئے کہ دنیا میں کسی ایسی چیز کا وجود ہی نہیں ہے جس پر طعن کیا جاسکے۔
جان چھڑانے کا ایک تعجب فیضانِ انا بھی دیکھتے چلتے :

رہنما علامہ محمد حسین بٹالوی کے دو ایڈریسوں کا تو ہم اس سلسلہ میں متنبی قادیانی
کی اُمت کی طرح کسی طرح کی تاویل و تخریف کے چکر میں پڑنے کی بجائے اس بات
کا اظہار کرتے ہیں کہ اگر کسی فرد یا چند افراد نے ایسا کیا تو غلط کیا، ہم انہیں معصوم
سمجھتے ہیں اور نہ صاحبِ شریعت کہ ان کی ہر بات ہمارے لیے حجت و سند
ہر قوم میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن سے غلطیوں اور لغزشوں کا سدھ ہوتا ہے
ان سے جسمی طور پر قوم کے دامن پر وحشہ نہیں لگ سکتا اور نہ ہی ان کی بنیاد پر
کسی گروہ کو مطعون کیا جاسکتا ہے ۔ نہ

مقامِ عبرت ہے کہ جب اس ایڈریس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس پر کسی کو طعن ہو سکا۔
جاسکے تو اس برأت کی کیا ضرورت؟ پھر یہ معاملہ ایک فرو یا چند افراد کا نہیں ہے۔ اس پر اسکا
پردہ ستھ کرنے والے اس وقت کے اہل حدیث کے تمام بڑے بڑے ستون اور قائدین شامل
ہیں اور حدیث کی شیخ الکمل، میاں نذیر حسین دہلوی کے دستخط سرفہرست ہیں۔ انصاف و عدالت
کا پتا اس وقت چلے گا، جب ان سب سے اظہارِ برأت کروایا جائے گا، ورنہ گلو غلامی کی
کوئی صورت نہیں ہے۔

اس سپانے پر دستخط کرنے والوں کے چند نام ملاحظہ ہوں،

مولوی سید محمد نذیر حسین دہلوی (شیخ الکمل)

ابوسعید محمد حسین بٹالوی، وکیل اہل حدیث ہند

مولوی محمد یونس خاں، رئیس قناولی، علی گڑھ

مولوی قطب الدین، پیشوائے اہل حدیث روپڑ

مولوی محمد سعید، بنارس

مولوی الہی بخش پلیڈر، لاہور

مولوی سید نظام الدین پیشوائے اہل حدیث، مدراس، دہلیہ وغیرہ

اس سپانہ کے جواب میں وائسرائے لارڈ ڈفرن نے جو کچھ کہا، اس کا ایک اقتباس

ملاحظہ ہوا

صاحبان! میں اس ایڈریس کے لیے جو بھی آپ نے مجھے دیا ہے، آپ کا

شکریہ ادا کرتا ہوں اور آپ کے غیر غامض اظہاراتِ عقیدت، نسبت، برائش

گو رنٹ کو سن کر خوش ہوتا ہوں اور میں مغویں دل سے امید کرتا ہوں کہ شمال مغربی

سرحد کو استحکام دینے کی وجہ سے جس میں آپ میں سے اکثر لوگ جاس کے کہ

سرمدی صوبہ کے باشندے ہیں، خاص دلچسپی رکھتے ہیں، جو اس وقت میں
حاصل ہے، کا تخمینہ لگا رہا ہے۔

لیفٹیننٹ گورنر پنجاب ایچ جی سن کے حضور

۲۳ مارچ ۱۹۵۵ء کو گورنر پنجاب کی رخصت پر اہل حدیث نے ایک سپانسر پیش
کیا جس میں اظہارِ عقیدت و وفاداری کا وہی والہانہ انداز ہے جو علامہ ڈاکٹر کے سپانسر میں ہے۔
اس سپانسر کا ایک حصہ نقل کیا جاتا ہے،

ایڈریس پنجاب فرقہ اہل حدیث و ممبران دیگر فرقہ اہل اسلام
بھٹورہ چارلس اسٹریٹس ایچ جی سن صاحب بہادر کے۔ سی۔ ایس۔ آئی
سی۔ آئی۔ ای۔ ایل۔ ای۔ ایچ جی سن گورنر پنجاب وغیرہ
ہم ممبران فرقہ اہل حدیث و دیگر فرقہ اہل اسلام حضور والا کی عالی شانیت
میں اس موقع پر (جب کہ حضور اس صوبہ سے مرخص ہوتے ہیں) کمالِ ادبہ
اظہار کے ساتھ حضور والا کے خصوصانہ احسانات و مرتبہ عنایات کا شکریہ
ادا کرنے اور حضور کی مفارقت پر دلِ افسوس ظاہر کرنے کی غرض سے حاضر
ہوتے ہیں۔

حضور والا کے شاد عنایات و مرتبہ توجہات ابتداء فی القوی ہندوستان
سے اس جہاد گزری تک اس ملک ہندوستان پر اس کثرت و تواتر سے مہذول رہی
ہیں کہ اگر ان کو سزاوارتہ باطنی رحمت یا مہجرتِ صومالیہ نہ ہو تو یہاں نہیں رہتے
آخر میں لکھتے ہیں

خاتمہ میں ان کلماتِ دعا کی عرض پر استغفار کرتے ہیں کہ خداوندِ عالم

حضور فیض گنجور کو صحت و سلامتی کے ساتھ وطن مالوف میں پہنچاتے اور پھر
بہت جلد حضور کو عہدہ گورنر جنرل پر مامور و معتمد و فرائض پر ہندوستان میں لاوے
اور ہماری آنکھوں کو دوبارہ حضور کے ویا فیض آثار سے متذکرے سائیں خیرین
ۛ بولن رقت مبارکباد سلامت روی و باز آئی ۛ

دربار دہلی میں ارمغانِ عقیدت

اہل حدیث کی تاریخ یہ رہی ہے کہ انہوں نے حکومتِ برطانیہ کی خوشامدگاہ کو موقع ہاتھ
سے جانے نہیں دیا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں،

”خاکسار نے بمشورہ بعض اعیان اہل حدیث پنجاب و بنگال گورنمنٹ پنجاب
سے اس مضمون کی درخواست کی کہ ہر چند مختلف اضلاع اور شہروں کے تمام
جلسوں میں جن میں اہل اسلام ہندوستان نے متعقوبہ تاجپوشی ہر مجبھی گنگ
امیر مسترت کا اظہار کیا ہے۔ مسلمانان اہل حدیث بھی شامل رہے ہیں مگر خاص
موقع دربار دہلی میں وہ لوگ خصوصیت کے ساتھ اظہار مسترت پہنچتے ہیں۔۔۔
اس درخواست کے جواب میں سکریٹری گورنمنٹ پنجاب کی طرف سے یادداشت

نمبر بنی ۶۳۹ و فتر اشاعت السنتہ میں موصول ہوئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

”تحت نشینی ہر مجبھی گنگ امیر کی تقریب پر ہندوستان کے مختلف فرقوں کو
ایڈریس مبارک باد پیش کرنے کا کئی دفعہ موقع دیا گیا ہے، لہذا گورنمنٹ ہند کی تجویز
میں ہے کہ اب دوبارہ دہلی میں کوئی ڈیپویشن ایڈریس پیش کرے۔ ہاں قدر الامت

معمولی طور پر گورنمنٹ ہند کی خدمت میں مبارک باد کا ایڈریس پیش کرے تو
گورنمنٹ ہند کو اس کے قبول کرنے میں ہقد نہ ہو گا۔“ ۛ

کوئی وجہ نہ تھی کہ خصوصی طور پر جہاد حقیقت پیش کرنے کی اجازت نہ دی جہاں کیوں کہ حکومت بھارتیہ کو یہ جان نثاری اور وقار داری کسی دوسرے فرقہ سے نہیں ملی تھی۔

الاقتصاد فی مسائل الجہاد

مولوی محمد حسین بٹالوی اہل حدیث کے وکیل اور سرکردہ علماء میں سے تھے۔ ۱۸۵۶ء/۲۰/۱۲۵۶ء کو پیدا ہوئے اور ۱۳۳۸ھ/۲۰-۱۹۱۹ء کو فوت ہوئے۔
حکیم عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

الشیخ الفاضل ابوسعید محمد حسین بن رحیم بخش بن ذوق محمد الہندی البطالوی احد کبار العلماء
گزشتہ صفحات میں انگریزی حکومت سے روابط کا ذکر زیادہ تر ان ہی کے حوالہ سے کیا گیا ہے اور ان معاملات میں زیادہ تر وہی پیش پیش رہے ہیں۔
۱۸۷۶ء میں انہوں نے ایک رسالہ الاقتصاد لکھا جس میں انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہندوستان تو ہندوستان دنیا کے کسی بھی اسلامی ملک کے مسلمانوں کا گورنمنٹ سے جہاد جانتے نہیں۔

”۱۸۷۶ء میں ایڈیٹر اشاعت السنۃ رسالہ الاقتصاد فی مسائل الجہاد تالیف کر چکا ہے جس میں قرآن و حدیث اور فقہی دلائل سے ثابت و مدلل ہے کہ اسی گورنمنٹ سے مسلمانوں کا تعلق ہے جو خواہ روم یا عرب کے غریبی جہاد جانتے نہیں اور اسی سال پنجاب کے عالم اہل حدیث نے بذریعہ ایک ممبر مذاقت اپنی عقیدت لطافت گورنمنٹ کا اظہار کیا تھا جس پر گورنمنٹ کی طرف سے اس کی تائید و تصدیق میں ایک سرکرہ جاری ہوا تھا جو اشاعت السنۃ ”نمبر ۹ جلد ۸ میں منقول ہو چکا ہے۔“

ہندوستان دارالاسلام ہے

بٹالوی صاحب لکھتے ہیں،

”جس شہر ملک میں مسلمانوں کو مذہبی فرائض ادا کرنے کی آزادی حاصل ہو وہ شہر ملک دارالحرب نہیں کہلاتا۔ پھر اگر وہ دراصل مسلمانوں کا ملک یا شہر ہو اقوام غیر نے اس پر تغلب سے تسلط پایا ہو، جیسا کہ ملک ہندوستان ہے، تو جب تک اس میں اوائے شعائر اسلام کی آزادی رہے، وہ مجسم حالتِ قدیم دارالاسلام کہلاتا ہے۔“

دنیا کا کوئی مسلمان بادشاہ گورنمنٹ سے جہاد نہیں کر سکتا۔

بٹالوی صاحب لکھتے ہیں،

”اس مسئلہ اور اس کے دلائل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ملک ہندوستان باوجودیکہ سیاسی سلطنت کے قبضہ میں ہے، دارالاسلام ہے، اس پر کسی بادشاہ کو حرب کا ہونا مجرم کا مہدی سوداں ہو یا خود حضرت سلطان (شرکی کا بادشاہ) شاہ ایران ہو خواہ امیر خراسان مندی لڑائی و چڑھائی کرنا جائز نہیں ہے۔“

جہاد کہیں بھی نہیں ہو سکتا

مولوی محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں،

”ان وقتوں میں سے ایک اور نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں بھی شرمی جہاد کی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ اس وقت نہ کوئی مسلمانوں کا امام موصوف بصفات

شرائط امامت موجود ہے اور مذاکرہ کو ایسی شکوت و جمیعت حاصل ہے جس سے وہ اپنے مخالفوں پر فتح یاب ہونے کی امید کر سکیں۔

ہم جب کسی بعض اخبارات میں خبر دیکھتے ہیں کہ سلطنت روم کی ریاست افغانستان و خیو بلار اسلام سے جہاد کا اشتہار دیا گیا ہے تو ہم کو سخت تعجب ہوتا ہے اور اس خبر کا یقین نہیں آتا کہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس وقت کوئی زمین پر امام کہاں ہیں جس کی پناہ میں اور اس کے امور و معاملات سے مسلمان جہاد کر سکیں اور ایسی جمیعت و شکوت کس کو میسر ہے جس سے وہ اپنے دشمنوں اور مخالفوں پر فتح یاب ہونے کی امید کر سکیں۔

بعض لوگ جب تسلیم سے راہ فرما اختیار نہیں کر سکتے تو یہ منہ تراشتے ہیں کہ اس قسم کے کارناموں کی ذمہ داری بٹالوی صاحب یا چند دیگر افراد کے سر ہے مثلاً کہ بٹالوی صاحب خاں ملا لا قضا پر پورے ملک کے سیکڑوں علماء سے تصدیق حاصل کی تھی، چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ”یہ رسالہ میں نے سلاطین و امراء کی تالیف کیا اور اس میں علماء اسلام کی رائیں لینے اور ان کا اتفاق رائے حاصل کرنے کے لیے لاہور سے عظیم اکابر و پٹنہ تک سفر کیا اور اکابر علماء مختلف فرقہ ہائے اسلام کو یہ رسالہ عرف بکرت منکران کا اتفاق رائے حاصل کیا اور بعض علماء ہندوستان و پنجاب میں وہاں راقم خود نہیں جاسکا اس لیے کہ متعدد کاپیاں بھیجا کر ان بلاد کے اکابر علماء کا اتفاق رائے حاصل کیا یہ سچ ہے“ میں اس رسالہ کے اصل اصول مسائل کو جس مختصر غیر ۱۱ جلد ۱۲ رسالہ شائع شدہ بعنوان استشہاد عام لوگوں میں شائع کیا اور اس میں عام اہل اسلام کو ان مسائل میں اپنی آراء عام کرنے کا موقع دیا جس پر بہت سے مباحث ہندوستان و پنجاب کے

(جہاں وہ نہیں پہنچا) صد ہا عوام و خواص نے ان مسائل کی نسبت اپنا اتفاق رائے ظاہر کیا۔

صاف ظاہر ہے کہ اس رسالہ کے مندرجات تمام اہل حدیث کے اتفاق تھے،
بٹالوی صاحب کے انفرادی نظریات نہ تھے۔

قصود میں اہل حدیث کے سرکردہ علماء میں مولوی غلام علی قصوری ثم امرتسری اور مولوی مرزا فتح محمد ریگ تھے۔ وہ دونوں بٹالوی صاحب سے بھی پہلے جہاد کے حرام ہونے کا فتویٰ دے چکے تھے۔ اس وقت ہمارے سامنے مرزا فتح محمد ریگ کی گنگوہی میں شائع ہونے والے پہلے رسالہ انجمن مفید عام قصور کا ایک شمارہ ہے جس میں مرزا نے موصوف کے رسالہ جہاد پر پیریدہ مرزا ایک معاصر اخبار سے نقل کیا گیا ہے۔ ذیل میں اس کے چند اقتباس پیش کیے جاتے ہیں:

”مرزا صاحب (فتح محمد ریگ) نے جملہ ساکنان پنجاب کی نسبت اعلیٰ احکام کیے سامنے بارہا ظاہر کیا ہے کہ وہ سب کے سب بمقابلہ گورنمنٹ جہاد کو حرام عیاں کرتے ہیں۔“

علاوہ بریں اور بہت سے علماء دین نے جو اس مسئلہ کی بابت بہت کچھ لکھا اور کہا ہے ان کا کیا نقصان ہوا؟ جیسا کہ جناب مولانا حضرت مولوی سید محمد خاں صاحب جہاد انجمن الہند نے ایک رسالہ ڈاکٹر بنسٹر کے جواب میں لکھا اور مولوی غلام علی صاحب امرتسری ایک مدت سے اس مسئلہ کو بیان کر رہے ہیں، صاحب کفر الذکر خاص کر کے اس وقت بھی جہاد کو مخالف گورنمنٹ انگریزی ایسا ہی ناجائز اور حرام کہتے تھے، جبکہ مولوی محمد حسین بٹالوی اس مسئلہ میں ان کے برخلاف تھے۔

لے محمد حسین بٹالوی، الاقتصاد، ص ۲-۲

لے رسالہ انجمن مفید عام قصور، شمارہ فروری ۱۸۸۰ء، ص ۲۲

لے القضاء، ص ۲۳-۲۴

بٹالوی صاحب تو زبانِ مال سے یہ کہتے ہوں گے۔

نہ تہنہا من دریں سے غارت مسم

ان تفصیلات کو ذہن میں رکھتے ہوئے ایک اقتباس کا مطالعہ فرمائیے۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ جو حیرت ہوئے بغیر نہ رہ سکیں گے۔

اور اس دور میں جبکہ ہندوستان کے خالق اور خدائے انگریزوں کی حمایت میں

جہاد کو ناجائز قرار دے رہے تھے اور ہندوستان کو دارالاسلام بتا رہے تھے اہل تشیع

نہ صرف ہر طریقے سے قوم کو جہاد کا درس دے رہے تھے، بلکہ عملاً جہاد میں

شریک بھی تھے اور پورا ہندوستان کے جہاد کے نعروں سے گونج رہا تھا۔

شاہ اسماعیل دہلوی کی تقریر کا ایک اقتباس اس سے پہلے گزر چکا ہے اس موقع کی سبب

سے دوبارہ تعلق کر دینا مناسب رہے گا۔

آن پر (انگریز کے خلاف) جہاد کسی طرح واجب نہیں.....

بلکہ اگر ان پر کوئی حملہ ہو تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور

اپنی گورنمنٹ پر انج نہ آنے دیں۔

ظہیر صاحب کہتے ہیں کہ اہل حدیث نہ صرف ہر طریقے سے قوم کو جہاد کا درس دے رہے

تھے، بلکہ عملاً جہاد میں شریک بھی تھے۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ انگریز کے خلاف جہاد کا

درس دیا جا رہا تھا یا جہاد کیا جا رہا تھا اور مخالف و شواہد بھی یہ گواہی دے رہے ہیں کہ دہلوی سے

لے کر بٹالوی تک انگریز کے خلاف جہاد کو ناجائز قرار دیتے تھے، ان کا جہاد صرف

خفی مسلمانوں کے خلاف تھا یا سمجھتوں کے خلاف جو انگریزوں کے لیے مستقل دھم مسم کی

حیثیت رکھتے تھے۔

۱۵۷ء کے مجاہدین مفسد، بدکردار، باغی

محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں:

مفسدہ علماء اور میں جو مسلمان شریک ہوئے تھے، وہ سخت گنہگار اور مکرم قرآن و حدیث و مفسدہ و باغی، بدکردار تھے، اکثر ان میں عوام کا لانعام تھے۔ بعض جو خواص و علماء کہلاتے تھے، وہ بھی اصل علوم دین (قرآن و حدیث) بے بہرہ تھے یا ناقص و بے سمجھ، یا خبر و سمجھ دار علماء (اہل حدیث) اس میں بزرگ شریک نہیں ہوئے اور نہ اس فتویٰ پر جو اس فساد کو جہاد بنانے کے لیے مفسدہ لیے پھرتے تھے، انہوں نے غرضی سے دستخط کیے۔

یہی وجہ تھی کہ مولوی اسماعیل دہلوی جو حدیث و قرآن سے باخبر اور اس کے پابند تھے، اپنے ملک ہندوستان میں انگریزوں سے دہلی کے امیر محمد میں بہتے تھے، نہیں لڑے اور نہ اس ملک کی ریاستوں سے لڑے تھے۔ اس ملک سے باہر ہر کفر و کھنڈوں سے جو مسلمانوں کے مذہب میں دست اندازی کرتے تھے، کسی کو اونچی اذان نہیں کہنے دیتے تھے، لڑے۔

جہاد حرام

دعوتِ جہاد کے ایک اہل حدیث لکھتے ہیں،

”حکام نے مولوی محمد حسین صاحب سے پوچھا کہ تمہارے مذہب میں ہر کفر سے جہاد درست ہے یا نہیں؟ تب انہوں نے ایک کتاب لکھی اور بہت علماء سے دستخط کرا کے بھیجی کہ ہم لوگ اہل حدیث کے مذہب میں بادشاہ سے جس کے امن میں رہتے ہیں، جہاد حرام ہے۔“

الاقتصاد کے علاوہ مولوی محمد حسین بٹالوی کی احادیث میں شائع ہونے والے جریدہ اشاعت السنۃ کی فائلیں گواہ ہیں کہ فرقہ اہل حدیث نے گورنمنٹ کے حضور کس کس طرح اپنی وفاداری کے ثبوت فراہم کیے ہیں۔

”اشاعت السنۃ نے گورنمنٹ میں اہل حدیث کی وقت کو برباد کیا اور ان کی وفاداری کا ثبوت دے کر دایرِ بغاوت پر دیا، اصل ان کے دشمنوں کا اختراع تھا اور شایع۔“

سرفیکٹ (اعزازِ شرف)

اسرارِ مہرِ شمس کے سرفیکٹ میں سرچارلس کمپسین صاحب بہادر سابق نواب
پرنسٹن گورنر بہادر پنجاب لکھتے ہیں،

”ابوسعید محمد حسین فرقہ اہل حدیث کے ایک سرگرم رکن مولوی اور فرقہ اسلام
کے وفادار اور ثابت قدم وکیل ہیں، ان کی علمی کوششیں لیاقت سے ممتاز ہیں
وہ دینِ ملکہ معظمہ کی وفادار رعایا میں سے ہیں۔“

اگر کوئی محقق انگریز اہل حدیث کی وفاداری کے عنوان پر اشاعتِ السنۃ کی بنیاد پر
تحقیقی مقالہ لکھنا چاہیے تو ضخیم مقالہ لکھ سکتا ہے اور اگر اس موضوع پر اس رسالہ کے متعلقہ
صفحات کے عکس ہی جمع کر دیئے جائیں، تو اچھی خاصی کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

مولوی محمد یونس خاں اہل حدیث، رئیس و تاول، علی گڑھ نے مولوی محمد حسین بٹالوی کی
حمایت میں ایک مضمون لکھا تھا، اس کے چند اقتباس ملاحظہ ہوں،

رفقارِ زمانہ سے واقف

حقیقت میں مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب اہل حدیث کے فرستہ میں
پہلے وہ شخص ہیں جو زمانہ کی رفقار سے واقف ہوتے ہیں اور شیعہ اسلام کی رُو
سے بہاوت اور گورنمنٹ ملکہ معظمہ کے تعلقات کو بچے ہیں اور ان کو ظاہر کیا ہے
..... جب کہ تمام ملکی اور تمام مذاہب کی رعایا حضورِ ملکہ معظمہ کی بچاؤ
جشن میں اظہارِ سترت کر رہے ہیں۔ کیا صرف فرقہ اہل حدیث ہی ایسا ناسپاس
اور خیر و بد معاوضے کے اظہارِ خوشی سے سکوت اختیار کرے۔“

بٹالوی صاحب لکھتے ہیں،
 "اس کارروائی کے پہلوؤں کو وہی لوگ خوب سمجھ سکتے ہیں جو پولیٹیکل امور کے
 سمجھنے کا دماغ رکھتے ہیں۔"

خوفناک انگریزی مظالم

احسان الہی ظہیر لکھتے ہیں،

"انگریزی استعمار نے ہندوستان میں مسلمانوں کا بسا اُس حکومت لپیٹ دیا
 اور ۱۹۴۷ء میں ان کے خون بہاتے، ان کی شوکت کو توڑا، ان کی قوت کو کمزور کیا
 ان کے علماء کو ہمسایوں پر چڑھایا، ان کے قائدین اور زعماء کو قید و محبوس کیا۔"

اس میں شک نہیں کہ انگریز کے مظالم نے ہندو کو اور چنگیز کی رُوح کو شرمایا، لیکن
 علمائے اہل حدیث، ملکہ کوٹوالہ کو ماد مہربان قرار دے رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے
 ایسی شفیق ملکہ ہماری سلطنت کی کے لیے بنائی ہے، تو اس نتیجہ میں جن محسوس ہوتا ہے کہ ان عقلمند
 نے دتو جنگ آزادی میں حصہ لیا تھا اور نہ ہی مورخہ جناب بنے۔ انہوں نے تو اپنے دل ہندو
 عقیدت سے گورنمنٹ کو اپنی وفاداری کا یقین دلادیا تھا۔

مادر مہربان

مولوی محمد یونس اہل حدیث رئیس داتاؤں لکھتے ہیں،
 "ہم اپنی ملکہ مادر مہربان کی خوشی کے کیونکر ساتھ نہ ہوں؟ کون ملکہ جس نے
 ہماری شوخ بچہوں اور خجھوسریوں کو بالکل اپنے دل سے فراموش کر کے خدا

شہر کے بعد پھر ہم کو غلط آواز دی گیا اور جس نے اپنی ایک نگاہ عنایت اور ایک دستخطی فرمان سے ہمارے غریبوں کا حلف کیا، ہماری جانداروں واپس کیے۔ ۱۷

ملکہ ہماری سلطنت ہی کھیلے بنائی گئی ہے

”جب ایسی شہنشاہ ملکہ پروردگار نے ہماری خوش قسمتی سے ہماری سلطنت کے واسطے بنائی ہے تو بتائیے کہ عقلاً و عرفاً و شرعاً کیونکہ ہم اس کی خوشی کو اپنی خوشی نہ سمجھیں؟ اس کے رنج کو اپنا رنج تصور نہ کریں، اگر ہم ایسا نہ کریں تو ہم پر غریب ہے۔ ۱۸

ہم ڈھکے کی چوٹ پر گورنمنٹ کا ساتھ دیں گے

”اگر آپ کے دست و پاؤں میں قوت ہو جہاد کیجئے، مگر یاد رکھیے کہ ایسا صاحب کا ساتھ دو، ایک خارج از قتل ہی دیں گے اور میں اور میرے ساتھی تو دھمکی پر سے بادشاہ وقت کا ساتھ دیں گے۔ ۱۹

ملکہ کی خیر خواہی میں جان دینا باعث فخر

”اگرچہ یہ ہے کہ اپنی ملک کی خیر خواہی کے واسطے جس کی سلطنت میں لکھنؤ کھما فرائد ہم کو حاصل ہوئے ہیں اپنی جان کھودینے یا جہاد کی جان لینے کو اپنا فخر

۱۷ محمد یونسؒ، ۱۸ اشاعت السنہ ۱۳۵۵، ۱۹ اشاعت اقل، ص ۲۴

ص ۳۱

ص ۲۲

۲۱ اشاعت

۲۲ اشاعت

بجھتے ہیں۔ ۱۸۵۷ء کے مجاہد بے وقوف تھے

وہ لوگ اگرچہ ہمارے بزرگ یا قرائی ہوں مگر بے وقوف اور ہموان تھے جنہوں نے
شعبہ کے خد کو برپا کیا تھا، اصل بات یہ ہے کہ وہ ہماری طرح اس سلطنت
کے فوائد سے واقف نہ تھے۔

برٹش گورنمنٹ ہی میں ہماری ترقی ہے

جبر ہے وہ صاحب افغانستان میں سخت کی پیروی کا وعظ کہیں یا کونہ منظر
میں مدعو شرعی کو ہماری کریں یا بھاننا میں جو ایک مسلمانی ریاست روس کے ماتحت
ہے اپنے کو غیر معتقد ظاہر کریں حضرت اس صورت میں یا تو آپ کا ہاتھ یا کان یا ناک
نہ ہوگا یا آپ خود نہ ہوں گے۔ برٹش گورنمنٹ ہی میں آپ کی ترقی ملتی ہے اور جگہ کیا
مجال جو آپ اپنی زبان تک بلا سکیں۔

مسلمانوں کو برٹش کا مطیع بنانا

ڈاکٹر ابو محمد جمال الدین اہل حدیث دکنوی، ضلع ساگر زیر عنوان اس ایک مسئلہ
خلافت کے بیان کے لیے انتہا فوائد میں لکھتے ہیں،

• مسلمانوں کو برٹش کا زیادہ مطیع بنانا اس کے فوائد بھی واقفان معاملات
پولٹیکل پر غنی نہیں ہیں۔

• مسٹر بلنٹ نے ترقی و بحیثیت اسلام میں اور مسعودی اسلام کے کام کو سفلیں

سامعی ہیں، کی مخالفت سے لوگوں کو باز رکھنا جس سے اتفاق اہل اسلام و ترقی
اسلام کی تدابیر میں رخنہ اندازی نہ ہونے پاوے۔ ان میں سے ہر ایک فائدہ میں
اور بھی بے شمار فوائد ہیں۔

انعام و نسا

اشاعت السنۃ کی فائلوں سے چند اقتباسات گزشتہ صفحات میں پیش کیے گئے ہیں جن
سے یہ حقیقت بے نقاب ہو جاتی ہے کہ اہل حدیث کے وکیل مولوی محمد حسین ثالوی نے اپنی پوری
جماعت کو انگریز حکومت کے حامی مہر و فاسے وابستہ رکھا، یہاں تک کہ گورنمنٹ نے نہ صرف
ان کی وفاداری کا کھٹے دل سے اعتراف کیا بلکہ انہیں انگریزوں کے طور پر انعامات سے بھی نالا مال کیا۔
مولوی محمد حسین ثالوی اپنی وصیت میں لکھتے ہیں،

اے امانی بر خدا تعالیٰ نے گورنمنٹ سے مجھے دلائی ہے، چار مربع ٹمبے
مسعود عالم ندوی (اہل حدیث) لکھتے ہیں،

ہندوستان کی جماعت اہل حدیث موجودہ شکل میں نمایاں ہوئی اور ان کے سرگرم
مولوی محمد حسین ثالوی نے سرکار انگریزی کی اطاعت کو واجب قرار دیا اور مدبر وقت
کے بعض مشہور جنفی علماء (ملا نا فضل حق خیر آبادی ادراجی امداد اللہ صاحب بابا برکتہ
کو سرکار سے بغاوت کے طعنے دیئے۔

انعام ملنے کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں،

مولوی محمد حسین ثالوی نے جہاد کی منسوخی پر ایک رسالہ (الاتصال فی مسائل
الجہاد) فارسی زبان میں تصنیف فرمایا تھا اور مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے بھی

اشاعت السنۃ، ج ۷، شمارہ ۸، ص ۲۲۷

اشاعت السنۃ، ج ۱۹، شمارہ ۹، ص ۲۷۷

ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص ۸-۲۷

لے ابو محمد جمال الدین

لے محمد حسین ثالوی

لے مسعود عالم ندوی

شائع کرانے تھے۔ معتبر اور ثقہ راویوں کا بیان ہے کہ اس کے معاوضے میں ہرکار
انگریزی سے انہیں جاگیر بھی ملی تھی۔ اس رسالہ کا پہلا حصہ ہمارے پڑشیا نمبر سے
بدلی کتاب تحریف و تدلیس کا عجیب و غریب نمونہ ہے۔

بٹالوی صاحب نے اپنی پوری قوم کو اس رنگ میں رنگ دیا تھا۔

”اس رسالے (الافتصاد) میں جہاد کو مشغوع ثابت کرنے کی کوشش کی گئی
ہے۔۔۔۔۔ اور انگریزی معرکہ میں اس کے ترجمے بھی شائع ہوئے اور انگریزی
اور اردو ترجمے سرکار اس ایچی سن اور مسیحیسن لائل گورڈان پنجاب کے نام منسوب
کیے گئے۔۔۔۔۔ اللہ مرحوم کی مغفرت کرے، اس کتاب پر انعام سے بھی
سرفراز ہوئے تھے، جماعت اہل حدیث کو فرقہ کی شکل دینے میں ان کا حصہ ہے
اور یہ ہی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے اس سادہ لوح فرقے میں وفاداری کی غرور پیدا
کی۔“

واقعہ بھی یہ ہے کہ انگریز اپنے وفاداروں کو نوازنے میں بخل سے کام نہیں لیتا تھا۔
اس نے اپنے وفاداروں کو نواز اور خوب نوازا۔ امام احمد رضا بریلوی پر ان کے من الغین
شدید سے شدید التزامات عائد کرنے سے نہیں پرکتے، لیکن آج تک بڑے سے بڑا مخالف
یہ ثابت نہیں کر سکا کہ انہیں یا اُن کے صاحبزادوں کو گورنمنٹ نے شش سالہ تعلیم کا خطاب دیا
ہو کوئی جاگیر یا کوئی انعام دیا ہو، پھر یہ کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ وہ انگریز کے حمایتی یا مددگار
تھے اور انگریز کے سب سے بڑے دشمن ملہار اہل حدیث تھے؟

میاں نذیر حسین دہلوی

میاں صاحب ۱۲۲۰ھ / ۱۸۰۵ء میں بہار کے ایک گاؤں سکودج گڑھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء میں دہلی میں فوت ہوئے۔ اہل علم کی بڑی تعداد کا کار پھوڑی، اہل حدیث میں شیخ الکمل کے لقب سے مشہور ہوئے۔ برٹش گورنمنٹ کی طرف سے شمس العلماء کا خطاب ملا۔

پہلا دور

میاں صاحب کے استاد اور سرسرمولانا عبدالحق دہلوی اور دوسرے استاد شاہ محمد اسحاق دہلوی حنفی تھے اور غیر متقلدین کے طرز عمل کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ نواب محمد طرب الدین نے ۱۲۸۵ء میں ایک کتاب تحفۃ العرب و اہم کے نام سے لکھی، اس میں لکھتے ہیں،

اُس وقت میں جناب مولانا محمد اسحاق صاحب مرحوم اور مولوی محبوب علی صاحب مرحوم اور مولوی عبدالحق صاحب مرحوم دہلی میں موجود تھے اور یہ صاحب ایسے لوگوں (غیر متقلدین) سے بہت ہی ناراض رہتے تھے اہل ان کے کلمات سن کر حیرت مہارک سرخ برجاتا تھا اور فرماتے تھے کہ پھر یہ لوگ ضال (گمراہ) ہیں اور مولوی محبوب علی صاحب ایسے لوگوں کو، بہتر فرقہ کا ملعونہ فرماتے تھے اور قلع قمع ان لوگوں کا بوجہ احسن کرتے تھے۔ اور مولوی عبدالحق صاحب بھی ان کا مذقہ کہ

یوہرہ اسمن فرماتے تھے اور خوب ان کی گت کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ لوگ

چھوٹے رافضی ہیں۔ ۱۰۷

اس وقت میاں صاحب بھی حنفی تھے اور غیر متقلدین کے رد میں سنی مبلغ کرتے تھے۔

نواب صاحب لکھتے ہیں:

”مجموعہ ان کے سینہ نذیر حسین صاحب نے بھی دفع اس فتنہ میں بہت سعی کی کہ مولوی حنفی اور عبد الجبار پوری سے اس باب میں بہت گفتگو کر کے ان کو ساکت کیا بلکہ ان کے جہاں بوجھ فلکوں میں ایک رسالہ لکھا اور اس میں تعریفیں امام صاحب کی اور حقیقت اپنے مذہب حنفی کی اور جواب مخالفین کے اور حرجیت مذہب غیر کی بیان کی اور روادۃ اسرار پر پر خلاف اسراریت تمسک مذہب حنفی کی کریں۔ ہمدردی و قدح یوہرہ احسن فرما کر ان کو ضعیف بنایا اور ہمارا اپنی زبان مبارک سے ان کا مذہب ہول کو رافضیوں کا بھائی کہا۔ ۱۰۸

ایک وقت تھا کہ میاں صاحب دل و جان سے اسلاف کا ساتھ دیتے تھے ظاہر متقلدین کا زبانی اور قلبی رو کرتے تھے۔ نواب صاحب لکھتے ہیں:

”اس بلا کے دفع میں سینہ نذیر حسین صاحب بہان و دل ہمارے ساتھ ہے۔ حاشی کہ تنزیہ العینین کے مضامین کے رد میں جس کو لوگ منسوب مولانا اسماعیل کی طرف کرتے ہیں۔ بدل ایک رسالہ عربی میں لکھا اور سورۃ فاتحہ کے نہ پڑھنے میں پیچھے امام کے بھی ایک رسالہ لکھا اور اخفاء آئین اور عدم رفع یدین وغیرہ میں بھی خوب خوب عباراتیں اور دعائیں لکھیں اور لکھا کہ عدم رفع یدین حجاز میں اہل حق ہے اور رفع منسوخ اور مذہب حنفی کی بہت سی تعریفیں لکھیں۔ چنانچہ وہ اب تک میرے ایک

لے محمد قطب الدین دہلوی، نواب، تحفۃ العرب عالم دہلی، ص ۲۴۲

دوست کے پاس موجود ہیں۔ لے
 اس وقت میاں صاحب دعویٰ سے کہتے تھے کہ مذہب حنفی قرآن و حدیث سے
 ثابت ہے۔ ذواب قطب الدین لکھتے ہیں،
 اور چونکہ سید صاحب اس فقیر سے نہایت محبت رکھتے تھے۔ ہر جمعہ کو میرے
 ہاں آتے اور بار بار فرماتے کہ ہم اور تو کچھ جانتے نہیں، ہم کو کوئی بات ہے کہ فلاں
 مسئلہ حنفیہ کا خلاف قرآن یا حدیث کے ہے۔ دیکھو تو ہم کس قرآن و حدیث
 سے ثابت کرتے ہیں۔ لے

دوسرا دور

طالب علمی کے دور میں ہی میاں صاحب کے مزاج میں آداوری کے آثار پائے جاتے
 تھے، اسی لیے ایک موقع پر شاہ محمد اسحاق نے کہا تھا،
 اُس لڑکے سے وہابیت کی جھلک آتی ہے۔ لے
 پچاس سال کی عمر تک حنفی رہنے کے بعد اس وقت رنگ بدلا، جب جنگ آزادی
 ۱۸۵۷ء کے بعد انگریز ہندوستان میں اپنے قدم جما چکا تھا، ابتداءً غیر مقلدین کی نشست
 میاں صاحب کے ہاں رہتی تھی، ان کے ہاں حلقہ جتنا تھا۔
 بعد فدر کے لاڈلوں نے یہ پیرایہ اختیار کیا کہ سید فخر حسین صاحب کے
 پاس حلقہ باندھ باندھ کر بیٹھنا شروع کیا۔ کیا مسجد میں، کیا ان کے مکان پر،
 اور جب کوئی بات لا مذہبی کی منہ سے نکالیں یا عمل کریں تو حوالہ سید صاحب کا
 لے محمد قطب الدین، ذواب، حنفیہ العرب، جامعہ، ص ۵
 لے ایضاً، ص ۶۵-۵
 لے فضل حسین مہاروی، الحیۃ بعد الممات (مکتبہ شیب بکلاچی) ص ۵

دے دیں، ہم لوگ ان کو جھٹلا دیں کہ تم جسوٹے ہو، وہ ایسے ہرگز نہیں ہیں۔
 اور جو کوئی صاحبِ مسند صاحب سے ان کا مقولہ کہے کہ وہ آپ کا حالہ ہیتم ہیں
 تو سید صاحب یہی فرما دیں کہ وہ جاہل ہیں، اُن کا کیا اعتبار؟
 آخر فرست بایں جا رسید کہ اماموں پر اور ان کے اتباع پر حکم کھانا تیرنے ہونے
 اور اِتَّخَذُوا اَحْبَابًا هُمْ کے مصداق تھے، مٹھبرائے نہ
 میاں صاحب کا ایک طرف احادیثِ اساتذہ ملاحظہ ہو،

”یہاں مسائل میں بھی انہیں بزرگوں کے اقوال سے منسلک اور منسلکاتے
 ہمارے حضرات یوں فرماتے ہیں؟ اُس پر کوئی آدو طبع طالب علم اگر کہہ دیتا کہ حضرت
 کا کہنا سہ نہیں ہو سکتا، جب تک قرآن و حدیث سے سند نہ دی جائے، تو بہت
 خفا ہو کر فرماتے ”مردود! کیا پھر تراکس کرتے تھے، ایسی ہی اڑان گھاٹی اڑاتے تھے؟
 دوسری طرف ائمہ مجتہدین سے بے اعتنائی کا یہ عالم،
 آپ جب کوئی حدیث صحیح فرماتے اور کوئی شخص اس کے معارض کسی ائمہ مذہب
 کا قول پیش کر دیتا تو برہم ہو کر فرماتے ”سنو ایہ بزرگ ہم سے بڑے، میرے باپ
 سے بڑے، اماں سے بڑے، مگر رسولِ خدا سے بڑے نہیں۔“

اس کا مطلب سوائے اس کے کیا ہے کہ ائمہ مجتہدین ساری عمر گھاس کاٹتے رہے تھے،
 اسی لیے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے خلاف احکام بیان کر دیتے تھے۔ مساندِ مذہب
 میاں صاحب کے اساتذہ شاہ محمد اسحاق اور مولانا عبدالحق و حیدر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کے مقلد اور متغنی تھے۔

۶ ص	تحفۃ العربیہ عالمگیری	۱۰ محمد قطب الدین، صاحب
۲۳ ص	الحیاء بعد المات	۱۱ فضل حسین پوری
	۲۸۵ ص	۱۲ ایضاً

پھر تو میاں صاحب نے کھل کر تقلید ائمہ کالہدہ اکامدیا اور غیر متقلدین کے امام کہلاتے
نواب محمد قطب الدین لکھتے ہیں،

”فائدہ ہوں نے نہ مانا اور لا مذہبی میں زیادہ معتز ہوئے اور فطرت و برسات
سید صاحب (دکے) پاس زیادہ رکھنے لگے اور سید صاحب کو ایسا اور غلامنا اور اپنی
ساتھ ساتھ کہ سید بھی ان کی منوفی و شکوری میں لٹیں کر ان کی حمایت کرنے لگے
اور کہنے لگے کہ میں تو بیس بائیس برس سے ایسا ہی تھا، پر کسی کو معلوم نہ تھا اور میں کیا
کروں مجھ کو تو رو بھی ٹوچتی ہے۔“

میاں نذیر حسین دہلوی کو روایت اور ترک تقلید کی راہ پر لگانے میں سرتیہ کا بھی ہاتھ
تھا۔ پروفیسر محمد اویب قادری لکھتے ہیں،

”سرسید احمد خاں ایک ممتاز اہل حدیث عالم مولانا محمد ابراہیم ندوی کو اپنے
ایک مکتوب متوجہ۔ افروری ۱۹۰۷ء میں لکھتے ہیں،

جناب سید نذیر حسین دہلوی صاحب کو میں نے نیم چڑھا دہانی بنایا ہے۔
وہ نہاد میں رفع یدین نہیں کرتے تھے، مگر اس کو سنت ہندی مانتے تھے۔ میں
نے عرض کیا کہ نہایت افسوس ہے کہ جس بات کو آپ نیک جانتے ہیں، لوگوں کے
خیال سے اس کو نہیں کرتے۔ جناب مددح میرے پاس تشریف لاتے تھے۔
جب یہ گفتگو ہوئی، میں نے سنا کہ میرے پاس سے اٹھ کر وہ جامع مسجد میں
عصر کی نماز پڑھنے گئے اور اُس وقت سے رفع یدین کرنے لگے۔“

نواب محمد قطب الدین نے تہذیب الحق اور توفیر الحق کے نام سے دور سالے لکھے ہیں جن میں مذہب
حنفی کو قرآن و حدیث اور اجماع کے دلائل سے ثابت کیا اور امام معین کی تقلید کی ضرورت کو واضح

کیا۔ میان صاحب نے ان کے جواب میں مسیحا الحق نامی کتاب لکھی،
 اسے مستور الحق کے جواب میں رسالہ معیار لکھا کہ اس سے تمام مقلدین کیا اویلا
 اور کبار علماء و صلحاء، متقدمین و مشاخرین، مشرک و بدعتی، ٹھہرے، اسے صاحب کی
 ذات سے بعید ہے کہ ایسے دہلیات لکھیں، مگر جو اس کام سے وہ امتداد و
 دیار میں ایسے حکم و قرار دیتے ہیں کہ حاجت بیان کی نہیں، پر اس کو بھی انہوں
 نے اپنا نام لکھ دیا۔

اب صاحب آقا مجتہدین کی راہ سے برگشتہ لوگوں کی حالت پر افسوس کرتے ہوئے لکھتے ہیں
 "افسوس صد افسوس! ان لوگوں سے کہ مذہب مجتہدین غیر القرون کا چھوڑ کر تاجری
 غیر مجتہدین انہم اس زمانہ فساد انگیز کی کرتے ہیں اور زبان طعن کی اکابر دین پر دل رات
 جاری رکھتے ہیں۔ بیت۔

چل خدا خواہ کہ پردہ کس دند
 میلش اندر طعنه پاکاں دند

انعام یافتہ وفادار

دیگر علماء اہل حدیث کی طرح میان صاحب بھی برٹش گورنمنٹ کے دل و جان سے
 وفادار تھے۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں پاس وفاداری کی خاطر حصہ نہ لیا۔ ان کے سوانح نگار
 نے جلی سٹریٹ قائم کی ہے۔

گورنمنٹ انکمشنر کے ساتھ وفاداری (ولائیٹی) تھ

۱۔ محمد قطب الدین، ذاب، تحفۃ العرب و اہم

ص،

من ۱۱

۲۔ ایضاً،

الحیاء بعد المآة

۳۔ فضل حسین بہاری،

ص ۱۱۳

اس شہسرخ کے تحت سوانح نگار لکھتے ہیں،
 ”مج کو باتے وقت بھی جو چمکی کشزدہلی وغیرہ نے میان صاحب کو دیکھی،
 اس کی نقل سفر حج کے بیان میں جتنی ناظرین کی بات کی، مگر اسی کے ساتھ یہ بتانا
 بھی ضروری ہے کہ میان صاحب بھی گورنمنٹ انجمنیہ کے کیسے وفادار تھے، زمانہ مذکور
 میں وہیں جبکہ دہلی کے بعض مقتدر اور مشہور معمولی مولویوں نے انگریزوں پر
 جہاد کا فتویٰ دیا، تو میان صاحب نے نہ اس پر دستخط کیا نہ مہر۔ وہ خود فرماتے تھے
 کہ میں وہ ہنرمند تھا، بہادر شاہی نہ تھی۔ وہ سپاہ بڑے بہادر شاہ کیا کرتا؟
 مشرقات الارض خانہ براندازوں نے تمام دہلی کو غارت کیا، یوں، تباہ اور برباد
 کر دیا، مشرقات امارت و جہاد بالکل مفقود تھے، ہم نے تو اس فتوے پر دستخط کیا
 کیا، مہر کیا کرتے اور کیا لکھتے؟ مفتی صدر الدین خاں صاحب پکڑے میں آگئے۔
 بہادر شاہ کو بھی بہت سمجھایا کہ انگریزوں سے لڑنا مناسب نہیں ہے مگر
 وہ باغیوں کے ہاتھوں میں کھٹکتی ہو رہے تھے، کرتے تو کیا کرتے؟
 یہ دیکھتے ہوئے حقائق ہیں، خود بخود سب کچھ ظاہر کر رہے ہیں، واقعات کو تو مرد و کران سے
 من مانے نتائج نہیں نکالے گئے۔

حالت جنگ میں درس جاری رہا

جن حضرات نے جنگ آزادی، ۱۸۵۷ء میں کسی طور پر بھی حصہ لیا، سقوط دہلی کے وقت
 ان پر نزاع کی کیفیت طاری تھی، لیکن میان صاحب پورے اطمینان کے ساتھ درس و تدریس
 میں مصروف تھے۔ اگر اس جنگ میں ان کا کوئی حصہ ہوتا یا انہیں کسی قسم کا خطرہ دامن گیر ہوتا تو
 حالت دیگر گئی ہوتی۔

دوسرے امتحان میں ۱۵۵۱ء کے خدا میں آپ کا سیب ہوئے جس نے مانے
میں مولانا عبداللہ غفرانی قدس سرہو آپ سے سچ بخاری پڑھتے تھے اور اسی مسجد
کے اوپر سے قہر کے گولے دنا دل گورتے تھے، یہاں تک کہ ایک ایک ایک گولہ
حالت سبقت میں اگر گرا، مگر تپ (میاں صاحب) ہراساں ہوتے اور سچ بخاری
کو بند کیا اور جب تک اٹھریزوں نے دلی کو فتح کر کے اہل دلی کو نکال دیا، آپ
نے جان کے خوف سے دلی نہ چھوڑی، لہ

جہاد باعثِ ہلاکت و معصیت

میاں صاحب کے فتووں کے مجموعہ فتاویٰ نذیریہ کی کتاب القارۃ والجماد میں
ایک سوال یہ ہے کہ جہاد فرض میں ہے یا فرض کفایہ؟ میاں صاحب نے جواب دیا کہ جہاد
فرض کفایہ ہے، مگر جہاد کی کئی شرطیں ہیں، جب تک وہ نہ پائی جائیں گی، جہاد نہ ہوگا۔ پھر
فرضیت جہاد کی چار شرطیں بیان کی ہیں اور آخر میں لکھتے ہیں،

”پس جب یہ بات بیان ہو چکی، تو میں کہتا ہوں کہ اس زمانے میں ان چار شرطوں
میں سے کوئی شرط موجود نہیں، تو کیونکر جہاد ہوگا ہرگز نہیں۔“

خاص طور پر انگریزی اقتدار کے دور میں جہاد کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں،
”غلاوہ بری ہم لوگ معاہدہ ہیں، سرکار سے جہاد کیا ہوا ہے، پھر کہیں کہ جہاد کے
مخلاف کر سکتے ہیں، جہاد شکنی کی بہت مذمت حدیث میں آئی ہے۔“

ایک سائل نے سوال کیا کہ ہندوستان میں جہاد جائز ہے یا نہیں؟ میاں صاحب بول

لہ فضل حسین بہاری، الحیاء بعد العارۃ، ص ۲۴۷

لہ ہندو مذمت تقاتلے، ص ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱

میں جہاد کے جانور ہونے کی دو شرطیں بیان کر کے طے کرتے ہیں:

”ہندوستان میں شوکت و قوت اور قدرت سلطان و اوقات مغفود ہے اور ایمان
پیمان یہاں موجود ہے۔ پس جبکہ شرط جہاد کی اس دیار میں معدوم ہوئی تو جہاد کرنا
یہاں سبب ہلاکت اور معصیت کا ہو گا۔“

کتنی صراحت کے ساتھ کہہ رہے ہیں کہ موجودہ حالات میں نہ صرف یکہ جہاد نہیں کیا جاسکتا
بلکہ جہاد کرنا گناہ ہے۔ امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

”مفلس پر امانت مال نہیں، بے دست و پا پر امانت اموال نہیں و لہذا
مسلمانان ہند پر حکم جہاد و قتال نہیں۔“

اس عبارت کا مطلب سوائے اس کے اور کوئی نہیں کہ مسلمانوں پر موجود بے بسی کے
حالم میں جہاد فرض نہیں ہے۔ دوسری جگہ اس کے بھی زیادہ صراحت کے ساتھ فرماتے ہیں:
”نہا جہاد سنانی دیر سے اور ہتھیاروں سے جہاد، ہم اور پر بیان کر چکے ہیں کہ نہیں
قرآن عظیم ہم مسلمانان ہند کو جہاد پر پا کرنے کا حکم نہیں اور اس کا واجب بنانے والا
مسلمانوں کا بغواہ مبین۔“

امام احمد رضا بریلوی نے جہاد کے ناہائز اور حرام ہونے کا فتویٰ نہیں دیا بلکہ فرمایا کہ
مسلمانوں میں طاقت نہیں، لہذا جہاد واجب نہیں، اس فتوے کی بنیاد پر کیسے کیسے الزامات لگائے
گئے، آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

”مسلمانوں میں مشہور کیا گیا کہ وہ اٹھریزی استعداد کے ایکٹف اور آن کے لیے
کام کر رہے ہیں۔“

لے پندہ دندہ تعاضے الامجد بحوالہ فتاویٰ تفسیری ۲۸۴-۵ ص ۲۸۴

لے احمد رضا بریلوی، امام، دعاء العیش (مکتبہ رشیدیہ لاہور) ص ۲۶

لے ایضاً، رسائل رشیدیہ (مکتبہ رشیدیہ لاہور) ۲۵ ص ۲۸

لے عظیم، البریلوی، ص ۲۲

مزید ترقی کرتے ہوئے کہا جاتا ہے :

”یہی بات ہندوستان میں انگریزی استعمار کے ایجنٹ اور بریلوی کے بھروسہ
قابلیت کے کئی رجسٹر ہے“

اگر انصاف و دیانت کا کوئی حصہ دل کے کسی گوشے میں موجود ہے۔ اور غیبِ آخرت
کا حصولِ ماحکس بھی آئینہٴ قلب پر جلوہٴ مشکینہ ہے، تو انصاف سے جانیے کہ فتویٰ کی یہ زبان
میانِ تدبیرِ حسین و دہلوی کے بارے میں کیوں نہ استعمال کی جائے جو صرف جہاد کو ناجائز ہی نہیں بلکہ
گناہِ قرار دے رہے ہیں، مولوی محمد حسین بٹالوی پر یہ فتویٰ کیوں نہ لگایا جائے جو نہ صرف مسلمانانِ ہند
پر جہاد کو حرام قرار دے رہے ہیں، بلکہ ان کے نزدیک نہایت کسی بادشاہ کا گزشتہ سے جہاد ہاتھ
نہیں جیسے کہ اس سے پہلے اوراق میں گزر چکا۔ نواب صدیقی حسن خاں بھوپالی اس حکم میں کیوں غفل
نہیں، وہ تو حکومت کے وفادار اور جہاد کو حرام قرار دیتے ہیں جیسا کہ انھیں صفحہ ۱۷۱ پر لکھا۔

انگریزی حکم کی حفاظت

مولوی فضل حسین بٹالوی کہتے ہیں :

”میں حالِ خدمت میں جبکہ ایک ایک بچہ انگریزوں کا دشمن ہو رہا تھا، مسز
لیسنس وک زنجی بیک کو میاں صاحب نات کے وقت اٹھوا کر اپنے گھر لے گئے
پناہ دی، مطلق کیا، کھانا دیتے رہے۔ اس وقت اگر ظالم باغیوں کو خبر بھی پہنچتی
تو آپ کے قتل اور خاندانِ بٹالوی میں مطلق دیر نہ لگتی۔ مگر اس پر یہ تھا کہ پنجابی
کڑھ والی مسجد کو انقلابی داعی دخل کئے ہوئے تھے، اسی میں اس حکم کو چھپاتے ہوئے
تھے، مگر ساڑھے تین مہینے تک کسی کو یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ عربی کے مکان میں کس

آدمی میں

تیسے مہینوں کے بعد جب پوری طرح امن قائم ہو چکا، تب اس غم جان کریم کو
جواب بالکل تصدیق و تقاضا تھی، انگریزی کیپ میں پہنچاؤ جس کے صلے میں
مبلغ ایک ہزار تین سو روپے اور مندرجہ ذیل ساری فیکٹریں ملیں گے۔

میں اس وقت جب مجاہدین پر قیامت گزر رہی تھی، میان صاحب جان پر کھیل کر میری
جان بچاتے ہیں، ساڑھے تین ماہ تک بحفاظت اپنے گھر پر رکھتے ہیں اور جنگ کے خاتمے پر
اسے انگریز کے حوالے کر کے ایک ہزار تین سو روپے جو موجودہ دور کے ایک لاکھ میں ہزار روپے
سے کسی طرح کم نہ ہوں گے، بطور انعام وصول کیے، حالت جنگ میں معمولات تدریس حسب
معمول جاری ہے، اس کے باوجود انہیں استعمار انگریزی کا دشمن اور عظیم مجاہد قرار دیا جائے گا
تو تاریخ کے ساتھ بہت بڑی نائنجا فی ہوگی۔

مشہور قندغ غلام رسول مہر لکھتے ہیں،

یہ بھی صحیح ہے کہ میان نذیر حسین مرحوم نے ایک زرعی انگریز عورت کو جو
بے بس پڑی تھی، اٹھا کر اپنے ہاں علاج کیا تھا وہ تصدیق ہو گئی اور اسے
اس کی خواہش کے مطابق دہلی کا محاصرہ کرنے والی انگریزی فوج کے کیپ میں
پہنچا دیا تھا، مگر اس کا صلہ کچھ نہیں لیا تھا اور کہا تھا یہ میرا اسلامی فرض تھا
حیرت ہے کہ میان صاحب ایک ہزار تین سو روپے اور تعویذی رشوت کیٹ وصول کریں
شکر العلماء کا خطاب بھی پاتیں، اس کے باوجود مہر صاحب کہتے ہیں کہ اس کا صلہ کچھ نہیں
لیا تھا۔ کیا یہ سب کچھ اسلامی فرض کی ادائیگی کے ضمن میں آئے گا؟

ص ۱۲۷

الحیاء بعد المات

لے فضل حسین پھاری

ص ۳۴۷

البرطیہ

لے غمیرا

ص ۱۲۷

انکشاف مہر (فتح غلام علی)

لے غلام رسول مہر

سٹریٹفیکٹ (احزابیہ سند)

میاں صاحب کو مسٹر لیسنس کی حفاظت کے بدلے میں نہ صرف نقد انعام ملا بلکہ تعریفی سٹریٹفیکٹ بھی ہماری جیبہ گئے۔ ذیل میں ایک سٹریٹفیکٹ کا ترجمہ نقل کیا جا رہا ہے جس سے یہ حقیقت بھی منکشف ہوتی ہے کہ اس کے علاوہ بھی متعدد سٹریٹفیکٹ وصول کیے گئے تھے۔

تقدیر ۲۶ ستمبر ۱۹۴۷ء

دہلی،

ڈائریکٹر، ڈائریکٹوریٹ، انڈیا

انڈیا

مولوی خذیر حسین اور ان کے بیٹے شریف حسین اور ان کے دوسرے گھر والے قدر کے زمانے میں مسٹر لیسنس کی جان بچانے میں ذریعہ ہوتے۔ حالتِ مجروحی میں انہوں نے ان کا علاج کیا۔ ساتھ ہی میں اپنے گھر میں رکھا اور بالآخر مرنے کے برائے کیمپ میں ان کو پہنچا دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کی انگریزی سٹریٹفیکٹس ایک آتش زدگی میں جہان کے مکان واقع دہلی میں ہوتی تھی۔ بل گئیں۔ میں بتاؤں کہ یہ ان کا کہنا بہت ہی قریب امر ہے۔ غالباً ان کو جنرل نیو ایلی ہیمپٹن، جنرل برنارڈ اور جنرل سائٹرو و جیرم سے سٹریٹفیکٹس ملی تھیں۔ مجھ کو وہ واقعات اور مسٹر لیسنس کا کیمپ میں آنا اچھی طرح یاد ہے۔

ان لوگوں کو اس خدمت کے صلہ میں مبلغ دو سو اور چار سو روپیہ ملے تھے۔ مبلغ سات سو روپیہ بابت تاوان ختم کیا گیا۔ جانے مکانات کے ان لوگوں کو عطا کیے گئے۔ یہ لوگ ہماری قوم سے حسین سلوک اور الطاف کے مستحق ہیں۔

راولپنڈی کی نظر بندی

فطری طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس قدم و طواری کے باوجود میان صاحب کو گرفتار کر کے ایک سال تک راولپنڈی میں نظر بند کیوں رکھا گیا؟ اس کا ایک جواب جو حقائق پر نہیں بلکہ محض حقیقت پر مبنی ہے اور مریاں ہی پرانند کا مصداق ہے، یہ ہے:

”آخر میں انگریزوں نے دہلیہ کے خلاف کارروائی میں، اہل مدیث کے امام کبیر اور اُن کے قائد ذہیم، شیخ الکل سینڈیر سین محمّد و بلوی کی گرفتاری کا فیصلہ کیا لیکن وہ اُن کی علمی ہیئت، بلند مقام اور مسلمانوں میں اثر و نفوذ سے خائف تھے، اس لیے ان کے معاملے میں مجبور ہو گئے تاکہ مسلمان بھڑک نہ اٹھیں اور قیامت نہ آسکے۔ اس لیے کچھ عرصہ کی قید کے بعد انہیں رہا کرنا پڑا۔“ (ترجمہ)

لیکن عقائد کسی دوسری سمت اشارہ کر رہے ہیں۔ سر دست ایک سرٹیفکیٹ کا مطالعہ کیجئے جو حقیقت حال کے ماننے میں معاون ثابت ہو گا۔

مؤرخہ ۱، ۱۸ ستمبر ۱۸۸۱ء

از ۱، میجر جی۔ ای۔ ینگ کشنر

میں نے اس سرٹیفکیٹ کی اصل کو ملاحظہ کیا ہے (جو اس سے پہلے نقل کیا جا چکا ہے) اور سنسٹنس سے بھی مجھ کو وہ حالات معلوم ہوئے ہیں جو اس میں مندرج ہیں، یہ امر قریب امکان ہے کہ مولوی نذیر حسین اور شریف حسین کے بیان کیے ہوئے حالات نے مخالفوں کو ان کا دشمن بنا دیا ہے۔“

ساتھ سے تین ماہ تک انگریزی سیم کو پناہ میں رکھا گیا، اس وقت تو مجاہدین کو کانوں کان

غیر ہوئی۔ تاہم بعد میں یہ خبر سچی نہ رہ سکی، اس لیے جنگ آزادی کے جیالوں کا یہم بڑھتی رہا۔
 اس سے قبل گورنر چکا ہے کہ پنجاب کے انگریزی اقتدار میں آجانے کے بعد سرد میں مہم
 مہاراجہ کو کارروائی کے ختم کرنے کا حکم دیا گیا، کیونکہ انگریز کا مقصد یہاں پہنچا تھا اور اس حکم پر عمل کرنے
 کے لیے ہندوستان کے مختلف علاقوں سے سرد جانے والے چندہ پر پابندی لگا دی گئی اور
 تشدد اس قدر بڑھا کہ اہل سرد کے ساتھ خط و کتابت رکھنے والوں پر بھی مقدمے قائم کر دیے گئے
 اسی ضمن میں میاں صاحب کی بھی خبری کر دی گئی کہ یہ بھی سرد والوں سے خط و کتابت رکھتے ہیں،
 "میاں صاحب پر بھی مواخذہ ہوا جو صرف مخبروں کی غلط خبر رسانی اور اہل کالہ کی
 فعلی پرستی تھا اور آپ تحقیقات کامل کم و بیش ایک برس تک رابطہ بندی کے عمل میں
 نظر بند رہے۔"

دہلی میں میاں صاحب کے مکان اٹھ مسجد کی جیب تلاشی ہوئی، تو دوسروں
 (اہل سرد) کے بھیجے ہوئے خطوط بہ تعداد کثیر بے مشکالے دی دی، چٹائی پر،
 دی کے نیچے، چٹائی کے نیچے، پار پانی کے نیچے، کتابوں میں پائے گئے پوچھا
 گیا کہ آپ کے ہاں اس قدر بکثرت خطوط کیوں آتے ہیں؟ آپ نے کہا کہ میرا اس
 کی تو بھیجے والوں سے پوچھنی چاہیے یا ان خطوط میں دیکھنا چاہیے۔
 خطوط دیکھے گئے ان میں کوئی ایسی بات نہیں ملی جس سے انگریز کی مخالفت یا حکم فعلی
 کا سراغ مل سکے،
 خطوط جو پڑھے گئے تو ان میں اس کے سوا کیا دھڑا تھا کہ فتویٰ کا سوال ذیل میں
 دی ہے۔ حضور اس کا جواب جلد ہی دیں۔ فلاں مسکے میں کیا حکم ہے۔
 وغیرہ وغیرہ۔

فاس ہے ان غلطوں میں اگر مزید دشمنی کا کوئی مواد نہ تھا، اس کے برعکس اس قسم کا کوئی فتویٰ مل سکتا تھا، پھر چاہے کہ مولوی عبداللہ صاحب جو علاقہ خراسان میں ہیں، وہ امام وقت ہیں یا نہیں ہیں، عبداللہ صاحب، ممابہری کے ہیں تھے۔ میاں صاحب نے جواب میں امام اکبر کی شرائط بیان کرنے کے بعد لکھا،

آب میں کہتا ہوں کہ مولوی عبداللہ جو علاقہ خراسان میں ہیں سبب فقدان شرط اقل کے یعنی قریشی نہ ہونے کے امام نہیں ہو سکتے، کیونکہ وہ انصاری ہیں۔^۱ لے جب میاں صاحب، عبداللہ صاحب کو امام ہی تسلیم نہیں کرتے تو ان سے رہا و ضبط یا مالی امداد کیا معنی کہتی ہے اور اگر یہ کوکھٹک کیوں باقی رہتی؟

انفرن بعد تحقیقات کامل یہ بات روز روشن کی طرح کھل گئی کہ ان پر نوافذ من نامائز ہے اور یہ بالکل بری الذمہ ہیں، اس لیے رہا کر دیئے گئے۔

یہ باتیں ہیں جو میاں صاحب کے قلمروطن کے یکساں ہونے پر دلالت کرتی ہیں، وہ جس طرح نذرۂ شہداء میں مسز یسنس کی جان بچانے سے وفادار ثابت ہوئے تھے، اسی طرح ۶۵-۶۴ء کے مقدمہ بغاوت میں بھی بے لگاؤ ٹھہر گئے کہا جاتا ہے،

”جنگ آزادی، ۱۸۵۷ء کو انگریزوں نے خدر کا نام دیا۔“ (ترجمہ) لے حالانکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ میاں صاحب کے اہل حدیث سولخ نگار بھی اس جنگ کو خدر ہی قرار دے رہے ہیں، خود میاں صاحب کہتے تھے،
”میاں وہ بھڑکتا، بہادر شاہی دشمنی لے لے

لے قافلی نذیریہ (بحوالہ ہندو روزہ قضاۃ لاہور) ۱۸۵۷ء کا جلد ۱، ص ۳۵، ۲۸۲

لے فضل حسین بہاری	الحیاء بعد المات	ص ۱۳۷
لے تلہیرا	البرطوت	ص ۲۷
لے فضل حسین بہاری	الحیاء بعد المات	ص ۱۲۵

اس مضمون پر اگر ملاحظہ اہل حدیث کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے تو ایک مبسوط مقالہ تیار کیا جاسکتا ہے۔ یاد رہے کہ اس سے پہلے پورسٹونٹیکٹ نقل کیے جا چکے ہیں، وہ اس مقدمہ کے بعد کے ہیں۔

سفر حج اور کشنزدہلی کی چھٹی

۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۲ء میں میاں صاحب نے حج کا ارادہ کیا اور اس خیال سے کہ خائفین جس طرح ۱۸۶۴ء کے مقدمہ میں غلط بیانی سے اُلجھا چکے ہیں، کہیں اس سفر میں بھی پریشانی نہ کریں۔ کشنزدہلی سے مل کر یہ صورت حال بیان کی کہ شہر نے ایک سچھی انجمن دینی جو اُن کی وفاداری کا سٹونٹیکٹ تھی اور وہ یہ تھی،

”مولوی نذیر حسین دہلی کے ایک بڑے مقدمہ عالم ہیں، جنہوں نے نازک وقتوں میں اپنی وفاداری گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ ثابت کی ہے۔ وہ اپنے فرضِ ریاستِ کعبہ کے ادا کرنے کو مکہ جاتے ہیں۔

میں اُمید کرتا ہوں کہ جس کسی برٹش گورنمنٹ انسر کی وہ مدد پا رہی گئے وہ اُن کو مدد دے گا کیونکہ وہ کامل طور سے اس مدد کے مستحق ہیں۔

دستخط: سید ڈی ٹریملٹ بنگلہ

سروس کشنزدہلی و سٹونٹیکٹ

۱۰ اگست ۱۸۸۲ء

اللہ اکبر! انبیاء و اولیاء سے استمداد و استعانت (جو توکل ہی کی قسم ہے) کو شکر قرار دینے والوں کا گورنمنٹ انگریزی سے یوں استمداد و استعانت کرنا اور وہ بھی سفر حج میں کیر کر متحفظانے توجہ دینا کیا؟

ایک چٹھی مسٹر لیسنس سے بھی موصول کی، جنگ کے دنوں میں جس کی میم کو گھر میں پناہ

دی تھی،

دوسری چٹھی مسٹر لیسنس نے بنام کونسل جبرہ کے دی جس میں آپ کی خیر خواہی
ذمہ فدا کا مفصل بیان تھا۔ انہوں نے یہ بھی بتا دیا تھا کہ ان کے مخالفین بھی بہت
ہیں اور ان میں سے بعض مکہ سمعکہ میں یہاں سے بھاگ کر مقیم ہو گئے ہیں۔ مسٹر لیسنس
نے یہ بھی استدعا کی تھی کہ برٹش گورنمنٹ کانسول کا فرض ہے کہ ان کو ان کے مخالفین کے
شرف و فساد سے بچائے۔ یہ چٹھی برٹش کانسول، مقیم جبرہ (مکتوب الیہ) نے اپنے پاس
رکھ لی۔

اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ۱۹۶۲ء میں میاں صاحب پر جو مقدمہ قائم کیا تھا وہ غلط
غبرری کی بنا پر تھا۔ اب انگریز کا دل ان کی طرف سے مکمل طور پر صاف ہو چکا تھا۔

ہندوستان دارالامان

فضل حسین بہاری لکھتے ہیں،

”ہندوستان کو ہمیشہ میاں صاحب دارالامان فرماتے تھے، دارالحرب
کبھی نہ کہا۔“

گورنمنٹ خدا کی رحمت

میاں صاحب کے تلمیذ فاس اور سفر ج کے رفیق مولوی تملطف حسین نے ایک موقع
پر پاشا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا،

ہم یہ کہنے سے معذور کچے ہاتھیں کہ انگریزی گورنمنٹ ہندوستان میں ہم
مسلمانوں کے لیے خدا کی رحمت ہے۔ لے

امام احمد رضا بریلوی کا فتویٰ یہ تھا کہ ہندوستان دارالاسلام ہے دارالحرب نہیں ہے۔
تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ دواہم فتوے اس موقف کے سمجھنے میں مدد ملے گی۔ امام احمد رضا
بریلوی کو اس موقف کی بناء پر آنا دینی وطن کی تحریکوں کا مخالف، جہاد کی حرمت کا قائل اور دیکھو
کی خوشنودی کے لیے دارالاسلام ہونے کا فتویٰ دینے والا قرار دیا جاتا ہے۔ لے
لکھا یہ سب فتوے میاں نذیر حسین اور ان کے شاگرد مولوی تھکٹ حسین پر
سچی لگاتے ہاتھیں گے؟

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی ابن اطلاق حسن قنوجی ۱۲۴۸ھ / ۱۸۳۲ء میں جنس بریلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتابیں اپنے بھائی سے پھر فرخ آباد اور کانپور کے اساتذہ سے پڑھیں۔ پھر زیادہ تر درس نظامی کی کتابیں صدر القدر مفتی صدر الدین خاں آذرود سے پڑھ کر سند تحصیل حاصل کی۔ پھر بھوپال میں قاضی زین العابدین انصاری کیانی سے حدیث کا درس لیا۔

زینۂ ترقی

۱۲۸۶ھ / ۱۸۷۰ء میں بھوپال کے محکمہ نظارت المعارف، پھر محکمہ دیوان الانشاء میں ملازم ہوئے۔ ملکہ بھوپال نواب شاہجہاں بیگم بیوہ تھیں، ان کے شوہر نواب باقی محمد خاں کئی سال پہلے فوت ہو گئے تھے۔

۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۲ء میں حکومت برطانیہ کے ایسٹ پر ملکہ بھوپال نے نواب صاحب کے ساتھ نکاح کر لیا۔ نواب صاحب کا بیان ہے:

ثم تزوجت بی فی سنة ۱۲۸۸ھ بعد ما اعانرتہ
بذلک السلطنة البرطانیة فی عهد حکومت
لارو میو حاکم الهند نزیل دار الامارة ملکته

۱۸۷۰ء میں	نزدہ الخواطر	لے عبدالحی گھنوی بیگم،
۱۸۷۰-۸۱ء میں	نزدہ الخواطر	لے ابراہیم علی ندوی،
۱۸۹۰ء میں		لے رفقا،
۱۸۹۲ء میں	ابجد العلوم (مکتبہ قدوسیہ لاہور)	لے نواب صدیق حسن بھوپال،

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

”جب دوسرا سال گزارا، ریسرے معتمد نے اپنی زوجیت سے مجھے عزت و تبحر

بخشا اور یہ امر بالظاہر گورنمنٹ عالیہ صاحبہ مرحی سرکار انگلشیہ غمور میں آیا۔“

اس جگہ قدرتی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر گورنمنٹ کو ملکہ کے نکاح کرنے اور خاص

طور پر نواب صاحبہ بی کے ساتھ کیا دلچسپی تھی؟ — نواب صاحبہ کے سوانح نگاروں

نے اس حقدہ کو حل نہیں کیا، لیکن اس سوال کا جواب سوائے اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ نواب صاحبہ

گورنمنٹ کے انتخاب اور معیار پر پورے اترتے تھے، انہیں نواز مقصود تھا، اس لیے نواز اور

نوب نواز۔ یہاں تک کہ ملکہ سمبول کوان کے ساتھ عقد پر مجبور کر دیا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی

میں جنہوں نے کسی طور پر حصہ لیا تھا وہ یا تو اگلے جہان پہنچ چکے تھے یا کالے پانی اندھیلوں میں

نیند گہا کی گھڑیاں گن رہے تھے۔ نواب صاحبہ ایسے نرگمان وفا کو نہ لانا جاتا تو کسے کتنا ارباب

نواب صاحبہ کہتے ہیں:

یہ علاقہ موجب ترقی منصب اور عروج و حریت و تفاخر و کامیابی اور پرہیز

ہزار روپیہ سالانہ اور خطاب معتمد المہامی سے سرکاری حاصل ہوتی اور خلعت

گراچی قیمتی دو ہزار روپیہ مع اسپ و فیل و چند پاکلی و قمیش و خیر و عنایت پڑا بعد

چندے خطاب نوابی و امیر الملکی و عالی جاتی، افری شنگ سے سرکاری عطا فرمائی

اور اقطاع یک لک روپیہ سال اس پر مزید عزت ہوتی تھی۔

یہ بھی نواب صاحبہ کا بیان ہے:

”ہندوستان کے مسلمان ہمیشہ سے مذہب فیعی یا حنفی رکھتے ہیں۔“

ص ۲۸

فرمایا دایہ

لے صدیق حسن خاں جموں والی

ص ۲۸

لے ایضاً

ص ۲۲

لے ایضاً

اور ہند کے اکثر خفی اور بعض شیعہ اور کتر اہل حدیث ہیں۔ لہ
نواب صاحب اور دیگر علماء اہل حدیث نے مسلمانان ہند کے قدیم اور اکثریت کے
طریقے سے برأت کر کے الگ راہ اختیار کی۔

”ہم لوگ صرف کتاب و سنت کی دلیلوں کو اپنا نامہ دستور العمل ٹھہراتے ہیں،
اور اگلے بڑے بڑے مجتہدوں اور عالموں کی طرف منسوب ہونے سے عا کر تے ہیں“

حقیقت یہ ہے کہ احناف کتاب و سنت کے دلائل پر ہی عمل کرتے ہیں۔ وہ دلائل جو

دنیا بھر کی مسلم آبادی کی اکثریت کے امام، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور
اس مذہب کے دیگر ائمہ نے بیان کیے ہیں، جبکہ نواب صاحب اور ان کے ہم خیال اپنے

فہم اور اپنے استدلال پر اس قدر اکتفا کرتے ہیں کہ ائمہ مجتہدین کے دلائل کو خاطر میں ہی

نہیں لاتے۔ نواب صاحب کی یہی ادا گورنمنٹ کی نظروں میں باعث عدم قبولیت تھی۔

”اور یہ آزادگی ہماری مذاہب مرقعہ بہیدہ ہے جس میں مراد قانون انگلیشیہ ہے“
حکیم عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں۔

وكان كشيرو النقل عن القاضي الشوكاني وابن قيم

وشيفه ابن تيمية الحرافى وامثالهم، شديد

التمسك بمختاراتهم وكان له سوء ظن

بائمة الفقه والتصوف جدا، لاسيما ابى حنيفة

قاضى شوكاني، ابن قيم اور ان کے شیخ ابن تيمية حرافى وغير ہم کی عبارات بہت نقل

لہ صدیقی حسن خان مہرپالی، ترجمان دہلیہ، ص ۵۷

ص ۲۰

لہ ایضاً،

ص ۲۰

لہ ایضاً،

ج ۸، ص ۱۹۱

نور ہستہ و خاطر

لہ عبدالحی لکھنوی، حکیم

کرتے اور ان کے مختارات کو شدت کے ساتھ اپناتے، وہ اکثر فقہ و لغوی
خصوصاً امام ابوحنیفہ سے بہت ہدگانی رکھتے تھے۔

اسی طرز عمل کے پیش نظر قواب و حید الزمان نے لکھا تھا،

”ہمارے اہل حدیث بھائیوں نے ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی اور شاہ
ولی اللہ صاحب اور مولوی اسماعیل شہید نور اللہ مرقدہ کو دین کا شکیکدار بنا
رکھا ہے۔ جہاں کسی مسلمان نے ان بزرگوں کے خلاف کسی قول کو اختیار کیا
بس اس کے پیچھے پڑ گئے، بڑا بھلا کہنے لگے، بھائیو! خدا تو محمدؐ کو اور انصاف کو
جب تم نے ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ کی تقلید چھوٹی، تو ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی
جو ان سے بہت متاخر ہیں، ان کی تقلید کی کیا ضرورت ہے؟“

قواب صاحب کا دوسرا امتیازی وصف گورنمنٹ سے وفاداری تھا، پتا چمک ایک
موقع پر کچھ معنی لکھیں نے ان کے خلاف گورنمنٹ کے کان بھرنے چاہے،
مگر حکام عالی منزلت، یعنی کارپردازان دولت انگلشیہ کو چونکہ تجرباں
ریاست کی غیر خواہی اور وفاداری کا عموماً اور اس بے صولت و دولت کا خصوصاً
برہنہ چکا ہے، اس لیے تبہت ان کی پایہ شیوت کو نہ پہنچی تھے۔

جہاد کا عزم گناہ کبیرہ ہے

قواب صاحب لکھتے ہیں،

”علماء اسلام کا اسی مسئلہ میں اختلاف ہے کہ ملک ہند میں جب تک حکام
والا مقام فرنگ فرماں روا ہیں۔ اس وقت سے یہ ملک فاطحہ حرب ہے، یا

جہاد و حید الزمان (نور محمد کراچی) ص ۱۰۲

لے محمد عبدالحلیم رحمتی

ص ۲۹

ترجمانِ دہلیہ

لے صدیق حسن خاں مہدی

دارالاسلام؟ حنفیہ جن سے یہ ملک بھلا ہوا ہے، ان کے عالموں اور مجتہدوں کا
 تو یہی فتویٰ ہے کہ یہ دارالاسلام ہے اور جب یہ ملک دارالاسلام ہو تو پھر یہاں
 جہاد کرنا کیا معنی؟ بلکہ عزم جہاد ایسی جگہ ایک گناہ ہے بڑے گناہوں سے۔
 اور جن لوگوں کے نزدیک یہ دارالحرب ہے جیسے بعض علماء دہلی وغیرہ ان کے
 نزدیک بھی اس ملک میں رہ کر اور یہاں کے حکام کی رعایا اور امن وامان میں
 داخل ہو کر کسی سے جہاد کرنا برگزوا نہیں۔ جب تک کہ یہاں سے ہجرت کر کے
 کسی دوسرے ملک اسلام میں جا کر مقیم نہ ہو۔ عرض یہ کہ دارالحرب میں رہ کر
 جہاد کرنا جگہ پہنچے مسلمانوں میں سے کسی کے نزدیک جائز نہیں۔
 ”تبجول براسلام باقی ماند جہاد وراں یعنی یہ بلکہ گناہ و کبیرہ از
 کہا تر باشد۔“

• اور جب ہندوستان دارالاسلام ہے، تو یہاں جہاد کا کیا مطلب؟ بلکہ گناہوں
 میں سے ایک گناہ اور کہا تر میں سے ایک کبیرہ ہے۔

۱۸۵۷ء کے مجاہدین مرتکب کبیرہ

فانکہ اقدام بر قتل اصحاب دولت برطانیہ یا دیگر مردم سے کنند خود ایشان
 از علم و دین بے ہرہ محض افتادہ اند۔ ہر کہ شریعت اسلام را بدو مجتہق می
 شناسد ازوے ہر گزایں جریمہ کبیرہ سرزد نمی تواند شد۔

جو لوگ اربابِ حکومتِ برطانیہ یا دوسرے لوگوں کے قتل پر اقدام کرتے ہیں وہ خود علم اور دین سے محض بے بہرہ واقع ہوتے ہیں جو شخص تحقیقی طور پر شریعتِ اسلام کو پہچانتا ہے اس سے یہ بجا جرمِ گناہِ کبیرہ (سرفروزیوں) ہو سکتا۔

شرائطِ جہاد منقود ہیں

ساری دنیا میں کوئی معتقد اس امر کا کہ جہاد و قتال خاص سرکارِ انگلشیہ سے جائز ہے، دوسرے سے نہیں، ہرگز نہیں، اس لیے کہ شرطیں اس عمل کی تمام (منقود) ہیں اور جمع ہونا ان شرطوں اور ضابطوں کا نہایت دشوار ہے۔ ۱۔ ۲۔ ۳۔

"قدر میں اہل حدیث نے حصہ نہیں لیا"

"جتنے لوگوں نے فتنہ میں شرف و فساد کیا اور حکامِ انگلشیہ سے برسرِ عناد ہوئے وہ سب کے سب متقلدانِ مذہبِ حنفی تھے، نہ متبعانِ حدیثِ نبویؐ تھے۔"

جہاد نہیں فساد تھا

اُسی طرح زمانہٴ فتنہ میں جو لوگ سرکارِ انگریزی سے لڑے اور مہد شکنی کی وہ جہاد نہ تھا، فساد تھا۔ ۱۔ ۲۔ ۳۔

سب کے زیادہ خیر خواہ

۳۰ من	ترجمانِ دہلی	۱۔ صدیق حسن خان، جمہوری، نقاب
۲۵ من		۲۔ ایضاً
۵۴ من		۳۔ ایضاً

کوئی فرق ہماری تحقیق میں زیادہ تر غیر خواہ اور طالب امن وامان و آسائش
رعایا کا اور قدر شناس بندوبست گورنمنٹ کا اس گروہ سے نہیں ہے جو آپ کو
اہل سنت و حدیث کہتا ہے اور کسی مذہب خاص کا متقلد نہیں ہے۔

ملکہ بھوپال کے اعزازات

بھوپال میں اصل اقتدار نواب شاہجہاں بیگم کے پاس تھا انھیں صدیق حسن خان بھوپالی
نے ابجدِ معلوم کی تیسری جلد میں ملکہ کا تذکرہ کیا ہے اور خاص طور پر گورنمنٹ کی طرف سے ملنے والے
اعزازات کا ذکر کیا ہے۔ عربی عبارت کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

● ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۲ء میں ملکہ نے ممبئی کا سفر کیا، وہاں اُسے پہلے درجے کا بند خطاب
اور وزیرِ اعظم کے قلم سے ممبر آف دی امپیریل آرڈر آف دکنڈ گنڈا شراف، انڈیا کا
شاہی نشان ملا اور وہ خاص اعزاز کے ساتھ خوش خوش بھوپال آئی۔

● ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء میں ملکہ دارا حکومتِ گلشن گئی اور وہاں ملکہ انگلستان کے بڑے
لڑکے اور ولی عہد پرنس آف ویلز سے ملاقات کی۔ پرنس نے ملکہ کی بہت تعظیم کی، گراں قدر
تقدیر اور انگلستان کے مضمونِ قیمتی تحائف پیش کیے۔

● اس سے پہلے ویلز کے بھائی پرنس ایڈنبرا سے ملاقات کی تھی اور اس نے بھی ملکہ کی
انتہائی تعظیم کی تھی اور لندن سے ان کے لیے قیمتی اشیاء بھی بھیجیں اور حسبِ عادت میں
بھی ان سفروں میں ان کے ساتھ تھا۔

● پھر ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء میں ملکہ نے دہلی کا سفر کیا اور انہیں حکیم اشان شاہی نشان
ملا جس پر لکھا ہوا تھا: **آلِ حُرِّ مِیْنِ اللہ**۔

● گورنر جنرل نے ملکہ کو فرنگی تلوار، طلائی پشکا اور جڑاؤ صندوق دیا تھا اور شیخ کاظم مغل

میں زیب تھکرتے ہیں اور اس عظیم و بڑا اور بڑے اجتماع میں جہاں ہندوستان کے
 دور و نزدیک کے تمام رؤسا حاضر تھے، ماضی کی تاریخ میں ایسا پر شوکت اجتماع
 نہیں ہوا ہوگا۔ ہمارے لیے حکمہ انگلیڈ کی طرف سے سترہ توپوں کی سلامی تقرر
 کی گئی جو میں برطانیہ کے زیر نگین علاقہ میں جانے اور آنے پر پیش کی جاتے گی۔
 ● پھر حکمہ بھوپال کو ایک اور خطاب کراؤن آف انڈیا ملا جس کا ترجمہ تاج برص ہے۔
 ان تمام محافل میں نواب صاحب کی حیثیت اگرچہ ثانوی تھی، تاہم برطانوی حکام کی نگاہ میں
 ان کی وفاداری کسی طرح بھی مشکوک نہ تھی، اور نہ وہ انہیں حکمہ کے شوہر نامدار کی حیثیت سے کبھی
 تسلیم نہ کرتے۔ آخر میں نواب صاحب لکھتے ہیں،

”مختصر یہ کہ حکمہ اس آخری زمانے اور نادار عصر میں ان فضائل کی جامع
 ہیں جو صورتوں میں کیا مردوں میں بھی بہت کم جمع ہوتے ہیں گے۔ وہ ان کالات
 کی حامل ہیں جن کی بیاں تہ جہان کی زبان قاصر ہے اور یہ ان کے بلند مناقب کے
 میدان سے ایک ذوق اور ان کی بزرگوں کے دیاؤں سے ایک قطرہ ہے۔“

دورِ ابستلار

اس سے پہلے گور پکا ہے کہ نواب صاحب کے مخالفین انہیں حکومت کی نظروں میں گرانے
 کی کوششوں میں لگے رہتے تھے۔ دوسری طرف گورنمنٹ کو جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں زبردست
 دھچکا لگ چکا تھا، اس لیے جس شخص کے بارے میں قندہ بلار بھی شبہ پیدا ہو رہا تھا اس کے خلاف
 شدید سے شدید حرکات رفتاری سے بھی گریز نہ کیا جانا۔

انگریزی حکومت کے وکیل نے ازراہ دشمنی ہندوستان کے حکام کے پاس حکایت کی اور نواب

پر درج ذیل الزامات لگاتے:

۱- یہ جہت لگائی گئی کہ انہوں نے اپنی بعض تالیفات میں جہاد کی ترغیب دی ہے۔

۲- وہ ہندوستان میں دہائی مذہب کی ترویج میں کوشاں ہیں اور اس مذہب والے وہ ہیں جن پر انگریزی حکومت کے خلاف بغاوت کی جہت لگائی گئی ہے اور انہیں جہاد کا بہت شوق ہے۔

۳- انہوں نے ملکہ جموں وال شاہ جہان بیگم کو شرمی پردہ پر مجبور کیا ہے تاکہ غلبہ مسیحی حکومت کے کئی اختیارات حاصل ہو جائیں، وغیرہ وغیرہ (ترجمہ)

اس بیان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ملکہ انگریزی حکام سے پردے کے بغیر ملاقاتیں کرتی تھی اور نواب صاحب کی مجبوری یہ تھی کہ انہیں منع نہیں کر سکتے تھے نیز علی میاں (ابو الحسن علی ندوی) نے یہ بھی تصریح کر دی کہ وہابیہ پر انگریزی حکومت کے خلاف بغاوت کرنے کی جہت لگائی گئی تھی، حقیقت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔

نواب صاحب کی تصنیف ترجمانی وہابیہ اور مواظعات وغیرہ کے مطالعہ سے حقیقت مفسر و شن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ وہ انگریزی حکومت کے ساتھ جہاد کو ناجائز اور گناہ کبیرہ قرار دیتے تھے۔

”جب یہ ملک دارالاسلام ہو تو پھر یہاں جہاد کرنا کیا معنی، بلکہ عزم جہاد ایسی جگہ ایک گناہ ہے بڑے گناہوں سے“

اسی طرح وہ دہائی ہونے کی سختی سے تردید کرتے ہوتے نظر آتے ہیں، جو لوگ ہند کے باشندوں کو دہائی ٹھہرا کر محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف

منسوب کرتے ہیں، ان کی عقل پر خدا کی طرف سے پردہ پڑا ہوا ہے۔ یہ
لیکن نوشتہ تقدیر کون ٹا سکتا ہے۔ مخالفین کی شکایتیں رنگ لائیں اور
۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۵ء میں یہ کارروائی کی گئی۔

فانتفعت منه القاب الامارة والشرف التي
منحته اياها الحكومة الانجليزية والغى الامر
بإطلاق السدافع تعظيماً
ان سے امارت اور عزت کے القاب سلب کر لیے گئے جو انہیں انگریزی حکومت
نے عطا کیے تھے اور انرا وہ تعظیم توہین دانے کا سلسلہ بھی ختم کر دیا گیا۔

خدا یاد آویا

اس سے پہلے بھی گزر چکا ہے کہ نواب صاحب دورانی میں فقہ اور تصوف کے کثر
کے حق میں سوزن رکھتے تھے لیکن اب جو وہ سب کچھ فقہ پادریزین چکا تھا ایسے عالم میں
انسان کا رجوع اللہ تعالیٰ اور اللہ والوں کی طرف ہو جاتا ہے یہی ان کے ساتھ بھی ہوا۔
حی انہ وفق بالتوبة عما كان عليه من سوء الظن
بأئمة الفقه والتصوف وكتب ذلك في آخر مقالات
الاحسان ومقامات العرفان وهو توجه فتوح الغيب
للشيخ الامام عبد القادر الجيلاني رضي الله عنه وهو
آخر مصنفاته ثم بعثه الى دار الطباعة فطبع و
وصل اليه في ليلة توفي الى رحمة الله سبحانه

فی تلك الليلة۔ لے

یہاں تک کہ انہیں فقہ و تصوف کے ائمہ کے حق میں جگہ کی قربت کی توفیق نصیب ہوتی۔ یہ بات انہوں نے "مقالات الاحسان و مقالات العرفان" کے آخر میں لکھی اور یہ تخریج، امام عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی تصنیف "فتح" کا ترجمہ ہے اور نواب صاحب کی آخری تصنیف، انہوں نے یہ کتاب پریس میں بھیج دی تھی اور اس رات چھپ کر پہنچی جس رات اُن کی وفات ہوئی۔

وفات

۱۹ جمادی الآخرہ ۱۳۰۷ھ / ۱۸۹۰ء کو نواب صاحب کی وفات ہوئی، وقد صدر الامر من الحكومة الانجليزية ان يشيع ويدفن بتشريف لائق بالامراء واعيان الدولة كما كان لوليت له الانقلاب الملوکية والامراسيم الاميرية۔ لے

انگریزی حکومت نے حکم جاری کیا کہ انہیں نوابوں والی شان و شوکت کے ساتھ دفن کیا جائے، جیسے اس وقت دفن کیا جاتا، جبکہ اُن کے شاہی القاب اور امیرانہ نشانات برقرار ہوتے۔

بحال

ماہ ذوالحجہ ۱۳۰۷ھ / ۱۸۹۰ء میں وفات کے پانچ ماہ بعد حکومت نے لقب "نواب" بحال کر دیا۔

وردت الیہ الحکومت لقب الامارت فواب
 فی سلخ ذی الحجۃ سنتہ سبع وثلاث مائۃ والفت
 یعنی ایک بار پھر فواب صاحب انگریزی حکومت کے ہاں سر فرو قرار پائے اور لغات و
 جہاد و فیو کے شہادت غلط ثابت ہوئے، فواب صاحب کی روح اس وقت یہ کہہ رہی ہوگی کہ
 کی برے قتل کے بعد اس نے جفا سے قہر ہائے اس زود پشیمان کا پشیمان ہونا
تصانیف

فواب صاحب نے ۲۲۲ کتابیں لکھیں، تھ
 ولكنہ لا تخلوا تصانیفہ عن اشیاء (ما تلخیص)
 او تجرید او نقل من لسان الی لسان (انحر۔ تھ
 لیکن ان کی تصانیف، تصنیف کے (موسے میں نہیں آتی یا تو کسی کتاب
 کی نہیں ہیں یا تجرید، یا ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کی ہوئی ہیں۔

دعوائی مجددیت

مولوی فضل حسین بہاری اہل حدیث لکھتے ہیں
 فواب صدیقی حسن خاں اور مولانا ابوالحسنات، مولوی عبدالحی صاحب موم
 کے باہمی مباحثات کو جس نے دیکھا ہو گا وہ دیکھ لے گا کہ اپنی اپنی زبان سے
 مہذب ہونے کا کیرنگر دعوائی کیا گیا۔ کہ

۱۹۰۵ء ص ۱۹	نوبتہ الخواطر	لہ ابو الحسن علی ہمدانی
۲۴۴ ص ۲۴۴	تراجم ملکتہ حدیث شریف شامی کی کتب	لہ عبدالحی خاں نوشہروی
۱۹۰۵ء ص ۱۹	نوبتہ الخواطر	لہ عبدالحی کھنوی و حکیم
۲۱۴ — ۸	الحیاء بقدا المماۃ	لہ فضل حسین بہاری

اڈیٹی نذیر احمد دہلوی

معروف قلم کار اور ادیب ڈپٹی نذیر احمد دہلوی ۱۲۴۷ھ/۱۸۳۲ء میں بجنور میں پیدا ہوئے۔
بجنور اور دہلی کالج میں تعلیم حاصل کی۔ دو سال کنجاہ، پنجاب میں مدرس رہے۔ پھر کاتھور پلے
آئے۔ تعزیرات ہند کا انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیا۔

وكان يقع في الحديث الشريف وفي روايته و
يقول هم جهال لا يعرفون العلوم المحكية ولا معاني
الاحاديث الحقيقية - لہ

حدیث شریف اور اُس کے راویوں پر اعتراض کرتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ جاہل
تھے، علوم مکیہ اور احادیث کے معانی حقیقیہ نہیں جانتے تھے

ترجمہ قرآن

انہوں نے قرآن پاک کا اردو ترجمہ کیا اور اس پر غور کیا کرتے تھے، عربی اور اردو میں بہت
کا دعویٰ رکھتے تھے،

ويؤخذ عليه انه قد يختار التعبير الذي لا
يليق بالملك العلام وجلال الكلام لغرامه باستعمال
ما جرى على لسان اهل اللغة وشاع في معاورة
بعضهم لبعض وقد يشور بذلك فيهما يشير

علیہ النقد واللائمة - نہ

اُن پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ ترجمہ میں ایسے الفاظ لے گئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی باریک بینی اور کلام الہی کی عظمت کے لائق نہیں ہیں بلکہ انہیں اہل زبان کے استعمالات اور اُن کے محاورات سے بہت شغف ہے، اس لیے وہ ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں جن کی بناء پر ان پر تنقید اور ملامت کی جاتی ہے۔

سرشتید کے تعلیمی نظریات کے بڑے متوہتے۔

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں وہ دہلی میں رہے لیکن تحریک سے کوئی تعلق نہ رکھا۔

ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی لکھتے ہیں:

پرنسپل ٹیلر نے محمد حسین آزاد کے گھر پٹنوالی۔ ڈکھن میں اپنے محبوب استاد پروفیسر رام چندر کی حفاظت کے لیے بھاگے بھاگے پھر رہے تھے اور نذیر احمد نے اپنے سسرال والوں کے تعاون سے ایک زخمی خاتون لیسنس کی جہان بچائی۔ اگرچہ اس غیر خرابی کا سہرا خاندان کے دو بزرگوں مولوی عبدالقادر مولوی مدیر حسین کے سر ہے، لیکن اس میں شک نہیں کہ اس موقع پر نذیر احمد کی کارگزاری بھی کسی سکھ نہیں تھی۔

انگریز ہی سلطنت کے اہل ہیں

ڈوہڑی صاحب ایک لیکچر میں کہتے ہیں:

۱۔ ابراہیم علی ندوی، ترجمہ الخواطر، ص ۴۲
۲۔ اس لحاظ سے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کا ترجمہ قرآن کنزالایمان بے نظیر ہے کہ اس میں تعظیم الہیت اور احترامِ مصداقِ نبوت کا پورا اہتمام کیا گیا ہے ۱۲ قدوسی
۳۔ افتخار احمد صدیقی، ڈاکٹر، مولوی نذیر احمد بریلوی (مجلس ترقی اسلام، لاہور) ص ۸۰

۱۸۵۷ء کے غدر میں میں اپنے دل ہی دل میں کہا کرتا تھا کہ انگریز بھلے بول تو سمٹ کر تھوڑے دنوں کے لیے سمندر میں ہو رہیں۔ یہی باغیانہ عاقبت انڈیش برہمنوں کا جو عملداری کے تنزل سے خوش ہیں، چند روز میں عاجز اگر بہ منت انگریزوں کو مٹا لائیں تو یہی۔ میرا اس وقت کا فیصلہ یہ تھا کہ اگر یہی سلطنت ہندوستان کے اہل ہیں۔

ایک لکچر کے چند نکات ملاحظہ ہوں،

- ہماری سلطنت جاتی رہی تو خدا نے برٹش گورنمنٹ میں ہم کو اس کا نعم البدل عطا فرمایا ہے۔

- لا تغسدوا فی الارض بعد اصلاحها

پس ہم مسلمان تو ذہنیاً اطاعت و حکام پر مجبور ہیں اور جو فعل موجب سرکشی ہو، ہمارے یہاں منہیات شرعیہ میں سے ہے۔

- انگریزوں کے ہم مسلمان ہی ہند پر اتنے حقوق ہیں کہ وہ اہل کتاب ہیں اور ہم سے عہد امن رکھتے ہیں اور دوسری بات یہ کہ ان کی حکومت، حکومتِ صالحہ ہے۔

- انگریزوں کی حکومت اگر حکومتِ صالحہ نہ ہوتی، تاہم مستامن ہونے کی حیثیت سے ان کی خیر خواہی اور اطاعت ہمارا فرضِ اسلامی ہوتا، لکیف جبکہ امن، آسائش اور آزادی کے اعتبار سے ہمارے حق میں خدا کی رحمت ہے اگر انگریز نہ آتے تو ہم کبھی کے کٹ مرے ہوتے۔
- ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی لکھتے ہیں،

لے افتخار احمد صدیقی، مولوی تقی محمد دہلوی

ص ۱۵۶

ص ۱۶۰

لے ایضاً،

انہوں نے اپنے خطبات اور مذہبی تصانیف میں نہ صرف انگریزی حکومت کی اطاعت کی تلقین کی، بلکہ انگریزوں سے معاشرتی روابط پیدا کرنے کے حق میں بھی مذہبی دلائل پیش کیے۔

ڈپٹی نذیر احمد دہلوی ان الفاظ میں تلقین کرتے ہیں،

”آخر ہم ہندوؤں میں رہتے، ان سے ملتے جلتے ہیں اور ان کے ساتھ راہِ درم رکھتے ہیں تو انگریزوں کے ساتھ بدچہ اعلیٰ ہم کو دنیاوی ارتباط رکھنا چاہیے اور اسی میں ہمارا فائدہ ہے کیونکہ دریا میں نہنا اور گھر چھپنے سے ٹیر نہ نہیں سکتا۔“

انعام

ڈپٹی نذیر احمد کی کتاب ”مرآۃ العروس“ پر حکومت نے گراں قدر انعام سے نوازا۔ مسٹر کیپس، ناظم تعلیمات صوبہ شمال مغربی نے ان کی کتابیں دیکھیں، تو پسندیں اور فرمائش کی کہ ان کی نقلیں میرے پاس بھیج دو۔

دعوا بعد انہوں نے اطلاع بھیجی کہ مرآت العروس ایک ہزار روپے کے اقل انعام کے لیے حکومت کے سامنے پیش کی جا رہی ہے۔ صوبہ کے ایجنٹ گورنر سر ولیم مور نے آگے کے دربار میں انعام سے نوازا معتف کی عزت افزائی کے لیے اپنی جیب خاص سے ایک گھڑی مرحمت فرمائی۔ حکومت کی طرف سے کتاب کی دو ہزار جلدیں خریدی گئیں۔

ڈپٹی نذیر احمد دہلوی نے سر ولیم مور کی شان میں ایک عربی قصیدہ لکھا جس کے چند

۳۸۶ ص

مولوی نذیر احمد دہلوی

لے افتخار احمد صدیقی، ڈاکٹر

۱۵۹ ص

لے ایضاً

۸۷ ص

لے ایضاً

اشعار صحیح ذیل ہیں:

فانی اذا مارمت الظہار شکرم
 تقصر عنه منطقی و بیانی
 ولما اقبل قط من نال غایۃ
 تخلف عنہا اهل کل زمان
 فتودی فلی فی الفہ الف حاجۃ
 قضاء دیون واقتکاک رہان
 وغیرہما مالا اکاد اعدہا
 وذا ساعتی صیغیت من العقیان
 اقلدہا جمیدی لیعلم اننی
 لیسر ولیم فی سابقۃ الاحسان
 میں جب آپ کا حکمریہ ادا کرنا پڑا ہوں، تو میری گفتگو اور قوت گویائی
 ساتھ نہیں رہتی۔
 میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جس نے اس سے پہلے وہ بلند مقام حاصل
 کیا ہو جس سے تمام اہل زمانہ پیچھے رہ گئے ہیں۔
 ایک ہزار نقد میں میری سزا حاجتیں ہیں، قرضوں کی ادائیگی اور زمین کی
 مالگاری۔
 ان کے علاوہ بے شمار حاجتیں ہیں، اور یہ گھڑی ہے جو سونے سے بنائی گئی ہے
 میں اسے اپنی گردن میں لٹکا کر رکھوں گا تاکہ معلوم ہو کہ میں سرولیم کے
 قلدۃ احسان میں ہوں۔

قاضی محمد سلیمان منصور پوری

قاضی صاحب سیشن جی پی ایل اے مسقف رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۰ مارچ ۱۹۴۸ء کو آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے پندرہویں سالانہ اجلاس آگے میں ایک طویل خطبہ دیا جس میں کانفرنس کے مقاصد بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

مقصد ششم

”اس کانفرنس کا حکومت کی وفاداری کے ساتھ ساتھ دینی ذریعہ ترقی کا انتظام کرنا ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ کوئی مسلمان بھی بغاوت یا فساد سازش یا معاندتِ سلطنت کا روادار نہیں، مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ علیہ شاد کا حکم دینے سے الفحشاء والمنکر والبغی یاد ہے اور ہمیشہ رہنا چاہیے۔“

مولوی شہداء اللہ امرتسری

مشہور مناظر مولوی شہداء اللہ امرتسری ۱۲۸۷ھ/۱۸۷۰ء میں پیدا ہوئے مولوی احمد اللہ امرتسری، مولوی عبدالننار و زریا آبادی سے تعلیم پائی۔ دیوبند میں بھی پڑھتے رہے۔ سکاپور میں مولانا احمد حسن کانپوری سے آخری کتابیں پڑھیں۔ تمام عمر امرتسریں رہے۔ تعلیم کے بعد لے محمد سلیمان منصور پوری قاضی، خطباتِ سلیمان و سلیمان پٹی سہیلہ و گوجرانوالہ، ص ۲۳۱

پاکستان آگئے۔ ۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۷ھ / ۱۹ نومبر ۱۹۸۷ء کو سرگودھا میں فوت ہوئے۔ لے

تفسیر یا تحریف؟

ان کی تصانیف میں سے تفسیر القرآن بکلام الرحمن عربی نے خوب شہرت پائی، اُن کے ہم مسلک اہل حدیث علماء نے اس تفسیر پر سخت تنقید کی۔ مولوی عبدالحی، مؤرخ لکھتے ہیں:

وقد تعقب علیہ بعض العلماء
بعض علماء نے اس پر تعاقب کیا ہے

یہ تعاقب اتنا سرسری نہیں تھا، جس طرح بیان کیا گیا ہے۔ اہل حدیث کے مستم عالم مولوی عبداللہ غزنوی کے شاگرد مولوی عبدالحق غزنوی نے ایک رسالہ اللہ بعین میں پچیس ایسے مقالات کی نشان دہی کی ہے جو ان کے نزدیک قابل اعتراض تھے۔ اس تفسیر کے بارے میں ان کے تاثرات یہ ہیں:

”الفاظ غلط، معانی غلط، استدلالات غلط، بلکہ تحریفات میں یہودیوں کی بھی ناک کاٹ ڈالی۔“

حقیقت میں یہ بے انصاف، ناحق شناس، بدنام کنندہ گونامے چند ناحق اہل حدیث کو بدنام کر رہا ہے، بلکہ اہل حدیث سے بالکل مخالف اور اہل سنت و جماعت سے خارج ہے۔ فلاسفہ اور شیخوں اور معتزلہ کا معتد بہ ناسخ و منسوخ، تقدیر، معجزات، کرامات، صفات باری، ویدار الہی، مسیذان، مذاب قبر، عرش، لوح محفوظ، حابۃ الارض، طلوع شمس از مغرب وغیرہ

لے عبدالحی بیکیم: نزدیکہ اطراف (نور محمد کراچی) ج ۸، ص ۶-۹۵

ص ۹۵

اللہ بعین (لاہور پبلشنگ پریس لاہور) ص ۳

لے ایضاً:

لے عبدالحق غزنوی:

دیا جاتے تو روا ہے۔ اس کا معنی اس تفسیر سر اباالحامد و تحریف

میں پورا مرثیہ، پورا چکر الہوی اور چھٹا ہوا پچری ہے۔ ۹۷

اسی پر بس نہیں ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۶ء میں مولوی شہداء اللہ امرتسری کی تجویز پر یہ مقدمہ سعودی عرب کے بادشاہ عبدالعزیز ابن سعود کے سامنے پیش کیا گیا۔ شاہ نے اپنے علماء کے سامنے یہ مقدمہ پیش کیا۔ انہوں نے اللہ ربیعین کی تائید کی اور امرتسری صاحب کو تائب ہونے کے لیے کہا۔

شیخ عبداللہ بن سلیمان آل بلییدہ نے اپنی رائے اس انداز میں ظاہر کی،
”میں نے ان کو اہل حدیث اور اہل سنت کے مذہب و مسلک کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دی، مگر باوجود ان سب باتوں کے انہوں نے اپنی غلطیوں پر
اصرار کیا اور معاندانہ روش اختیار کی (ترجمہ)

ریاض کے قاضی شیخ محمد بن عبد اللطیف آل شیخ نے لکھا،
”نہ تو مولوی شہداء اللہ سے علم حاصل کرتا تھا نہ ہے اور نہ اس کی اقتدار جائز ہے
اور نہ اس کی شہادت قبول کی جاتے اور نہ اس سے کوئی بات روایت کی جائے
اور نہ اس کی امامت صحیح ہے، میں نے اس پر حجت قائم کر دی، مگر وہ اپنی بات
پر اڑا رہا۔ پس اس کے کھڑ اور مرتد ہونے میں شک نہیں۔“ ۹۸
مولوی عبد اللہ خاں پوری اہل حدیث لکھتے ہیں،

”اور شہداء اللہ محمد زندقہ کا دین اللہ کا دین نہیں ہے، اس کا کچھ دین تو فکاحہ
دہریہ نماز و صائین کا ہے جو ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دشمن

۱۔ عبدالحق غزنوی،

الاربعین

ص ۴۳

۲۔ عبدالعزیز،

فیصلہ مکہ (مجموعہ مرکز اہل حدیث ہند لاہور) ص ۱۵

۳۔ ایضاً،

۴۔ مکہ سعودی جمع، یعنی سرکش

میں ۱۰۰۰۰۰ اور کچھ دینی اس کا الیہم کا ہے جو اس امت کا فرعون تھا بلاس
سے بھی بدتر ہے۔ ۰۰۰۰۰۔ پس وہ حکم قرآن واجب القتل ہے۔ لے
یہ سب اہل حدیث کے ذمہ دار اور مستند علماء کے فتوے ہیں، مگر موجودہ دور کے
اہل حدیث کے نزدیک وہ مسلم شیخ الاسلام ہیں۔
”اہل حدیث امرتسری کے نامور مدیر شیخ الاسلام حضرت مولانا امرتسری رحمہ اللہ
اب سوال یہ ہے کہ کیا امرتسری صاحب نے اپنا ان قرآن سے توبہ کر لی تھی جن کی جہاد پر
مذکورہ بالا فتوے لکائے گئے تھے اور اگر نہیں تو شیخ الاسلام کے معزز ترین لقب ہی کا پاس
کیا ہوتا؟

مرزائیوں کے پیچھے نماز مجاز

امرتسری صاحب مرزائیوں سے مناظرہ اور مقابلہ کرتے رہے، لیکن مرزائیوں کے بارے
میں ان کا موقف کیا تھا؟ مولوی عبدالعزیز، سیکرٹری جمعیت مرکزیہ اہل حدیث، ہند کی رہائی نیچے
مولوی شامرائہ امرتسری کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

”آپ نے لاہوری مرزائیوں کے پیچھے نماز پڑھی، آپ مرزائی کیوں نہیں؟
آپ نے فتویٰ دیا کہ مرزائیوں کے پیچھے نماز جائز ہے، اس سے آپ خود
مرزائی کیوں نہیں؟

آپ نے مرزائیوں کی عدالت میں مرزائی وکیل کے سوالات کا جواب
دیتے ہوئے مرزائیوں کو مسلمان مانا۔ اس سے آپ غرور مرزائی کیوں نہیں ہوتے؟

القیصلۃ المجاہذۃ السلطانیۃ (المان سرسری پریس لاہور) ص ۸

لے عبدالاحد خانپوری

مرزائیت اور اسلام ص ۱۴۸

ص ۱۸۱

ص ۲۶

فیصلہ

نئے نمبر

ب ایضاً

لے عبدالعزیز

اس کے باوجود اگر انہیں شیخ الاسلام قرار دینے پر اصرار ہے تو ہمیں بتایا جائے کہ وہ کونسا اسلام ہے؟ خدا و رسول کا اسلام تو ہو نہیں سکتا۔

آخر میں برٹش گورنمنٹ کے ہارسے میں اُن کا نظریہ بھی دیکھ لیجئے۔

غلام رسول مہر اہل حدیث لکھتے ہیں،

”۱۹۲۲ء میں ایک اجتماع کا انتظام ہوا اور اس میں مولانا شاہد اللہ مرحوم

امرتسری بھی شریک تھے۔ وہ اہل حدیث کا نفرنس کے سیکرٹری تھے۔ انہوں نے

ہمیں کانفرنس کے اعراض و مقاصد دیکھے، تو اُن میں پہلی شق یہ تھی،

”حکومت برطانیہ سے وفاداری“

ہم نے عرض کیا کہ مولانا اسے تو نکال دیجئے۔ ہم ترک ممالک کیے بیٹھے ہیں

تو وہ سخت غصے میں آگئے، لیکن اکثریت نے یہ شق نکلوا دی۔“

خیال فرمایا آپ نے کہ حکومت برطانیہ کی وفاداری کس قدر عزیز تھی؟ اکثریت نے

اگر یہ یہ شق نکلوا دی، مگر امرتسری صاحب آخر تک اس شق کے حذف کرنے کو قبول نہ کر سکے

پھر اس شق کا نکلوا دینا بھی محض غور ہے، کیونکہ اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ ۱۹۲۹ء میں

آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے پندرہویں جلسہ آگے میں منعقد ہوا تھا۔ قاضی محمد علی

منصور پوری نے اپنے خطبہ میں کانفرنس کا چھٹا مقصد، حکومت کی وفاداری کو قرار دیا تھا۔

اُجلی پیشانیاں

گزشتہ اوراق میں سید احمد بریلوی، شاہ اسماعیل دہلوی، میان نذیر حسین دہلوی مولوی

محمد حسین بریلوی، نواب صدیقی حسن مجوہالی، ڈپٹی نذیر احمد دہلوی، قاضی محمد سلیمان منصور پوری

اور مولوی شہار احمد امرتسری وغیرہم زعماء اہل حدیث کے انگریزی حکومت سے روابط و مراسم

اور وفاداری کے عہد و پیمان، ناقابل انکار شواہد اور حوالہ جات سے بیان کئے گئے ہیں جن سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ان حضرات کی اہلی پیشانیوں اور رخنہ جبینوں پر انگریز دشمنی کا دایع تک نہیں ہے۔ ان پر انگریز دشمنی کا الزام لگانے والا ان کا دشمن تو ہو سکتا ہے، خیر خواہ اور عقیدت مند ہرگز نہیں ہو سکتا۔

برٹش گورنمنٹ کے خطاب یافتگان

مولوی عبدالرحیم عظیم آبادی نے "الذکر المنشور فی تراجم اہل صلوٰۃ" میں حکومت برطانیہ سے شمس العلما ریاض خان بہادر کا خطاب پانے والے جن علما اہل حدیث کا ذکر کیا، ان کی فہرست پہلے ایڈیشن کے نائٹیل کے اندرونی صفحے پر دی ہے اور انگریزی حکومت کو گورنمنٹ عالیہ عادلہ کے القاب سے یاد کیا ہے اور حق شکر گزاری اس طرح ادا کیا ہے:

"خاص کر فرقۃ اہل حدیث کے لیے تو کسی اسلامی سلطنت میں بھی یہ آزادی مذہبی دکھ وہ بلا مزاحمت اپنے تمام ارکان دینی ادا کریں، نصیب نہیں جو برٹش حکومت میں انہیں حاصل ہے، پس ان کا فرض مذہبی و منہسی و فعلی ہے کہ وہ ایسی عادل اور مہربان گورنمنٹ کی مطیع و فرمان بردار رہا ہوں اور ہمیشہ دعا گوئے سلطنت رہیں، فتدبرو و تفکرو ولا تکن من الغافلین"

اگلے صفحے پر اس فہرست کا مکس ملا خط ہوا، یاد ہے کہ یہ صرف وہ خطاب یافتہ اہل حدیث ہیں جن کا ذکر الذکر المنشور "میں ہوا ہے، درود متبع اور تلاحش سے یہ فہرست مزید طویل ہو سکتی ہے۔

الدر المنثور کے ایک صفحے کا عکس

اندھیرے اُجالے تک

اور

پیشے کے گھر

ارباب علم و صحافت کی نظر ہیں

ترتیب

ممتاز احمد مدنی

حضرت علامہ مولانا تقدس علی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ

شیخ الجامعہ جامعہ راشدیہ، پیر جو گوٹھ، سندھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محبت محترم مولانا عبدالحکیم شرف قادری صاحب شیخ الحدیث
جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور۔ اہل سنت کی قابل قدر شخصیت ہیں۔ وہ اپنی ذات کو
درس و تدریس، تالیف و تصنیف کے لیے وقف کر چکے ہیں۔ مولانا موصوف
معروف ترین اور ہمہ گیر شخصیت ہیں، متعدد درسی کتابوں کے تراجم اور حواشی لکھ چکے
ہیں اور متعدد موضوعات پر ان کی تصانیف ان کے علم و فضل کا بین ثبوت ہیں ایک
عالم متقی ہونے کے ساتھ خاموش طبع بھی ہیں۔

زیر نظر کتاب اندھیرے سے اجالے تک میں مولانا نے افیاء کی طبع کا پردہ چاک
کر دیا اور اپنی ششہ تحریر میں حقائق کو واشگاف کر دیا اور ثابت کر دیا کہ امام احمدیہ
اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ پر جو الزامات لگائے گئے ہیں وہ بالکل بے سرو پا اور
اور غلط ہیں اور چلتی پھرتی روایتوں اور افواہوں کا بھی قلع قمع کر دیا اور انصاف کے
دامن سے وابستہ رہے ہوئے ہر بات پر قول باحوالہ درج کر دیا۔

ہر حال مولانا نے جس موضوع پر قلم اٹھایا ہے حقیقت میں اسس کا حق
ادا کر دیا ہے، میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ بظہیل سید عالم صلی اللہ
علیہ وسلم اپنی صحت و سلامتی کے ساتھ مسلک اہل سنت کی تبلیغ و اشاعت
کی مزید توفیق عطا فرمائے

۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ فقیر تقدس علی قادری شیخ الجامعہ

۱۵ جنوری ۱۹۸۸ء جامعہ راشدیہ، پیر جو گوٹھ، خیر پور

آفسی کہ حضرت اقدس ۳ رجب المرجب ۲۲ فروری ۱۴۰۸ھ کو دارفانی سے رخصت
فرمائے، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسرہ پیر جو گوٹھ، ضلع خیر پور میں سندھ میں آپ کا مزار ہے۔

غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(مقام)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي وَنُصَلِّعُ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ وَعَلَى آلِهِ
وَمَنْجِبِهِ أَجْمَعِينَ

اعلیٰ حضرت مجدد وقت الامام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
اور مسکب اہل سنت کی طرف سے عاتقہ المسایین کو بدظن کرنے کی جو ہم مبلغین کی
طرف سے شکم پروری کی خاطر عرصہ دراز سے چلائی گئی اس کی بنیاد و دعوہ گوئی
اور الزام تراشی کے سوا اور کچھ نہ تھی جب وہ اہتلافی کس پرسی کی حالت میں مضمل ہو
کردم توڑنے لگی تو اچانک سعودی خزانوں کے دھانے مکمل کئے ریالوں کی بھرنا شروع
ہو گئی۔ پھر کیا تھا یا رب لوگوں نے خوب ہاتھ رنگے اور شکم پروری کے اس موقع سے جی
بھر کے فائدہ اٹھانے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی ملک اور بیرون ملک اس مذموم ہم کو
بڑی تیزی سے چلانا شروع کر دیا گیا۔ اس سب سے نامسعود کا نتیجہ رسوائے زمانہ کتاب
البریلویہ ہے جس کے ہر باطن مٹوٹ نے اعلیٰ حضرت پر جھوٹے الزام لگانے
اور مسکب اہل سنت کو مسخ کر کے کفر و شرک اور بدعت و ضلالت کی صورت میں
پیش کیا حقائق ثابتہ کو دجل و غریب کے پردوں اور چھتائی ہوئی صداقتوں کو شکوک و
ادہام کی تاریکیوں میں چھپانے کی ناکام کوشش کی مگر اللہ تعالیٰ نے ہر فرعون و ساموئیل
اللہ تعالیٰ کی توفیق سے فاضل جلیل حضرت مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری مدظلہ
میں آئے اور انہوں نے اس کے رو میں اندھیرے سے اجالے تک کتاب دکھی
جو اسم بامعنی ہے حقیقت یہ ہے کہ فاضل معترف نے مولانا البریلویہ کے
مکرو غریب اور دجل کے تمام پردوں کو چاک کر دیا اور علم و یقین کے نور سے شکوک و

ادام کی غفلتوں کو نیست و نابود کر دیا ہے۔ اس کا جو حصہ سلنے آیا ہے اس کے پڑھنے سے یقیناً ایسا ہی محسوس ہوتا ہے کہ ہم اندھیرے سے اجالے تک پہنچ گئے۔ معصوف مدوح نے نہایت خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ حقائق کو بڑے نقاب کیا ہے۔ مدلل اور مسکت جوابات دے گئے ہیں۔ انتہائی سلیس اور پاکیزہ اندازِ بیاں جو تحقیقی اور انصاف کی روشنی میں اگر یہ کتاب پڑھی جائے تو پڑھنے والا بیباک کہے گا حق یہی ہے جو ”اندھیرے سے اجالے تک“ کتاب کے معصوف نے لکھا۔

فاضل محترم مولانا محمد عظیم شرف قادری متقی تحسین و آفرین ہیں کہ انہوں نے یہ بے نظیر کتاب لکھ کر حقائق کے چہروں سے نقاب اٹھا دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس تعینیت کو شرف قبول عطا فرمائے اور انہیں ان خدمات کے لیے زندہ و سلامت رکھے۔ آمین

سید احمد سعید کافلی ۵ / رجب المرجب ۱۴۰۶ھ

مطابق ۱۷ مارچ ۱۹۸۶ء

حکیم محمد سعید دہلوی

بمقام منزل کراچی ۵

محترم جناب محمد عظیم شرف قادری صاحب !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی مہرسلہ کتابیں (۱) اندھیرے سے اجالے تک (۲) حیات امام اہل سنت

(۳) اجالا (۴) امام احمد رضا بریلوی اپنوں اور غیروں کی نظریں (۵) سلام رضا

(۶) بہار شباب مع سوانح حیات (۷) قادیانی مرتد پر غلطی ستوارہ ملیں۔

۱۔ محسوس کہ حضرت خزانِ نازاں قدس سرہ ۲۵ رمضان المبارک ۲۲ جون ۱۴۰۶ھ / ۲۱ جون ۲۰۸۶ء کو

فانی سے رحلت فرما گئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ ورحمۃ اللہ

آپ کے ان تحائف کا شکریہ!

ساری کتابیں معلومات افزا ہیں اور ان سے فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان
کے حالات و سوانح اور ان کے علمی کارناموں پر اچھے انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے
دعا ہے کہ ان کتابوں کو قبول عام نصیب ہو! آمین!

آپ کی اس کرم فرمائی کا شکریہ مکرر
امید ہے کہ مزاج بر عافیت ہوگا۔

بر احترامات فزاواں

آپ کا مخلص
حکیم محمد سعید

۷ دسمبر ۱۳۸۶ھ

۱۵ جولائی ۱۹۸۶ء

مولانا محمد احمد مصباحی

جامعہ اشرفیہ، مبارکپور، انڈیا

”اندھیرے سے اجالے تک“ آپ کا عظیم جماعتی اور علمی و تاریخی کارنامہ ہے
جسے دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی۔ اس کتاب کی چند خصوصیات ہیں :-
۱۔ البریلویہ (احسان الہی وغیرہ) کے ہر الزام کا جواب بسط و شرح سے
پیش کیا گیا ہے۔

۲۔ ہر موضوع سے متعلق امام احمد رضا کے حالات و خدمات کا تفصیلی جائزہ لیا
گیا ہے جو بھائے خود ایک سوانحی خدمت ہے جس کی روشنی میں الزامات خود ہی
تاریخیت کی طرح اڑتے ہوئے نظر آتے ہیں، اس طرح یہ کتاب ایک مثبت تحقیقی
کی بھی حامل ہے

۳۔ البریلویہ کے افتراءات کا جواب بڑی ہی بروہاری، علمی ستائش کے ساتھ

سجنگ اور حوالوں کی پختگی کے ساتھ دیا گیا ہے، میری نظر میں یہ آپ کے قلم کی سب سے بڑی خوبی ہے۔ ورنہ ظہیر نے جس عیاری و بے باکی کے ساتھ حقائق کو مسخ کرنے اور شخصیت کی مکروہ تصویر بنانے کی ناروا کوشش کی ہے وہ امام احمد رضا کے ہر عقیدہ کو شعلہ قلم بنانے کے لیے کافی ہے۔

سو سال بلکہ زیادہ عرصہ سے قادیانی، رافضی، پنجری، غیر مقلدہ دیوبندی سب فرقتے امام احمد رضا کے سخت مخالف ہیں، لیکن مخالفت، تعصب اور عناد کے باوجود امام احمد رضا کی فقہی جہارت، غیر معمولی ذہانت، قوتِ تحریر اور مختلف علوم و فنون میں کمال کے معترف رہے ہیں۔ لیکن احسان الہی ظہیر وہ پہلا شخص ہے جسے عناد و تعصب میں اس مرتبہ کمال تک ترقی ہوئی کہ امام احمد رضا کو ”سیتی المحافظہ غائبہ لہذا“ لکھا اور ان کی تصانیف کو ان کے متعلقین اور تلامذہ کا کارنامہ شمار کیا۔ اخوانِ متعلقین اور تلامذہ نے امام احمد رضا کے بعد باہمی زندگی ہی میں کوئی ایک ہی کتاب ان کے معیار کی لکھی ہوئی، ان کے لیے کون سا مانع تھا؟ جب وہ خود اپنے نام سے اپنی کتابیں شائع کرتے ہیں تو وہ بلندیِ فکر و استدلال نہیں ملتی جو امام احمد رضا کی کتابوں میں ہے۔

۴۔ اندھیرے سے اجالے تک کے تمام حوالے انتہائی دیانت داری سے پیش کیے گئے ہیں اور جملہ مندرجات کے ماخذ موجود ہیں، جب کہ البصر علیہ فی الخیر کسی حوالہ کے امام رضا کے ابتدائی استاد مرزا غلام قادر بیگ بریلوی کو قادیانی کا بھائی بنا دیا ہے اور جگہ جگہ حوالے تو دیئے ہیں لیکن جہارت بالکل مختلف ہے، اصل میں کچھ ہے اور البصر علیہ میں کچھ۔

خدا کا شکر ہے کہ اہل سنت کے پاس حقائق ہی حقائق ہیں جن کا اہلِ پھلچوں اندھیرا غائب ہو جاتا ہے اور معاند کی پر تعصب کاوشیں فکر و قلم خاک

۵۔ آپ کی کتاب اس لحاظ سے بھی ممتاز ہے کہ استمداد سے خالی ہے اور
ریکارڈ حسن بیان سے آراستہ ہے، حوالے اور دلائل زیادہ ہیں اور بے ضرورت
خام فرسائی بالکل نہیں۔

۶ کتاب کی کتابت اور تصحیح بھی بہت عمدہ ہے۔ جب کہ اس زمانہ میں اکثر
کتابیں اغلاط کتابت کی خاصی مقدار لیے جاتی ہیں، غالباً پروف پر آپ کی بھی نظر
گری ہے۔

آپ نے اہل سنت کو ایک عظیم فرض کفایہ سے سبکدوش کرنے کی کامیاب
کوشش کی ہے۔ رب کریم آپ کو ہم تمام سینوں کی طرف سے اپنی شان کے
لائق جزاؤں سے نوازے اور اس کتاب کے عربی ایڈیشن اور دیگر ابواب کی تکمیل
کا سامان بھی احسن و اکمل طور پر بہت جلد فرمائے

محمد احمد مصباحی بھیروی
رکن الجمع الاسلامی، فیض العلوم
محمد آباد، گوبند، اعظم گڑھ، یو۔ پی

دوشنبہ ۱۸ ربيع الثور ۱۴۰۶ھ
۱۸ نومبر ۱۹۸۵ء

پروفیسر محمد مسعود احمد پرنسپل
گورنمنٹ ڈگری کالج، ٹھٹہ (سندھ)

نوازش نامہ اور تحفہ انیقہ موصول ہوئے۔ آپ نے بڑی محنت کی
اور تحقیق کا حق ادا کر دیا، جزاکم اللہ! — مدلل و محقق و محقق نگارشات دور جدید کا
تقاضا ہیں، آپ نے اس تقاضے کو بحسن و خوبی پورا فرمایا، آپ کے لیے دل سے شفا
منکلی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ دارین میں اپنی رحمتوں سے مالا مال فرمائے آمین — آپ جن
حالات میں کام کر رہے ہیں، اُن حالات میں اہل عزیمت ہی کام کرتے ہیں مولیٰ تعالیٰ آپ
کو بہت واستقامت عطا فرمائے آمین!

آپ ان ممتاز اہل قلم میں سے ایک ہیں جن سے فقیر استفادہ کرتا ہے۔ آپ کی مساعی و فن تحمیں و آفریں ہیں۔

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

۱۴ نومبر ۱۹۸۵ء

مولانا علامہ محمد اشرف سیالوی

شیخ الحدیث، سیال شریف

جناب کے مرسلہ دو عدد محیطے اندھیرے سے اجالے تک موصول ہوئے، بہت متحسن گوشتش ہے اور انتہائی محتاط انداز بیان۔ اللہ تعالیٰ مزید برکات سے بہرہ ور فرمائے اور خدمت دین قریم کی توفیق رفیق خیر رفیق

حک شیر محمد خاں، کالا باغ

آپ کی ارسال کردہ کتاب موسومہ اندھیرے سے اجالے تک موصول ہوئی، جس کے لیے احمق قلب سے ممنون ہوں۔ میں اس کتاب کی طباعت کا منتظر تھا۔ کتاب موصول ہوتے ہی ایک ہی نشست میں پڑھ لی۔ فاضل مؤلف نے البریل طوئے کے تمام اعتراضات کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی ہیں۔ انداز بیان دلکش، بنیحدہ اور جہذب ہے۔ فاضل مؤلف کے لیے بے ساختہ دل سے یہ دعا نکلتی ہے

ع۔ اللہ کہے زور قلم اور زیادہ

والسلام خیر طلب

شیر محمد خاں نے

۲۴ اکتوبر ۸۵ء

مولانا عبدالحکیم خاں اختر شاہ جی پوری

مترجم کتب حدیث — لاہور

انذہیر سے اچالے تک، خدا سے یا رسول اللہ
اور مجبورہ رسائل متعلقہ رد ووافض، یہ تینوں آپ کی نگارشات بخیر ویکس اور دوران
مطالعہ بار بار آپ کے لیے دل سے دعائیں نکلتی رہیں۔ جزاک اللہ فی الدارین خیر
”علامہ“ احسان الہی ظہیر صاحب کے الزامات کا جس عالمانہ اور فاضلانہ نشانہ
سے بے سرو پا ہونا ثابت کیا ہے اور جس طرح مسکت جوابات دیے ہیں ان کے
باعث آپ جملہ اہل سنت وجماعت کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں۔ یہی وہ
کاوش اور سبب مشکور کے باعث آپ نے اپنے رضوی ہونے کا منہ لواتا ثبوت
فراہم کر دیا ہے

۲۲ رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ اختر شاہ جی پوری مظہری

۱۳ مئی ۱۹۸۶ء

پروفیسر محمد ارشد، لیکچرر شعبہ تعلیم

کیڈٹ کالج، حسن ابدال.....

چند دن پہلے آپ کی کتاب شیخ کے گرد کیے کا اتفاق
ہوا، اپنے موضوع پر بہت اچھی اور لائق تحسین کوشش ہے۔ انذہیر سے اچالے تک
آپ کی دوسری نسبتاً زیادہ ضخیم کتاب بھی پڑھ چکا ہوں۔ البریہ کا بہت درجہ سنا تھا
راقم الحروف کو عربی پر دسترس نہیں ہے۔ اس لیے خود تو اس کا مطالعہ نہ کر سکا
تھا اب آپ کی کتاب انذہیر سے اچالے تک نے جو اس فریب کا پردہ ہٹا دیا
کیا ہے تو معلوم ہوا کہ البریہ کے مولف کتنی کھلی کھلی بددیانتیوں کے مرتکب ہوئے
میں جو ایک عالم دین تو کیا ایک شریف انسان سے بھی متوقع نہیں ہوتیں
فصل ۱، محمد ارشد

۳۰ جون ۱۹۸۶ء

علامہ اقبال احمد فاروقی، لاہور

غیر مقلدین کے خطیب و ادیب علامہ احسان الہی ظہیر صاحب نے اپنی بیمار عربی زبان میں البسریہ لکھ کر وادی نجد کے لوکیلے ذہنوں کو خوش کر دیا تھا۔ اس کتاب کی غلط بیانیوں کو ہمارے فاضل دوست جناب مولانا محمد عبدالحکیم شرف نے اندھیرے سے اجالے تک میں آڑے ہاتھوں لیا، یہ کتاب نظریاتی افقی پر ایک لطیف اجالا بکھرتی ہوئی آئی۔

محمد عالم محمد حق — لاہور

اندھیرے سے اجالے تک کا کئی دن ہوئے مطالعہ کر چکا ہوں اور اس انتظار میں تھا کہ اس کا حصہ دوم بھی نظر نواز ہو تو مطالعہ کے بعد اپنی گزارشات پیش کروں، مگر دوسرا حصہ غالباً ابھی تک منعقد شہود پر نہیں آیا۔ آپ نے جس انداز سے احسان الہی ظہیر صاحب کی رسوائی زمانہ کتاب البسریہ کا تعاقب کیا ہے میں اس پر ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں، آپ نے غنیم کے مورچوں کو ہی صرف تہس نہس نہیں کیا بلکہ دشمن کے علاقہ میں گھس کر اسے ہینڈ زاپ کرنے پر مجبور کر دیا اور احسان الہی صاحب نے البسریہ میں اپنی عربی دانی کا جو قلم تعمیر کیا تھا اسے اسکے اندرونی دوستوں کی مساونت ہی سے ہندم کر دیا۔ میری مراد اس اسلم سے ہے جو آپ کو ہفت روزہ اہل حدیث کے شماروں سے علاء اسے کہتے ہیں اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے، مگر میں سمجھتا ہوں سب سے بڑا کمال آپ کا یہ ہے کہ کتاب کی اندرونی شہادتوں سے آپ نے احسان صاحب کے مبلغ علم کا جو پول کھولا ہے اور اس طرح بھلا سے زخم پہنچا نے میں وہ مدتوں ان کو سہاگتے رہیں گے۔ البتہ ایک بات کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں وہ یہ کہ

آپ کی کتاب میں بھی اردو میں بعض غلطیاں رہ گئی ہیں جن میں گواکثر غلط العوام میں مگر
فرقی مختلف کے ہاتھ میں ایک ہتھیار تو آسکتا ہے
آپ کا محمد عالم
۲۱ جنوری ۱۹۸۶ء

ارادہ سلطان مجاہد الطاہری

سینئر سول انجینیئر..... اوکاڑا

آپ کی مختلف کتابیں نظر سے گزری ہیں مگر کبھی مجلسِ رضا
کی کتابیں بھی زیرِ مطالعہ رہی ہیں، ہمارے مسلک میں آپ ان مصنفین میں شمار کیے جاسکتے
ہیں جن کی تحریریں ہلکے اور بازاری الفاظ سے مبرا ہیں، دراصل آج کے دور میں یہ تحریریں
قابلِ قبول و ستائش رہ گئی ہیں، آپ ایسے مصنفین ہمارے لیے قابلِ فخر سرمایہ ہیں،
جن کی نگارشات ہر طبقہ میں پسند کی جائیں۔ پراثر ہوں۔ ہم نے صرف اپنا نقطہ نظر
پیش کرنا ہوتا ہے۔ دوسروں پر بے جا تنقید اور بے مقصد حملے دراصل صحیح موقف کو
کو کمزور کر دیتے ہیں اور پڑھے لکھے لوگوں میں یہ تحریریں آج کل نفرت کی علامت سمجھی
جاتی ہیں، ماشاء اللہ! آپ کی تحریریں ان آلائشوں سے پاک ہیں، اللہ تعالیٰ نے
یہ نعمت آپ کو دی ہے۔ اس کا شکریہ ہے اور آپ کو مبارک ہو

آپ کا اسلامی ساتھی

۹ فروری ۱۹۸۶ء

سلطان مجاہد الطاہری

سید محمد ریاست علی قادری

بانی ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی

اندھیرے سے اجالے تک پوری کتاب کا ترجمہ
کرنے کا ارادہ ہے اگر یہ کتاب جدید عربی میں ترجمہ ہو گئی تو بہت مفید ہوگی، یہاں بندوبست

کر لیا ہے۔ آپ اپنی رائے سے مطلع کیجئے :
 ماشاء اللہ ! بہت خوب لکھی ہے وہیم تمام عقیدتمندان اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ
 کی طرف سے دلی مبارک باد قبول فرمائیں

سید ریاست علی قادری

غلام مرتضیٰ سعیدی

فروکہ خلیع سرگودھا

میری طرف سے اپنی بے نظیر تصنیف اندھیرے سے اجالے ملک
 کی اشاعت پر مبارک باد قبول فرمائیے۔ — بندہ ایک طالب علم اور انجمن طلباء اسلام
 کا ایک ادنیٰ سارکن ہے اس لیے جناب کے اس شہ پارے پر تبصرہ کرنا بندہ کے
 بس کی بات نہیں ہے مگر تا ضرور عرض ہے کہ آپ نے زبان زیادہ نرم استعمال
 کی ہے۔ شاید آپ کے اعلیٰ اخلاق کا ثمر ہو، مگر جو زبان البریلو تیرے میں استعمال کی
 گئی ہے میرے خیال میں زبان ایسی ہی ہوتی چاہیے تھی میں نے مذکورہ بالا کتاب نہیں
 پڑھی مگر جہاں کہیں آپ نے حوالہ جات نقل کیے ہیں تو اس عبارت کو پڑھ کر قلب و
 باطن میں اک آگ سی لگ جاتی ہے اور جواب دینے کی بجائے ہی چاہتا ہے کہ اس
 دروغ گو کی زبان کاٹ دی جائے

غلام مرتضیٰ سعیدی

جرائد

احسان الہی ظہیر

سوال : کیا پاکستان میں بریلوی علماء کی طرف سے (البریلو تیرے) جواب میں کوئی

کتاب نہیں لکھی گئی؟

جواب : صرف چند غلط لکھے گئے ہیں دلیل کے ساتھ کوئی بات نہیں کی گئی تھی، محض دشنام طرازی سے کام لیا گیا تھا۔ مجھے اس پجیرت بھی ہے کہ چار برس میں پورا عالم بریلویت میری اس کتاب کا جواب نہیں دے سکا ہے۔ حالانکہ ان میں بڑے بڑے مبشرات کے حاملین بھی شامل ہیں جن کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ انہیں بشارتیں ملتی ہیں اور بہت سے ایسے تیس ماہرین بھی ان میں شامل ہیں جو سمجھتے ہیں کہ ان کے سامنے کسی دوسرے کا چراغ ہرگز نہیں جلتا کسی نے مجھے جواب دینے کی جرات نہیں کی ہے (ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور، شمارہ فروری ۸۷ء ۶۱۹ ص ۳۴)

مولانا ابو داؤد محمد صادق

سرپرست ماہنامہ رمضان، مصطفیٰ، گوجرانوالہ

جن پمفلٹوں کا بغیر صاحب نے ذکر کیا ہے ان میں دشنام طرازی نہیں کی گئی بلکہ خود ان کی دشنام طرازی و غلط بیانی کو بطور نمونہ مشتے از خروار سے بیان کیا گیا ہے لہذا انہیں چاہیے تھا کہ اگر ان پمفلٹوں کی ایک ہی غلط بیانی ہوتی تو اس کی بھی صفائی پیش کرتے یا اپنی غلطی کا اعتراف کرتے۔ مذکورہ پمفلٹوں کے جواب میں ان کی خاموشی نے ان کی ذات اور کتاب دونوں کو مشکوک و داندکار کر دیا ہے دوسری بات یہ ہے کہ کتاب البریلویتہ کا کھلم کھار دو جواب اس لیے شائع نہیں کیا گیا کہ اس کتاب پر پابندی کی خبر آگئی تھی اور اس پر فرقہ واپس نے سخت واویلا بھی کیا تھا لہذا ظاہر ہے کہ پابندی کی خبر کے بعد جواب کی اشاعت پر بھی اثر پڑتا

تیسری بات یہ ہے کہ کتاب البریلویتہ کے مختلف پہلوؤں کے رد میں مولانا عبدالمکرم

شرف صاحب نے اندھیرے سے اچالے ٹمک، شیشے کے گھرہ ندائے یا رسول اللہ جیسے مختلف عنوانات سے جواب شائع کیا ہے جس میں محض دلیل و متانت سے گفتگو کی گئی ہے، معلوم نہیں ظہیر صاحب کی نظر سے مولانا شرف صاحب موصوف کی تصانیف کیوں نہیں گزریں؟ یا مصلوٰۃ انہوں نے ان کے ذکر سے چشم پوشی کی ہے بہر حال یہ بھی ظہیر صاحب کی محض خوش فہمی و غلط بیانی ہے کہ ان کی مذکورہ کتاب کا جواب نہیں دیا گیا۔

(ماہنامہ قومی ڈائجسٹ، لاہور شمارہ مارچ ۱۹۸۷ء ص ۳۰۰)

الجواب کینے میں چونکہ اپنی ہی صورت نظر آتی ہے اس لیے ظہیر صاحب کو اپنی دشنام طرازی کا جواب بھی دشنام طرازی کی صورت میں نظر آیا۔ بہتر جزا کہ ظہیر صاحب ”چند پمفلٹ“ کا نام بھی لکھ دیتے تاکہ قومی ڈائجسٹ، اور ”رضا مئے مصطفیٰ“ کے قارئین کو وہ دیکھ کر ان کی سچائی کو پرکھنے کا موقع مل جاتا۔ اب ظہیر صاحب کو کھل کر یہ بتانا ہو گا کہ کیا؟
مجددالامہ، (من ہوا احمد رضا، علامہ شہامت علی قادری کی ۲۱۶ صفحات کی عربی کتاب ”پمفلٹ“ ہے؟ اور کیا احسان الہی ظہیر نے اس کا جواب لکھا ہے؟

”اندھیرے سے اچالے ٹمک“ فاضل محقق علامہ عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ العالی کی ۲۷۸ صفحات کی کتاب ”پمفلٹ“ ہے؟ جس میں علامہ موصوف نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ پر ظہیر کے جھوٹے الزامات کی دھجیاں بکھیر دی ہیں۔

”شیشے کا گھر“، علامہ موصوف کی ۳۸۸ صفحات کی کتاب ”پمفلٹ“ ہے؟ جس میں فاضل محقق نے لکھا ہے کہ خود انگریز نوازی کا ”اتنا کمزور اور نازک ماضی رکھنے کے باوجود غیر متقلد ہیں (ظہیر وغیرہ) علما اہل سنت پر انگریز نوازی کا جھوٹا اور بے بنیاد الزام لگاتے ہوئے نہیں شرماتے۔ ان پر شیشے کے مکان میں بیٹھ کر کلوخ اندازی کی مثال کس قدر صحیح صادق آتی ہے؟

شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر میں پھینکتے
دیوارِ آہنی پر حاققت تو دیکھتے

”تدائے یار رسول اللہ“ :- (مسئلہ توسل و استغاثہ) علامہ موصوف کی ۲۸ صفحات کی یہ ایمان افروز شائع کردہ کتاب ”پمفلٹ“ ہے؟ جس میں مسئلہ نماز و علم غیب اور توسل و استغاثہ پر مسلک اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کو مدلل و مفصل بیان کرنے کے علاوہ پلیر صاحب کو ان کے گھر کا آئینہ بھی دکھایا گیا ہے۔

”مجموعہ رسائل“ :- (رد ورفض) علامہ موصوف کی ۸۸ صفحات کی شائع کردہ کتاب ”پمفلٹ“ ہے؟ جس میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ پر پلیر کے شیعہ سے ہمنوائی کے بہتان کے پچھے اڑائے گئے ہیں۔

”مجموعہ رسائل“ :- (رد مزائیت) علامہ موصوف کی ۱۱۶ صفحات کی شائع کردہ کتاب ”پمفلٹ“ ہے؟ جس میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ پر پلیر کے مزائیوں سے بھائی چارے اور مرزا قادیانی کے بھائی کو اعلیٰ حضرت کا استاد قرار دینے پر پلیر کی بے ایمانی و بددیانتی اور اس کی شقاوت و حماقت کا ردِ مبلغ فرمایا گیا ہے۔

نام نہاد :- ”البریلویت“ کے رد و جواب میں وسیع پیمانہ پر اس قدر تحقیقی تاریخی اور مدلل و منقول شدہ و پائیزہ علمی ذخیرہ کی اشاعت کے باوجود پلیر صاحب کے اس بیان پر کہ نام نہاد ”البریلویت“ کے جواب میں ”صرف چند پمفلٹ لکھے گئے ہیں“ اس کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے

الحاصل :- پلیر صاحب کے ایک ایک الزام و افتراء کے جواب میں پوری پوری کتاب کی اشاعت کے بعد صورت حال بدل چکی ہے اور اب مذکورہ کتب کا جواب الجواب اور اپنی کذب بیانی و بددیانتی کی صفائی پیش کرنا خود ان کے ذمہ ہے جیسا کہ فاضل محقق علامہ عبدالحکیم شرف قادری نے ان کی نشاندہی کی ہے۔
دمولانا ابو داؤد محمد صادق مدظلہ، بابنامہ رضائے مصطفیٰ، گوجرانوڑ، شمارہ مارچ ۱۹۸۷ء

ماہنامہ جام عرفان، برہی پور

احسان الہی ظہیر صاحب نے البریلویہ نامی ایک کتاب عربی میں لکھی ہے، جس میں بریلوی لوگوں کے مرسوم و مفروضہ عقاید کی تردید کرنے کے علاوہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی ذات و الا صفات پر بھی رکیک حملے کیے گئے ہیں اور عجیب و غریب الزامات عائد کیے گئے ہیں۔ اس کتاب کی عربی پڑھ کر مجھے اپنے بچپن کا ایک واقعہ یاد آگیا۔ ان دنوں میں صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں پڑھ رہا تھا۔ بالوں اور ضمیروں سے کسی حد تک آگاہ ہو چکا تھا، مگر عربی لغات سے نا آشنا تھا۔ ایک دن خانقاہ شریف کے مال خانے میں ہمیں کی ایک بچی — جسے ہماری زبان میں ”کٹی“ کہا جاتا ہے — بندھی ہوئی تھی اور دم چارہ ہی تھی، سید محمود شاہ صاحب ملاحظہ نے مجھ سے پوچھا کہ کٹی پوچھل باندی اسے ”کٹی“ دم ہلاتی ہے، کی عربی کیا ہوگی؟ مجھے ”کٹی“ کی عربی آتی تھی نہ پوچھل — کی۔

اس لیے میں نے فی الفور کٹی کو عربی طریقے سے مونث کیا اور پوچھل کے ساتھ ضمیر لگائی اور کہا: اَلْكُتَّى تُحْسِنُ كُؤُچھلہا۔ شاہ صاحب اس عربی پر بہت ہنسے۔ اب بھی جب کبھی ہم دونوں جہد گزشتہ کی باتیں کر رہے ہوں تو اس واقعہ کو یاد کر کے خجب ہنستے ہیں۔

احسان صاحب کی اس کتاب میں بھی ایسی ہی عربی پائی جاتی ہے مثلاً ”رسیہ“ فارسی لفظ ہے۔ احسان صاحب کو شاید اس کا عربی متبادل معلوم نہ تھا، اس لیے ”رسیہ“ کو ہی تھی کر لیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:-

فَانْفَعُوا عَطَوِ الْعَصَاةَ الْبَغَاةَ رَسِيْدَ الْجَنَّةِ۔ ۳۵

اسی طرح ”بور“ بھی فارسی لفظ ہے۔ احسان صاحب نے اس سے ”یوبوس“ بنا

لیا (صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم، ملاحظہ ہو ۳۵)

اس قسم کی اور بھی مثالیں پائی جاتی ہیں۔

علامہ شرف صاحب کی زیر نظر کتاب - اندھیرے سے اہلے نیک - احسان حسنت
کی اسی کتاب البریلویہ کا مسکت جواب ہے۔

بہشتیت مجموعی یہ ایک لا جواب کتاب ہے اور اس میں جو خاص بات ہے، وہ
مصنف کی عالمانہ متانت ہے، جو کتاب کے صفحہ اول سے صفحہ آخر تک برقرار رہی،
اور کہیں بھی چند باقی رنگ جھلکنے نہیں پاتا۔ بلاشبہ ایسی ہی کتابیں اہل علم میں قدر کی نگاہ
سے دیکھی جاتی ہیں اور بلند پایہ لائبریریوں کی زینت بنتی ہیں۔

کتابت کی غلطیاں کہیں کہیں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً مولانا رضا علی خان کے واقعہ کے
بیان میں ”صورۃ“ کی جگہ ”سورۃ“ لکھا ہوا ہے، مگر اتنی ضخیم کتاب میں کتابت کی چند
غلطیاں رہ جانا کوئی تعجب کی بات نہیں، البتہ ۲۶۲ پر ایک مشہور شعر کو مولانا جامی
کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔

نسبت خود لبیکت کردم و لیس منقسم

ز انکہ نسبت لبیک کوئے توشد بے ادبی

حالانکہ یہ شعر جان محمد قدسی کی اس مشہور عالم لغت کا ہے، جس کا مطلع ہے

مرحبا سید مکی مدنی العسری

اس غلطی کی اصلاح ضروری ہے۔

طباعت اور کاغذ نہایت معیاری ہے۔

(تبصرہ نگار، قاضی عبداللہ الم دالم ماہنامہ جام عرفان، مہدی پور)

شمارہ اکتوبر ۱۹۸۶ء ص ۴۸-۴۶

نوٹ: اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں امکانی حد تک غلطیوں کی اصلاح کر دی گئی
ہے جنہیں جن حضرات نے غلطی کی نشاندہی فرمائی مصنف ان کے شکر گزار ہیں ۱۲ سیدھا

شیشے کے گھر

حضرت ابوالحسن زید فاروقی مدظلہ

خانقاہ نقشبندیہ، مجددیہ، دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی تازہ تالیف لطیف شیشے کے گھر شنبہ ۲۸ رمضان، جون کو دہلی سے لے آئے۔ آپ نے اچھا نام تجویز کیا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اجر دے۔
 زَادَكَ اللهُ فِيْ اِلْعَاقِهِ بِسَطَةٍ۔

اس قسم کے علمی جواہر پارے وقتاً فوقتاً شائع فرماتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ اہل سنت و جماعت کی شوکت میں اضافہ فرمائے۔ آپ داریں میں عافیت سے رہیں

والسلام
 زید ابوالحسن فاروقی

جمعہ ۵ شوال ۱۴۰۶ھ

۱۳ جون ۱۹۸۶ء

حکیم محمود احمد برکاتی

۱۰۶۹۸ء۔ لیاقت آباد نمبر ۳، کراچی ۱۹

شیشے کا گھر ملا، خوب ہے، بڑی محنت کی ہے آپ نے، مگر بڑا کام ہو گیا، اہل حدیث حضرات کی سرگرمیاں جہد ضیائی میں تیز تر ہو گئی ہیں اور پراسرار بھی ہیں، اس فرقے کی تاریخ قبیل قدر سے ملت دشمنی اور

انگریز دوستی کی تاریخ ہے — حکیم صاحب محترم، حضرت حکیم فیصل الدین کراچی
کو بھی ان کا نسخہ پہنچا دیا ہے — اللہ کرے آپ بخیر و عافیت ہوں

غاکسار

محمد احمد برکاتی

۲۰ جولائی ۱۹۸۶ء

مولانا نور احمد خاں فسریدی

قصر الادب ۹۱۔ راسٹرز کالونی، ملتان

مرسلہ کتاب شیشے کا گھر موصول ہوئی، مناظرین کے لیے
ہدایت عمدہ کتاب ہے، اس کی تدوین میں خاصی محنت کی گئی ہے، میں نے شروع
سے اخیر تک پڑھا اور کتاب اپنی جامع مسجد کے امام صاحب کو دے دی

۲۶ جون ۱۹۸۶ء

حکیم محمد حسین بدہشتی

ذیرہ نواب صاحب بہادر پور

مرکزی مجلس رضا کی نئی اشاعت شیشے کے گھر
موصول ہو گئی ہے، بہترین تحقیقی کوشش ہے۔ جناب مولانا عبدالحکیم شرف قادری
مبارکباد کے منتخب ہیں۔ آپ ازراہ کرم اس کتاب کی دس کاپیاں مجھے بھجوائیں میں نے
اپنے بعض محبین کو روانہ کرتی ہیں

والسلام

نیاز کیشس، محمد حسین بدہشتی

۱۰ افسوس کہ حکیم صاحب موصوف ۲۴ صفر المظفر مطابق ۸ اکتوبر ۱۴۰۷ھ / ۱۹۸۶ء کو دہرگانی
سے رحلت فرما گئے، رحمۃ اللہ تعالیٰ

روزنامہ امن، کراچی:

مجلس مذاکرہ نے امام اہل سنت مولانا شاہ رضا کی تعلیمات و خدمات دینی و علمی پر مبنی مطبوعات کا ایک سلسلہ جاری کیا ہوا ہے جس کی یہ نویں اشاعت ہے جس میں اکابر اہل حدیث کا مستند کتابوں کے اقتباسات کے حوالوں سے ان الزامات کی تردید کی گئی ہے کہ علمائے اہل سنت (مقلدین) انگریزی حکومت کے کبھی وفادار رہے ہوں یا انہوں نے سامراجی استبداد کو قبول کیا ہو۔

تیسری حوالوں سے ثابت کیا گیا کہ برصغیر میں انگریزوں کی آمد تک بقول مولوی بشیر احمد دیوبندی "ہندوستان میں انگریز کی حکمرانی سے قبل اس گروہ (خیر مقلد) کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔ اس فرقہ کا ظہور انگریز کی چشم افشاکا رہن منت ہے۔" عقائد سے متعلق اور پرنس سرکار سے روابط کے سلسلے میں شاہ ولی اللہ شاہ مجدد الغریز محدث، سید احمد بریلوی، شاہ اسماعیل، مولوی محمد حسین بنالوی، نواب صدیقی حسن، ڈپٹی منیر احمد، مولانا اشرف علی تھانوی، مولوی شاد اللہ امرتسری، مولانا غلام رسول مہر اور بہت سے زعماء و علمائے تحریروں کے اقتباسات شامل کیے گئے ہیں۔ دراصل یہ کتاب ان کتابوں یا مضامین کے جواب میں مرتب کی گئی ہے جو علمائے اہل حدیث کی جانب سے متنازعہ موضوعات پر شائع ہوئی ہیں۔

ہمارے خیال میں امت مسلمہ آج جن حالات سے گزر رہی ہے اسے سیاسی سے زیادہ مذہبی ہم آہنگی کی ضرورت ہے۔ دوسروں کے عقائد چھوڑے بغیر اپنے عقائد کا اظہار و ابلاغ مناسب ہوگا۔ ورنہ اس پریشان کن ماحول میں فریقین کے اکابرین کو ہر طرف ملامت بنا کر امت مسلمہ کو مزید نفاق کی راہ پر لگانا ہے جو معروضی صورتحال میں مناسب نہ ہوگا جبکہ عام آدمی سے قطع نظر اہل علم و فکر اور مختلف مسالک کے

طلباء کی نظر سے باقی میں جو کچھ ہوا وہ پوشیدہ نہیں۔ ایسے مباحث منافرت سے زیادہ مناقشوں اور مجاہدوں کا باعث بن سکتے ہیں۔ لیکن جمعی ممکن ہے کہ فرقہ پرستی پہل کرنے سے احتراز کریں ورنہ جو بایا زلزلہ اور شیشے کے گھر جیسی کتابیں منظر عام پر آتی رہیں گی۔ تاہم یہ خوشی ہے کہ مولف نے روایتی جارحیت کے بجائے عالمانہ شائستگی، استدلال علمی اور آداب قلم ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اقتباسات کے ذریعہ التعمداتی رویے سے کام لیا ہے۔

(تبصرہ نگار: عاقل بریلوی)

مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی

بعض پرشاد اور پرفرام لوگوں نے اختلافات اور انتشار پھیلانے کے لیے کتابیں لکھی ہیں اور ان کے عزائم مشنر سے ہماری تحریک (اتحاد) کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ لاحق ہوا ہے۔ مگر ان کی پھیلائی ہوئی گراہیوں کو بے نقاب کرنے کے لیے اندیجھ سے ابلے نمونے اور شیشے کے گھر جیسی تالیفات نے متلاشیان حق کے لیے کافی مواد فراہم کر دیا ہے اور قارئین کو چاہیے کہ کتاب دست میں کف در منافقین کی پابست واضح اشارات کو شیخ رسالت کے پرداؤں پر چسپاں نہیں کیا جاسکتا۔

اتحاد بین المسلمین حصہ دوم ص ۱۸ مکتبہ رحیمیہ، لاہور جنوری ۱۹۸۸ء

ہفت روزہ الہام، بہاولپور

۴ جون ۱۹۸۶ء

مولانا احمد رضا خاں پر مدت سے الزام لگایا جا رہا ہے کہ وہ انگریزوں کے کارس
لیس اور ان کی حکومت کے حامی تھے۔ لیکن آج تک کوئی مافی کلال ان کی تحریر و تقریر
سے یہ ثابت نہ کر سکا۔ اس کے برعکس اہل حدیث حضرات جو پہلے وہابیت سے
مقتب کیے جاتے تھے اور مسلمہ طور پر سرکار پرست اور انگریزی حکومت کے مداح
اور بھی خواہ رہے ہیں۔ اپنی تمام سابقہ روایات کو چھپا کر اہل سنت اور امام احمد رضا
خاں بریلوی پر انگریز نوازی کا اہتمام عائد کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔
زیر تبصرہ کتاب میں اکوائیز دکھایا ہے اور ان کی تحریروں اور کتابوں سے یہ ثابت
کیا ہے کہ انگریزی حکومت کی کارسلیسی کا طعن دینے والے خود سب سے بڑے انگریزی
حکومت نواز رہے ہیں۔ "شیخے کے گھر" میں نواب صدیق حسن خاں سے لے کر مولوی
محمد حسین بلوچی کی تحریروں تک بے شمار ایسے شواہد پیش کیے ہیں کہ غیر مقلدین کا انگریز پرست
ہونا قطعی ظاہر ہے ان کا یہ کہنا کہ ان کے اکابر نے جہاد آزادی میں بے شمار قربانیاں دیں۔
جھوٹ کا پلندہ ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ان حضرات نے مجاہدین آزادی کو سر بھرا اور ہتھیار
گردانا ہے۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری بڑے محتاط صاحب قلم ہیں تحقیق و تاریخ پر ان
کی گہری نظر ہے۔ باقی دیگر تصانیف میں بھی یہ پہلو ہمیشہ پیش نظر رہا ہے اور شیخے کے
گھر میں بھی انھوں نے یہی طریق استعمال کیا ہے جو لوگ شیخے کے گھر میں بیٹھ کر
دوسروں پر سنگ زنی کرتے ہیں انھیں پہلے اپنے گھر کا جائزہ لینا چاہیے۔